2772

ضمیر شب کا سفر
ضمیرِ شب کا سفر
ضمیرِ شب کا سفر
ضمیرِ شب کا سفر
ضمیرِ شب کا سفر
ضمیرِ شب کا سفر
ضمیرِ شب کا سفر
ضمیرِ شب کا سفر
ضمیرِ شب کا سفر

ضمیرِ شب کا سفر

قلبِ حسین وڑائچ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نورانی چہروں پر جب "برائے فروخت" لکھا ہو
تو کس ضمیر اور صاحب ضمیر کی بات کریں۔

ضمیرِ شب کا سفر

ضمیر شب کا سفر

قلب حسین وڑائچ

علم و عرفان پبلشرز
34-اردو بازار، لاہور فون:042-7352332-7232336

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

84202

کتاب	ضمیر شب کا سفر
مصنف	قلب حسین وڑائچ، ادراک ہاؤس، شادیوال، گجرات Ph:0533311100,Mob:0300-9629894
ترتیب و پیشکش	صفدر حسین ڈوگر
کمپوزنگ	جمشید چوہدری
متاون و مددگار	ارم فاطمہ، ایم ایس سی سائیکالوجی، ڈی ایس ای، ڈی آئی ٹی۔ کنول فاطمہ (ایم اے) پولیٹیکل سائنس، ڈی ایس ای) تبسم فاطمہ، ایم اے ایجوکیشن
سال اشاعت	مارچ 2007ء
ناشر :	علم و عرفان پبلشرز، ۳۴۔اردو بازار، لاہور
سرورق:	ثقلین حیدر وڑائچ، چیف ڈیزائن آفیسر بی آر اینڈ ڈبلیو ایڈورٹائزنگ لمیٹڈ، کراچی۔
قیمت :	-/300 روپے

ملنے کا پتہ

علم و عرفان پبلشرز

34-اردو بازار، لاہور فون:042-7352332-7232336

سیونتھ سکائی پبلی کیشنز

الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور
فون:042-7223584 موبائل:0300-4125230

انتساب

زندگی کے اس انتہائی دُکھ

کے

نام

جو انسان کو انسان بنا دیتا ہے

فہرست مضامین

☆--- پرت پرت روح کا سفر 11
☆--- مقدس سفارتوں کا امین 15
☆--- روح اور جسم 19
☆--- انسان اور زندگی 23
☆--- بے سکون عبادت مشقت ہے 28
☆--- مشورہ دو جس کے مطابق عمل کرتے ہو 31
☆--- رونا فطرت کی عبادت ہے 34
☆--- ''لوگ'' سب ایک جیسے ہوتے ہیں؟ 39
☆--- اچھا پڑوسی خدا کی رحمت ہے 48
☆--- جاہل اور عالم 54
☆--- عروج و زوال 59
☆--- اسم اعظم 61
☆--- لوگ اور کتے 63

☆---زندگی کے دو رُخ 67
☆---تسکین روح 72
☆---اخلاقی جرأت 75
☆---عورت 79
☆---نئے پرانے زخم 84
☆---بے ثبات دنیا 86
☆---تذبذب 88
☆---غلط فہمی 89
☆---دہشت گرد 90
☆---مذاق 91
☆---کامیابی 93
☆---قضا 95
☆---روایات 98
☆---عزت نفس 100
☆---اشرافیہ 102
☆---امید 103
☆---وقت کا قانون 105
☆---ادھوری خواہش 106
☆---بد روح 108
☆---کمزور کمینہ 110
☆---شعور 111

☆---بدبختی 113

☆---بلاوجہ 115

☆---وقت 117

☆---زندہ 119

☆---ایک سوال 121

☆---انسانیت 122

☆---ذہنی پسماندگی 124

☆---افکارِ قلب 133

❁……❁

پرت پرت روح کا سفر

ضمیر شب کا سفر میری تحریروں کا وہ مجموعہ ہے جب لحہ بہ لحہ میں اپنے ضمیر سے راہنمائی حاصل کرتا رہا ہوں۔ اپنے اندر والے انسان کو یہ باور کراتا رہا ہوں کہ میں تجھے جانتا چاہتا ہوں اور وہ شعور نصیب ہوا جس کی خوش قسمت انسان خواہش رکھتا ہے۔ خدا کی حکم عدولی سے ڈرتا ہے، اعلیٰ موت کو اعلیٰ زندگی پر فوقیت دیتا ہے۔ زندگی کو موت کے مقابلہ میں حقیر سمجھتا ہے۔

میرے اندر والے انسان نے مجھے کتاب حقیقت کے وہ اوراق پڑھائے جنہیں میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ جب کتاب حقیقت کا سبق دہرایا گیا تو میرے شعور نے مجھے جواب دیا کہ یہ سب کچھ تیرے لاشعور میں موجود تھا۔ سب انسانوں کے لاشعور میں حقیقت موجود ہوتی ہے مگر انسان اس کا مطالعہ نہیں کر سکتا جب تک پروردگار توفیق عطا نہ کرے۔ ضمیر شب نے اندر والے انسان کی راہنمائی میں کتاب حقیقت سے یہ تحریریں رقم کی ہیں۔ آپ پڑھ کر بتائیں گے کیا آپ کے پاس جو کتاب حقیقت ہے اس میں بھی یہی رقم ہے۔

ضمیر شب جب انسان کا راہنما ہو گا تو انسان کو سکون نصیب ہو گا وہ سکون جو حرام اور حلال کے فرق سے نصیب ہوتا ہے جو درگذر، رحم دلی، دیانتداری، سچ سے نصیب ہوتا ہے۔ تاریک اور خاموش راتوں میں جب انسان اپنے ضمیر سے ہم کلام ہوتا ہے تو اس کا ضمیر اس کی مکمل راہنمائی کرتا ہے پھر انسان گناہ اور جرائم سے دور ہو جاتا ہے، توبہ کرتا

ہے، معافی طلب کرتا ہے، خدا کا کبھی نافرمان نہیں ہوتا۔

ضمیر شب کا سفر دراصل الفاظوں سے میری گفتگو ہے، احساسات سے میری محبت ہے، کیفیات میں میرا قیام ہے، میری روح میرے جسم سے ہم کلام ہوتی ہے۔ میری روح کو جب پاکیزہ رزق میسر آتا ہے تو ضمیر شب سے ہم کلام ہوتی ہے پھر میری روح کتاب حقیقت کے اوراق الٹتی ہے اور میرا ضمیر اس کا مطالعہ کرتا ہے۔ میرے قلم کے آنسو اس پر گواہ صادق بن کر انہیں اوراق پر منتقل کر دیتے ہیں پھر میں نہیں لکھتا کوئی لکھواتا ہے صرف قلم میرے ہاتھ میں ہوتا ہے، دماغ کسی کے ساتھ ہوتا ہے، دل کسی کی یاد میں ہوتا ہے۔ کبھی آہ لکھتا ہوں، کبھی دکھ لکھتا ہوں کبھی نامعلوم درد لکھتا ہوں جو میرے احساسات میں ہوتے ہیں۔ کبھی حسرتوں کے نوحے لکھتا ہوں، کبھی مسرتوں کے نغمے لکھتا ہوں اور اکثر حقیقتوں کے دکھوں کی تفسیر لکھتا ہوں۔

ضمیر شب کا سفر میرے زندہ احساسات کی ترجمانی ہے، میری کیفیات کی تفسیر ہے، میرے رنجیدہ خیالوں کا عکس ہے، میری اعلیٰ فکر کا سایہ ہے، میرے جذبات کا نچوڑ ہے۔ کتاب مبین فطرت کی تفسیر لکھتا ہوں جب ضمیر شب میں موت سے عشق کرتا ہوں، قریب تر پاتا ہوں۔ زندگی کے راز منکشف ہوتے ہیں کہ یہ کیسے گزار رہا ہوں، آج دن بھر میں نے زندگی کے مقصد کو پانے کے لیے کیا کیا ہے۔

ضمیر شب میں، میں نے فطرت کا مطالعہ نہایت قریب سے کیا ہے اور حقیقتوں کے اندر اتر کر دیکھا ہے کہ انسان کیا ہے اور کیا بنتا ہے؟ کیا ہے اور کیسا ظاہر کرتا ہے؟ اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ اس کے اندر کتنی غلاظتیں ہیں تو اسے اپنے آپ سے نفرت ہو جائے کہ وہ اپنے اطمیان کو فریب کیسے دیتا ہے۔

تاریک رات میں جب اپنے ضمیر سے ہم کلام ہوتا ہوں تو وہ مجھے زندگی اور موت کے راز بتاتا ہے۔ انسان کے درمیان رہنے کے سنہری اصولوں سے آگاہ کرتا ہے۔ لہجوں اور رویوں کو حسن بخشتا ہے، گفتگو کی عطا سے نوازتا ہے۔ زندگی کے سلیقوں سے آگاہ

کرتا ہے۔

ضمیر شب میرے ان پُر کیف لمحوں کی تفسیر ہے جب الفاظوں کے اندر میں اترتا ہوں اور الفاظ میرے اندر اترتے ہیں جن سے میں نے محسوس کیا ہے کہ احساسات اور کیفیات مجھ سے ہم کلام ہوتی ہیں۔ یہ خاموش تنہائی کی وہ عطا ہے جسے ہر انسان محسوس کرسکتا ہے جب اسے کتاب حقیقت کے مطالعہ کا شعور نصیب ہوگا۔

ضمیر شب کا بنیادی تصور یہ ہے کہ کتاب حقیقت کے جس باب کو میں نے کھولا اور پڑھا ہے اس میں سے جو میں نے پایا ہے اسی میں میں کھو گیا ہوں۔ جب الفاظوں کے رزق سے میں نے اپنی روح کو سیر کیا، جب الفاظوں کی ہیت سے آشنائی ہوئی، جب احساسات نے الفاظوں کو جنم دیا، جب الفاظ احساسات کے سانچے میں ڈھلے، جب مجھے میری ذات کی نفی نصیب ہوئی، جب مجھے موت سے آگاہی ہوئی۔ جب اس کی معرفت نصب ہوئی، جب زندگی کے مقصد کو پانے کی طرف گامزن ہوا۔ یہ صرف اس وقت معلوم ہوتا ہے جب انسان کو اپنے اندر جھانکنے کی توفیق ہوتی ہے۔ جب انسان ضمیر شب سے ہم کلام ہوتا ہے۔ یہ راتوں کے پچھلے پہر کے وہ قیمتی لمحات ہوتے ہیں جب انسان حقیقت کو دیکھتا ہے اور خدا کو بصیر و سمیع مانتا ہے۔ جب اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔ جب اپنے گناہ اور جرائم پر نظر ڈالتا ہے۔ جب خدا کی رحمت کا طلب گار ہوتا ہے۔

ضمیر کی عدالت بڑی عظمت اور رفعت والی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی اپنا مقدمہ اس عدالت میں بھی پیش کیا کرو۔ اس کے فیصلے بڑے پُر لطف ہوتے ہیں، ان میں سکون اور اطمینان کی بے انتہاء عظمت پوشیدہ ہے۔ اس عدالت کے فیصلے کے بعد دو نفل زندگی میں انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھی نہیں بلکہ اکثر اس کے دروازے پر دستک دیا کرو۔ یہ ہر وقت کھلا ہوتا ہے صرف بصیرت والی نظر چاہیے۔ یہ بڑا عجیب ہے کبھی کبھی اپنے منصب کی کرسی سے نیچے اتر کر گواہوں کے کٹہرے میں کھڑا ہو جاتا ہے تو پھر خود ہی ملزم، خود ہی مدعی، خود ہی گواہ اور خود ہی منصف ہوتا ہے۔ یہ اپنے فیصلے عبادت والے چہرے پڑھ کر

بھی کرتا ہے یقیناً اس کے سارے فیصلے حق پر دلالت ہوتے ہیں۔

ضمیر شب کی تحریروں کا مقصد یہ ہے کہ میرا قاری اپنے اندر جھانک کر اور کتاب حقیقت کے اوراق الٹ کر پڑھے۔ کیا ان میں بھی یہی کچھ لکھا ہے جو میں نے وہاں سے دیکھ کر لکھا ہے۔ کیا میں نے اپنا وقت ضائع تو نہیں کیا؟ کیا میں نے اپنے قاری کا وقت برباد تو نہیں کیا؟ کیا قاری نے جو وقت مجھے دیا ہے اس کے بدلے میں ضمیر شب نے اسے کچھ دیا ہے۔ اب میں اپنا فیصلہ قاری سے طلب کروں گا۔ میں نے ضمیر شب میں لکھا ہے پڑھنے والے کے لیئے ضروری ہے وہ ضمیر شب کے ساتھ پڑھے۔

ضمیر شب جب اندر والے حقیقی انسان سے ہم کلام ہوتا ہے تو وہ اس راز سے آگاہ کر دیتا ہے جس سے انسان، انسان بنتا ہے، انسان رہتا ہے، جو انسانیت کے لیے نہایت اہم ہے۔ ضمیر شب خود آگاہی ہے۔

قلب حسین وڑائچ

ادراک ہاؤس شادیوال، گجرات

مقدس سفارتوں کا امین

سدرۃ المنتہیٰ "ہی" وہ مقام ہے جہاں جبرئیل امین جیسے ملک مقرب کے بھی پَر جلتے ہیں۔ اگر کرہ ارض پر بسنے والے انسان کی رسائی وہاں تک ہو جائے تو یہ معجزہ ہے۔ بعض "لوگوں" کا خیال ہے کہ دور حاضر معجزات سے خالی ہے مگر چونکہ وہ "لوگ" ہیں لہٰذا انہیں ایسا ہی سوچنا چاہیے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب قرار دیا کہ وہ تمام مخلوقات کو اپنے ذکر کا طریقہ سکھلائے اور راستہ دکھائے کہ کیسے اس کا ذکر کریں اور "صراط مستقیم" پر چلیں، اسی مقصد کے لیے "روح العالمین" کی تخلیق کی گئی۔ ہمیں مقدس "مرکزی دربار" کا سہارا لے کر پتہ چلانا ہو گا کہ "ذکر" کیا ہے "اہل ذکر" کون ہیں؟ پھر کیسے اللہ کا ذکر کیا جائے کہ وہ راضی ہو جائے۔

"علم" جاننے اور محفوظ کرنے کا نام ہے اس کا ورود قلوب پر ہوتا ہے جبکہ تعلیم "کاغذی ڈگریاں" ہیں جو کہ "کاغذی پھولوں" جیسی ہوتی ہیں، علم محفوظ ہو جائے تو پھر "عمل" کا مرحلہ ہے۔ لازم ہے کہ کوئی "شہر علم" ظاہر ہو اور ہم "شہر علم" کے تعارف کے لیے "شہر علم" کے "دروازے" تک پہنچیں اور "دروازے" سے "شہر علم" کا تعارف حاصل کریں۔ شرط یہ ہے کہ دروازہ ہمارے لیے کھول دیا جائے یا پھر ہم اتنے خوش بخت ہوں کہ "کھلا دروازہ" ہمیں دکھائی دے۔

تخلیق کا عمل ابتدائے آفرینش سے جاری ہے، لازوال تخلیق کی پہلی صفت یہ

ہے کہ وہ صدیوں پر محیط ہو۔ ایک لمحہ کی تحریر۔۔۔ یا چند لمحات کی۔۔۔ لفظوں کی تمام تعریفوں سے ماورا، اس کا اپنا ایک وجود ہو، ایک نہج ہو، ایک آہنگ ہو، ایک رنگ ہو، ایک ڈھنگ ہو اور وجود محض وجود نہ ہو بلکہ "قائم وجود" کی حامل تخلیق۔۔۔۔ اس تخلیق کا مقام و مرتبہ کیا ہو گا جس میں تاریخ، سچائی، حقائق، فطرت شناسی، آفاقی اسلوب و کشش، ادب نوازی، ادب شناسی، تجسس، ربط، معاشرے اور مزاج کا مشترکہ منظر نامہ فلم کی سکرین کی مانند مشاہدہ میں آئے۔

روح کی گہرائیوں اور تنہائیوں سے اٹھنے والے حقیقی اور کھرے، سچّے اور سُچے جذبوں کو تحریر کا روپ دینے والے اس دانشور مفکر قلب حسین وڑائچ نے "خطابت" کو تحریر میں لا کر "فن خطابت" کی تاریخ کو دہرایا ہے اور یہی بیان کے "سحر" ہونے کا بین ثبوت اور دلیل ہے۔ آفاقی تحریر کسی بھی دوسرے لباس کی محتاج نہیں ہوتی، سچائی کو کسی بناوٹی حصار یا سرحد کی قطعی ضرورت نہیں۔ تحریر خود مترجم بھی ہے اور شخصیت بذات خود تعارف اور سچائی کی اپنی "واحد و تنہا" طاقت و قوت ازل سے ابد تک کسی بھی درخواست گزارنے کی محتاج نہیں۔

میں جہل اور جہالت کے اندھیروں سے "باب العلم" کی دہلیز کی جانب پناہ چاہتا ہوں۔ میرے سامنے ایسے فن پارے ہیں جن کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے سوائے سرِ تسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔

دور حاضر میں ایک بھی مثال مولانا روم، سعدی شیرازی، حضرت آغا شبیر حسن خاں، جوش ملیح آبادی یا ان جیسی اعلیٰ شخصیات اور اساتذہ کی سامنے لانا اور کسی کو بھی ان مراتب میں سوچنا اور کہنا "خام خیالی و نادانی" ہی نہیں بلکہ "تاریخی بددیانتی" کے زمرے میں آئے گا۔ مگر یہ بھی کڑوا سچ ہے کہ ہوا، پانی، خوشبو اور روشنی اپنے راستے خود تراشتے ہیں اور بنانے کے بعد منواتے ہیں کہ ہمارا "یہ راستہ ہے"۔ قصہ کوتاہ اس کہنہ مشق ادیب، دانشور نے منفرد راستہ اپنایا ہے اور اچھوتے انداز سے ایسی تخلیق ترتیب دی ہے

کہ سوائے ماننے کے دوسرا راستہ دکھائی دینے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ ایسے پیرائے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر یا سوچ کر ایک عام "آدمی" بھی "انسان" بن جاتا ہے۔

فکر و فقر اور شعور و تدبر کے لیے "زندہ لمحوں کا احساس" اور "انسان اور حقیقت" سرشارفن و معرفت ارواح کو چونکا دینے کے لیے کافی ہیں مگر "ضمیر شب کا سفر" تہلکہ خیز تخلیق کی صورت میں آفاقی منازل طے کر کے فنکار کے قلب پر صحیفہ کی مانند نازل ہوئی اور "جادو بیان" قوانین وکلیات، کائناتی اصول پرستی، خدا پرستی کے خزینوں کو سمیٹ کر سب کچھ متواتی ہوئی "تکمیل انسانیت" کے تمام اصول وضوابط کی نایاب دستاویز اور لازوال و بے مثال کتاب ثابت ہوئی ہے۔

مصنف کی خود کلامی سارے عالم سے "خطاب" ہے۔ ہمیشہ سے کہا جاتا رہا کہ فلاں شاعری، فلاں نثر، فلاں نظم پیچھے آنے والوں کے لیے مشعل راہ ہو۔۔۔امیدیں باندھی جاتی ہیں۔۔۔آس لگائی جاتی ہے۔۔۔کہ شاید۔۔۔مگر ادب و معرفت میں گُندھے ہوئے اس دانشور کی روحانیت میں رچی ہوئی تخالیق تشنگان علم وفن و معرفت کے لیے "بلاشبہ مشعل راہ ہیں"۔

قلب حسین صرف تصانیف کے حوالے سے "جدید ادب کے علمبردار ہی نہیں بلکہ خطابت کی دنیا میں ارباب منبر کے لیے خزینہ بے بہا لیے ہوئے مستقبل قریب میں ہمارے شانہ بشانہ ہوں گے۔ میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں اور میرے لیے یہ باعث فخر ہے۔ اس مصنف کے بارے میں کچھ بھی لکھنا یا کہنا ہر کس و ناقص کے بس میں نہیں۔ میں نے یہ جسارت قلب حسین کے اس جملہ کا سہارا لے کر کی ہے کہ "ہم بھائی ہیں اور ہم نے ایک ہی چشمہ کا پانی پیا ہے"۔ یہ اسباق مزاج آشنائے ابو تراب، مظہر مزاج ابو ذر غفاری، علامہ سید حاکم علی شاہ شیرازی، ثقۃ السلام قبلہ خورشیدِ ملت علامہ السید خورشید حسین شیرازی مجتہدؒ اور بندہ علی چوہدری احمد خاںؒ کی تربیت کا پرتو ہیں۔ یہی راقم الحروف کا کشید کردہ نتیجہ ہے، قلب حسین کے ادراک کی پشت پر سچے جذبوں کی مہر ثبت ہے جس کا وہ

خود اقرار کرتے ہیں۔ یہ فنکار آگہی کی آنچ میں لمحہ لمحہ سلگ رہا ہے اور اجڑی انسانیت، بریدہ اخلاق، ریزہ حال انسانی خصائص کے خدوخال پر مرثیہ خوانی کرتا ہوا اپنے ہی سینے پر ماتم کے نشان رکھتا ہے تا کہ "لوگ" اس سے روشنی حاصل کر سکیں۔

۔۔۔ آخر میں یہی کہوں گا کہ قلب حسین، حسینؑ کے قلب کی طہارتوں کا مقلد ادیب اور پاکیزہ فکر و پاکیزہ باطن رسموں کا سفیر ہے۔

لمحہ بہ لمحہ منتظر
(شاعر آل اطہار)
سید ذوالقرنین حیدر شیرازی
151/3 قصر خورشید ملت، لالہ موسیٰ، گجرات

روح اور جسم

جو قسمت پر یقین رکھتے ہیں ان کا یہ خاصہ ہے کہ وہ اپنا بوجھ اس طاقت کے سپرد کر دیتے ہیں جو قدرت رکھتا ہے اور خود اس کے ساتھ چلتے رہتے ہیں تاکہ اس کی رضا حاصل رہے۔ ایسا انسان کبھی نقصان نہیں اٹھاتا۔

انسان دراصل ایسا وجود ہے جس کے دو قطبین ہیں۔ ایک پست مٹی کہ جس سے قرآن کے مطابق اس کا جسم خلق کیا گیا ہے۔ دوسرے امر ربی جسے روح کہتے ہیں جو انسان میں بحیثیت حیات بخش جوہر کے پھونکی گئی ہے۔

مٹی اور روح اللہ (امر ربی) دو استعارے ہیں جو انسان کی زندگی کی ترکیب میں شامل ہیں۔ ان دونوں میں جدلیاتی کش مکش رہتی ہے جس سے انسان کبھی پست یا حیوانی مقاصد کے حصول کی طرف جھک جاتا ہے اور کبھی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی یافت یعنی پانے کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ جب روح اور جسم کا رشتہ ٹوٹتا ہے تو ایک بلندیوں کے سفر میں چلی جاتی ہے اور دوسرا زمین کی تہہ میں اتر جاتا ہے جسے ہم اپنی زبان میں "موت" کہتے ہیں۔

اصل زندگی کیا ہے؟ جب جسم روح کی پیروی کرتا ہے اور بے مقصد زندگی کیا ہے؟ جب جسم روح کو اپنے تابع رکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا جب روح جسم کے تابع ہو تو یہ حیوانی زندگی ہے اور جب جسم روح کے تابع ہو گا تو یہ اصل زندگی اور روحانی زندگی ہے۔

روحانی زندگی انسانیت کو زندہ رکھتی ہے لہٰذا جب تک انسانیت زندہ ہے انسان

زندہ ہے۔ جب انسانیت مر جائے تو انسان بے شک چلتا پھرتا رہے وہ مردہ ہوگا۔ قرآن میں یہ صاف صاف فرمان ہے کچھ لوگ حیوان ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر اور کچھ لوگ چلتے پھرتے مردہ ہیں لہٰذا موت صرف مرنے کا نام نہیں، احساس مر جائے، شعور زندہ نہ ہو، ضمیر مردہ ہو جائے تو یہ موت ہے۔

موت بذات خود کچھ نہیں۔ یہ تو زندگی اور حیات کے درمیان ایک پردہ ہے۔ جب یہ اٹھ جاتا ہے تو زندگی حیات میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر حیات ایسے ہی ہوگی جیسے ہم نے زندگی گزاری ہے۔ زندگی اگر ہم نے روح کے تابع گزاری ہے تو ہمیں حیات ابدی میں روحانیت نصیب ہوگی اور جسم کی تابعداری عیش و عشرت، حلال اور حرام کی تمیز کے بغیر گزاری ہے تو مرنے کے بعد ویسی ہی زندگی ہوگی جیسے انسان نے اپنی روح کو دنیا میں بے چین رکھا، مرنے کے بعد جسم بھی ایسے ہی بے چین رہے گا۔ انسان جس حالت میں مرے گا اسی حالت میں رہے گا۔ اگر ظلم کر کے مرا ہے تو ظالم اٹھایا جائے گا جبکہ ظالم اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا لہٰذا اللہ تعالیٰ ظالم کے ساتھ ظلم والا رویہ رکھے گا۔ اگر انسان روح کے تابع رہا ہے تو روح گواہ ہوگی لہٰذا دوسرے جنم میں روحانی زندگی اس کے لیے لکھ دی جائے گی۔

انسان اپنے قطبین کی طرف جائے گا۔ ہم مرنے کو موت اور سانس لینے کو زندگی کہتے ہیں۔ مرنا وہ ہے کہ انتظار ختم ہو جائے لہٰذا جس کی انتظار ختم ہو جائے وہ مر جاتا ہے، ہم جس کی انتظار ختم کر دیں وہ مر جاتا ہے خواہ وہ ہمارے پڑوس میں ہی کیوں نہ ہوں خواہ ایک ہی گھر میں ہوں۔ قبرستان کے پڑوس میں رہنے والے مردوں کے پڑوسی ہیں۔ جس کو کوئی نہ ملے اور نہ ہی وہ کسی کو ملے وہ مرا ہوا ہے۔ اب انسان اندازہ لگائے ہمارے اردگرد کتنے مردہ ہیں جو کسی کے کام نہ آئے وہ مردہ ہے۔ جس میں روح تو ہو مگر وہ صرف جسم کے لیے زندہ رہے وہ حیوان ہے۔ اپنے اردگرد نظر دوڑاؤ کتنے انسان ہیں اور کتنے حیوان۔ کتنے زندہ ہیں اور کتنے مردہ؟ احساس مر جائے تو روح مردہ ہو جاتی ہے

اور وہ چلتا پھرتا حیوان ہے۔ جب تک جسم اور روح کا رشتہ ہے اس کو "زندگی" کہتے ہیں اور جب یہ رشتہ ختم ہو جائے اسے "موت" کہتے ہیں۔ جو جسم اور روح کے مضبوط رشتہ پر قائم رہتے ہیں وہ مرتے نہیں بلکہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ ہمیں نظر نہیں آتے مگر ہم ان کو نظر آتے ہیں اور وہ ہم پر ہنستے ہیں قہقہے لگاتے ہیں کہ ان کو نہ زندگی کا شعور ہے اور نہ ہی موت کی معرفت۔ بس پھر ایسے لوگ حیوان اور مردہ ہیں اور حیوانوں اور مردوں کے درمیان والی زندگی کو زندگی سمجھتے ہیں۔

جب انسان، انسان بنتا ہے تو فکر کی بلندیوں کی طرف سفر کرتا ہے۔ فکر کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ پھر وہ موت کی معرفت اور زندگی کے راز کو پا لیتا ہے۔ دنیا میں کامیاب زندگی گزارتا ہے جس میں اطمینان اور سکون ہے اور آخرت میں حیات ابدی میں اسے وہ کچھ نصیب ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت اعلیٰ اور عمدہ ہے۔

جسم غلاظتوں کا مجموعہ ہے روح حفاظتوں کی امین ہے۔ جو روح کا خیال رکھتے ہیں ان کو جسموں کی کوئی پرواہ نہیں خواہ آگ ہو، کربلا کی گرم ریت ہو، ہاتھ میں چھری ہو، بیٹے کی گردن ہو، صلیب ہو، جسم کے ذرہ ذرہ میں بیماریاں ہوں۔ وہ زندہ روح کے امین ہیں۔ وہ جسموں کو روح کے تابع رکھتے ہیں۔ وہ روح کی خواہشات کے امین ہیں۔ وہ جسم کی خواہشات سے مبرا ہوتے ہیں۔ وہ جسم کی آسائشوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ زندگی کو حقیقی موت کے مقابلہ میں حقیر سمجھتے ہیں۔ وہ عزت کی موت کو زندگی سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی سوچوں اور خیالوں میں بھی گناہ کو گناہ جانتے ہیں، ان سے دور رہتے ہیں۔ پھر وہ نہیں کرتے۔ ان کے جسم ختم ہو جاتے ہیں، وہ زندہ رہتے ہیں جو صداقت کے دفاع میں اس دنیا سے رُخصت ہو جائے۔ وہ اس دنیا میں چلے جاتے ہیں جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔

آؤ جسم اور روح کو یہ باور کرائیں وہ ایک دوسرے کے تابع رہیں، ایک دوسرے کا احترام کریں۔ ایک دوسرے کا خیال رکھیں تا کہ جسم راحت محسوس کرے اور روح سکون میں رہے۔

روح کا سکون زندگی ہے اور روح کی موت حیوانگی ہے خواہ انسان زندہ رہے۔ جو روح کا کہنا نہیں مانتا وہ مردہ ہے۔ روح ہمیشہ رہنے والی ہستی ہے اور جسم خستہ و خاک میں مل جانے والا خمیر ہے۔ روح کو زندہ رکھو اور جسم کو روح کے تابع پھر زندگی کا مزہ ہے اور پھر اس حجاب کا مزہ ہے جو زندگی اور حیات کے درمیان ایک پردہ ہے جسے موت کہتے ہیں۔

موت کچھ نہیں یہ ایک راحت عظیم ہے اس کی ہر وقت تمنا کرو کہ عزت کے وقت نصیب ہو، عزت کے ساتھ نصیب ہو، عزت والی ہو اور موت کے وقت انسان کی روح پر کوئی بوجھ نہ ہو فرض کا، قرض کا۔ پرسکون موت اللہ تعالیٰ کا تحفہ عظیم ہے جب کہ موت اٹل ہے۔ جب تک جسم اور روح اکٹھے ہیں اس وقت تک توبہ اور استغفار کا دامن نہیں چھوڑو۔ خدا عظیم اور برتر ہے۔

☆☆

84202

انسان اور زندگی

انسان جس زاویے سے اور جتنے قریب سے زندگی کا مشاہدہ کرتا ہے اس کو اسی زاویہ سے اتنی اور ویسی زندگی نظر آتی ہے وہ زندگی کو ویسے اور اتنی حد تک جانتا ہے۔ ہر انسان زندگی کو اپنے زاویے سے آگے صفر جانتا ہے۔ زندگی جاننے کا نام اور اصل مقصد والی زندگی گزارنے کا نام "زندگی" ہے۔ جیسے گزارتا ہے ویسی زندگی ہے، بلکہ زندگی کچھ نہیں، طرز انداز "زندگی" ہے۔ زندگی کو پانے کے لیے زندگی کے اندر اترنا پڑتا ہے اور اس کے نشیب وفراز سے آگاہی زندگی ہے۔ شروع سے انسان اس کی ہیت کو پانے کی کوشش کر رہا ہے مگر اپنے ادراک سے آگے اس کو زندگی نظر نہیں آتی۔ کچھ لوگ دنیا والی زندگی کو زندگی سمجھتے ہیں اور کچھ آخرت والی زندگی کو "زندگی" کہتے ہیں۔ ویسے انسان زندگی کبھی عقیدہ کی نظر سے دیکھتا ہے اور کبھی دنیاداری کی نظر سے، اصل زندگی وہ ہے جو نہایت اعلیٰ اصولوں کی پاسداری اور احکام الٰہی کے مطابق گزاری جائے۔

ہر انسان کی رائے اس کی زندگی کے بارے میں الگ ہے جیسے ہر انسان دوسرے انسان سے الگ ہے لہٰذا زندگی کے بارے میں حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے، کہ کون سی زندگی ہو کہ اسے زندگی تصور کیا جائے، کہا جائے، بہرحال وہ زندگی ہی اصل زندگی ہے جسے موت نہ مار سکے۔ جس کو موت ختم کر دے وہ موت والی زندگی ہے اور انسان ابھی تک اسی زندگی والے نظریے میں ہے اور ابھی تک سب کے نزدیک یہی زندگی ہے جسے موت آتی ہے۔ زندگی اپنے اعلیٰ زاویے اور نظریہ سے دنیا گزارنے کا نام ہے۔

میں اور میرا مد مقابل زندگی کو دو مختلف زاویوں سے دیکھ رہے ہیں لہٰذا زندگی دونوں کو ایک جیسی نظر نہیں آئے گی۔ حقیقی زندگی کا ادراک ہر انسان کے اندر ایک ہے مگر حقیقی زندگی کسی کا نصیب نہیں۔ خدا جیسے چاہتا ہے کہ دنیا میں دن بسر کرنا ویسے بسر کیے جائیں تو زندگی ہے، مگر وہ رازِ ہستی اس نے پوشیدہ رکھا ہے اور انسان کو انتخاب کا حق دیا ہے جیسے چاہے زندگی گزارے۔ انسان جیسے زندگی گزارتا ہے زندگی کو ویسے سمجھتا ہے، اس سے آگے زندگی کے بارے میں اتنا ہے جتنا جانتا ہے اتنی زندگی ہے۔ کبھی خواہش زندگی ہے، کبھی مرضی زندگی ہے، کبھی پیار زندگی ہے، کبھی نفرت زندگی ہے، کبھی سونا زندگی ہے، کبھی عیش و عشرت زندگی ہے، کبھی جھوٹ بولنا زندگی ہے اور کبھی سچ کو جھٹلانا زندگی ہے۔ بس انسان کی ہر لمحہ ایک زندگی ہے اور دوسرے لمحے دوسری زندگی ہے۔ زندگی سے زندگی میں داخل ہوتا رہتا ہے، پھر موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔

موت کیا ہے؟ جس حالت میں وہ کچھ نہ کر سکے اور ایک ہی حالت میں رہے۔ ایک ہی حالت میں رہنے والے زندگی میں رہیں یا موت میں رہیں ان کو کوئی فرق نہ پڑے لہٰذا حرکت اور بلندی کو پانے کا حوصلہ "زندگی" ہے۔ بہرحال زندگی اگر کچھ نہیں تو انسان کے لیے سب کچھ زندگی ہے جس کے لیے وہ مر رہا ہے جبکہ مرنا اس کو وقت پر ہے؟

زندگی یہ ہے کہ انسان خدائی صفات کے عملی مظاہرہ سے گزارے اور اس امر پر یقین کامل رکھے کہ وہ بصیر، سمیع، قہار، جبار، رحیم، کریم ہے۔

جتنی اور جیسی زندگی انسان کی نظر اور مشاہدہ میں ہے اس کو اتنی اور ویسی زندگی سے آگے نظر نہیں آئے گا، خواہ اس سے آگے ہو، حالانکہ اس سے آگے زندگی ہے۔ انسان کے ادراک سے آگے انسان کے لیے کوئی زندگی نہیں۔

انسان سے انسان باتوں میں راضی نہیں ہوتا، انسان سے صرف اللہ ذکر سے راضی کیسے ہوگا۔ انسان کو عمل سے یہ ثابت کرنا ہے کہ ذکر کے مطابق عمل "زندگی" ہے تو

انسان کو زندگی کی سمجھ آئے گی۔ بغیر عمل کے زندگی کو سمجھنا ناممکن ہے۔ زندگی صالح عمل کا نام ہے۔ جس انسان کو زندگی میں فکر کو دینے کے لیے وقت نہیں وہ "بے فکری زندگی" گزارتا ہے اور وہ زندگی کے مفہوم کو بے فکری کے زاویے سے دیکھے گا۔ جس زاویے سے زندگی کو دیکھو گے اس زاویے سے ویسی ہی نظر آئے گی، جیسے انسان محسوس کرتا ہے۔ زندگی احساسات کا نام ہے۔ ہر احساس ایک "زندگی" ہے اور ہر "زندگی" ایک احساس ہے جسے پانے کے لیے انسان کو کوشش کرنی چاہیے۔ ہر معمولی چیز غیر معمولی ہوتی ہے جسے زندگی کا احساس بناتا ہے۔ اگر احساس نہیں تو زبانی اللہ کا ذکر خالی زندگی کے لیے کبھی فائدہ مند نہیں ہوگا، جب تک اس میں فکر اور عمل کا عنصر نہیں ہوگا۔ فکر اور عمل اصل "زندگی" ہے، زندہ رہنا زندگی نہیں۔ جن میں فکر اور عمل نہیں وہ زندہ ہونے کے باوجود زندہ نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں زندگی کا شعور ہوتا ہے۔ شعور "زندگی" ہے جو ذکر کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں وہ فکر ضروری نہیں سمجھتے حالانکہ زندگی میں ذکر اس لیے ہے کہ فکر تازہ رہے اور عمل جاری رہے۔ فکر تازہ اور عمل جاری "زندگی" ہے۔

جو زندگی کو کچھ نہیں سمجھتے ان کے نزدیک زندگی کچھ نہیں اور جو موت کو کچھ نہیں سمجھتے اس کے نزدیک موت کچھ نہیں۔ جو انسان جتنا زندگی کو سمجھتا ہے اس سے زیادہ موت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ جو موت کی معرفت کو جانتے ہیں وہی زندگی کی معرفت سے آگاہ ہیں۔ جو صحت کے بارے میں جتنا جانتے ہیں وہی جانتے ہیں بیماری کیا ہے؟ جس کا بیماری سے واسطہ ہے وہی جانتے ہیں صحت کتنی بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا ہر انسان کا زندگی کے بارے میں جاننا ایک جیسا نہیں۔ جو میری نظر سے زندگی کو دیکھیں گے ان کو میرے جیسی زندگی نظر آئے گی۔ بس یہی ادب ہے اور یہی زندگی کے بارے میں اعلیٰ سائنس ہے۔

جو مرے ہوئے ہوں ان کو زندہ مت کہو اور جو زندہ ہیں انہیں مرے ہوئے مت سمجھو۔ مرنا موت کا نام نہیں اور زندہ رہنا زندگی کا نام نہیں۔ موت یہ ہے کہ انسان کو

زندگی کا احساس نہ ہے اور زندگی یہ ہے کہ انسان کو موت کی معرفت ہو۔ اصل زندگی اور موت کے درمیان معرفت حد فاصل ہے۔ بس انسان کو اس کی طلب اور تلاش چاہیے۔

کیسا ہے؟ کیوں ہے؟ کیسا ہونا چاہیے؟ کیسا ہوا جائے؟ اس راز کو پانے سے زندگی اور موت کی معرفت کو پایا جا سکتا ہے، جس کے بارے میں انسان نہایت کم فکر کرتا ہے۔ بس زندگی انسان کے ساتھ ہے، اور انسان زندگی کے ساتھ ہے، جیسی گزارے گا ویسی ہو گی۔ زندگی میں ثابت قدم رہنے کے لیے ضروری نہیں کہ آپ سارے ثبوت مہیا کریں بلکہ مدمقابل کو موقع دیں وہ ثابت کرے کہ کہاں تک وہ ثابت قدم اور درست ہے، پھر آپ کی سمجھ میں آ جائے گا ثابت قدمی کیا ہے؟ ہر انسان اپنی ذات تک اپنے آپ کو درست تسلیم کرتا ہے، تصور کرتا ہے مگر اس وقت تک اس امر کا یقین نہیں ہو گا جب تک دوسرا تصدیق نہ کرے۔ دوسرے کی تصدیق ثبوت ہوتا ہے، اس لیے دوسرے سے تصدیق کروائی جاتی ہے۔ ثابت قدمی اور پُر ثبات "زندگی" ہے۔

زندگی انتہائی قلیل ہے کائنات کے مقابلہ میں اور خواہشات انتہائی طویل ہیں کائنات کے مقابلہ میں، انسان اس خلاء بسیط میں زندگی کو جاننے کے لیے انتہائی کوشش کرے بھی تو اتنا ہی اسے معلوم ہو گا جتنی کائنات میں اس کی زندگی ہے۔

کائنات کیا ہے؟ دنیا کے سائنس دان ابھی اندازے لگا رہے ہیں کہ یہ سو ارب کہکشاؤں پر مشتمل ہے۔ ہر کہکشاں کو ۷ سے ضرب دے کر پھر ہزار سے اس کو ضرب دے کر محیط نکالنا ہے۔ انسان کہاں کھڑا ہے خود جائزہ لے اور زندگی کیا ہے؟ خود اس میں اتر کر دیکھے کتنی قلیل ہے اور اس کے نزدیک کتنی اہم ہے۔ اہمیت "زندگی" ہے۔

محیط اہمیت کا پیمانہ ہے، جو جتنا محیط ہو گا اتنا اہم ہو گا۔ زندگی کائنات کے مقابلہ میں جتنی محیط ہے اس کی اتنی اہمیّت ہے۔ انسان خود اندازہ لگائے زندگی کیا ہے؟ کتنی اور کیسی کی خود سمجھ آ جائے گی، جب انسان خواہشات اور مرضی سے نکلے گا۔ انسان اپنی مرضی اور خواہش کو "زندگی" کہتا ہے۔

زندگی کے بارے میں جاننا اس لیے ضروری ہے کہ انسان عمل کے بارے میں فیصلہ کرے، اصل زندگی انسان اور اس کے عمل کے درمیان حد فاصل ہے۔ اگر انسان بے عمل ہے تو زندگی کی کوئی اہمیت نہیں، حیثیت نہیں، حقیقت نہیں۔ بس پھر ایسا انسان آیا اور چلا گیا۔

زندگی انسان کے نزدیک بہت بڑی حقیقت ہے مگر کائنات میں یہ بہت چھوٹی سی حقیقت ہے۔ کائنات چھوٹی چھوٹی حقیقتوں کا ایک بڑا مجموعہ ہے جس کا کوئی محیط نہیں۔ انسان کی ذات اس کی زندگی کی محیط ہے۔ اس سے باہر کوئی زندگی نہیں لہٰذا وہ نہ زندگی کو سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ادراک کی زندگی کو سمجھنے تک رسائی ہے۔ انسان کے نزدیک ایسی ہی زندگی ہے جیسے وہ گزار رہا ہے اور جیسے اس میں سے گزر رہا ہے۔ زندگی لطیف کیفیتوں کا نام ہے، کثیف غلاظتوں کا نام نہیں؟

زندگی ایسے گزارو، احساس ہو کہ آپ زندہ ہیں، زندہ احساس زندگی ہے اور زندہ شعور زندگی ہے۔ جس انسان میں احساس اور شعور نہیں اس کی کوئی زندگی نہیں؟

☆☆

بے سکون عبادت مشقت ہے

جس کام کو کر کے انسان کو نہ سکون ملا ہے نہ مطمئن ہوا ہے اور نہ ہی خوشی کا احساس ہوا ہے وہ نہ عبادت ہے اور نہ کوئی فرض، جس کو پورا کیا ہے۔ بس وہ کوئی کام تھا جو کسی حد تک کر دیا ہے۔ انسان کو ہر کام کرنے کے بعد اس کے ردعمل کو محسوس کرنا لازمی ہے مثلاً اگر آپ پریشان ہیں تو آپ پریشانی کی وجہ کامل تلاش کریں۔ وجہ کو دُور کرنے کے لیے انسان کو وقت قربان کرنا پڑتا ہے، مفاد سے دست بردار ہونا پڑتا ہے، بے آرام ہونا پڑتا ہے، پردیس جانا پڑتا ہے، جلا وطن ہونا پڑتا ہے، اپنی خواہشات کی قربانی دینی پڑتی ہے، پریشانی کو دُور کرنے کے لیے جس آخری عمل سے گزرنا پڑتا ہے وہ معافی اور توبہ کا عمل ہے اور پھر آخری اور کامل حل عبادت ہی ہے، وہ عبادت جس کا کوئی بدل نہ ہو، اس عبادت میں کوئی نہ ہو اور یہ عبادت اس لیے نہ کی جائے کہ اللہ ہمیں بخش دے گا۔ ہم خدا کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ عبادت کے لائق ہے۔ اس کی حمد اس لیے کرتے ہیں کہ وہ حمد کے لائق ہے۔ وہ خالق اس لیے ہے کہ اس نے ہر شے کو بنایا ہے اور بنایا کس سے؟ مٹی سے، سب کچھ مٹی ہے جب کہ ہم گھٹیا اور کم تر بات کرتے ہیں تو مٹی کی بات کرتے ہیں حالانکہ " کھیہ " ہم ہیں اور مٹی قدرت کی اعلیٰ قدر کا نام ہے لہٰذا جو چیز مٹی میں سے پیدا ہو رہی ہے اس کا مطالعہ کریں تو اس سے " کون " ملے گا۔ وہی عبادت ہے۔ ہزاروں رنگ زمین میں ہیں۔ ہمارا رزق زمین میں ہے۔ ہمارا وجود مٹی سے

بنایا گیا ہے۔ ہم مٹی میں دبائے جائیں گے ان پر غور کرنے سے سکون ملے گا، اطمینان ہو گا۔ جب یہ یقین ہو جائے کہ انسان جو کچھ ہے، یہ شہکار ہے، یہ احسن تقویم ہے مگر جب یہ ختم ہو جائے گا اس کو اپنے ہاتھوں سے منوں مٹی کے نیچے خود دفن کر کے آئیں گے لہٰذا ہمیں وہ کام کرنا چاہیے جس سے سکون ہو، اطمینان ہو، حقیقی خوشی ہو، وہ خوشی جس کا ہمارے پاس جواز ہو، جواب ہو، دل خوش کر کے خوشی ہو، دل دکھا کر خوشی نہ ہو، ظلم کر کے سکون نہ ہو، ظلم سے باز رہ کر سکون ہو۔

ہم مصنوعی زندگی میں خوشی اور سکون تلاش کرتے ہیں۔ مصنوعی زندگی میں مصنوعی عبادت ہوتی ہے۔ زندگی کے حقیقی احساس میں ہی اصل حقیقی عبادت ہوتی ہے۔ جس سے سکون اور اطمینان ہے۔ سجدہ کرنے سے پہلے یہ ذہن میں ضرور سوچ لو کہ سجدہ کا جواز تمہارے اندر ہے جس کو سجدہ کر رہے ہو اس کے تمام احکام کی پاسداری کرتے ہو تو سکون ہو گا۔ حکم عدول رہو اور سجدے کرتے جاؤ، وہ حکم پڑھتے جاؤ اور ساتھ ساتھ دوسرے انسانوں کا حق کھاتے جاؤ۔ دوسروں کا دل دکھاتے جاؤ تو وہ سجدے عذاب ہیں، وہ اپنے آپ کو بے جا مصروف رکھنے کا ایک عمل ہے۔ زندگی میں ایک سجدہ کافی ہے جو اس یقین سے کیا جائے کہ اس کے بعد حکم عدولی کا تصور بھی ذہن میں نہ آئے۔ یہ سجدہ کا حق ہے۔ یہ ماننے کی حد ہے۔ یہ یقین کا معیار ہے۔ یہ یقین کا اصول ہے۔ یہ اصول کا رسولؐ ہے سجدہ۔ ہزار سجدے کر لو، ہزار دفعہ حجر اسود کو بوسہ دے لو مگر جب تک حق کی تصدیق نہیں کرتے، حق کا ساتھ نہیں دیتے، حق ادا نہیں کرتے، حق کو مانتے نہیں، حق تسلیم نہیں کرتے، غرور اور تکبر سے باز نہیں آتے، یہ سجدے تمہیں سکون کی دولت سے محروم رکھیں گے۔ ایک بے ریا سجدہ میں یہ دعویٰ پوشیدہ ہے کہ "خدا بندہ سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے"؟ جیسے ایک حاجت مند کسی اعلیٰ ظرف کے پاؤں پہ ہاتھ لگاتا ہے تو اعلیٰ اسے اتنے پیار سے بازوؤں سے پکڑ کر گلے لگاتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ

جاتے ہیں، اندر سے کانپ جاتا ہے، اس کا اندر سے کانپنا عبادت ہے۔ پھر وہ سکون محسوس کرتا ہے۔ وہ لمحہ دُعا کا لمحہ ہے۔ پروردگار مجھ کو معاف فرما، یہ نہیں جانتا میں جانتا ہوں اور میرے سے زیادہ میرے بارے میں تیری ذات اقدس جانتی ہے۔ مجھے معاف فرما دے۔ بس یہ بھی سکون آور عبادت ہے۔ اپنا احتساب ہی اصل عبادت ہے اور اسی میں سکون ہے۔

☆☆

مشورہ دو جس کے مطابق عمل کرتے ہو

ہر انسان کا مشورہ اس کی اپنی سطح کا شعور ہے۔ اس کا شعور اس وقت ترقی کرے گا جب وہ خیال اور سوچ سے نکل کر غور اور فکر میں داخل ہو گا اور اگر اس سے اعلیٰ شعور والا انسان اس کے اندر اپنا شعور ڈالے گا یا اس کے لاشعور میں جو اعلیٰ شعور ہے اس کو باہر نکالے گا تو ایسے عمل کو "مشورہ" کہتے ہیں۔ یہ اس وقت دینا چاہیے جب کوئی مانگے کہ مجھے مشورہ دو۔ خواہ مخواہ اپنے مشورہ کو ضائع کرنا اور دوسرے انسان کو اپنا قیمتی وقت دینا جبکہ وہ نہیں لینا چاہتا، یہ کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

ہمارے موجودہ معاشرہ کی روایات ہیں کہ ہم بلاوجہ اور بغیر مشورہ مانگے مشورہ دیتے ہیں اور ہم مشورہ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے مشورہ سے دوسرے انسان کی اصلاح نہیں ہوتی کیونکہ مشورہ دینے والا خود اس مشورہ کے مطابق عمل نہیں کر رہا ہے لہٰذا ہر وہ مشورہ بے کار ہے جس پر مشورہ دینے والا عمل نہیں کرتا۔

روایات کیا ہیں؟ ہم کسی کی تیمارداری کے لیے جاتے ہیں تو اسے ڈاکٹر کا مشورہ دیتے ہیں اور اس سے آگے دوائی کا مشورہ بھی دیتے ہیں اور ایسی دوائی کا مشورہ دیتے ہیں جس کے نام سے ہم واقف نہ ہیں بلکہ گولی کا رنگ جانتے ہیں اور اسکی پیکنگ کے بارے میں صرف جانتے ہیں، اس پر کس قسم کا رنگ ہے؟ ایسا مشورہ لاشعور دیتا ہے۔ لہٰذا اس طرح کے مشورہ ہمیں وہ لوگ بہت زیادہ دیتے ہیں جو اصولوں کے خلاف زندگی گزارتے ہیں اور اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ دین کے

مطابق زندگی گزارنے کا مشورہ دیتے ہیں اور دین کے مطابق زندگی نہیں گزارتے ہیں۔

یہ جو ہم ماہانہ اور سالانہ جلسوں کا انعقاد کرتے ہیں، کرواتے ہیں، یہ اس لیے کہ ہم وہ اصلاح کریں جو ابھی تک نہ ہوئی ہے اور اس وجہ سے نہ ہوئی ہے کہ ہم جانتے نہ تھے اور ہمیں کسی نے مشورہ ہی نہ دیا تھا۔ جب سارے مشورے ہم سن لیتے ہیں اور عمل نہیں کرتے، اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ مشورہ دینے والا بے عمل ہے۔ وہ صرف یہی سمجھتا ہے کہ مشورہ دینا ثواب ہے جیسے نماز جنازہ میں شامل ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ یہ مشورہ ہے۔ یہ اگر دین ہے تو پھر ہم وہ کام کیوں نہیں کرتے، کہ ہم ثواب، نیکی اور اچھے اعمال اور روّیوں کا مظاہرہ کریں کیونکہ ہمارا بھی اسی طرح جنازہ ہوگا۔ مشورہ تو یہ ہے کہ سب آؤ جنازہ کے لیے دُعا کرو اور دیکھو اسی طرح تمہارے سب کے جنازے یقیناً ہوں گے۔

مشورہ ضرور دو اور ضرور لو یہ ایک عمل کے لیے دو یا دو سے زیادہ افراد کے غوروفکر کا نام ہے۔ ہم مشورہ ہونا ضروری ہے یہ کہ عمل کے اچھے ہونے کی طرف قدم ہے۔ عمل پر تھوڑے یقین کا نام ہے۔ مشورہ دینے والے کو مشیر کہتے ہیں۔ اچھے مشیر، کامیاب انسان کے لیے ضروری ہیں اور ایسے "مشیر" اچھی خاصی رقم لیتے ہیں، جو ختم کا۔ قل کا، صدقہ کا، قربانی کی کھال پر مشورہ دے گا اس کا مشورہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ ایسے مشیروں کے لیے اعلیٰ سطح پر انتظام ہونا چاہیے اور یہ اعلیٰ دینی تعلیم، سائنسی تعلیم، ادبی تعلیم، ہنروفن سے مزین ہوں۔ چند زبانی یادداشتوں والے مشورے درحقیقت مشورے نہیں یہ مشوروں کے ساتھ مذاق ہے۔ اسلام میں اعلیٰ مشوروں کے لیے باقاعدہ سنٹر ہیں۔ شاید مشورہ دینے والے مخلص نہیں وہ صرف اپنی مرضی کا مشورہ دیتے ہیں۔ وہ مشورہ دیتے ہیں کہ جو تمہارے جیسا مسلمان نہیں اسے قتل کر دو، وہ کافر ہے، کیوں؟ وہ بھی تمہارے جیسا کلمہ پڑھتا ہے، تمہارے جیسا سوچتا نہیں، تمہارے جیسا مشورہ نہیں دیتا، تمہارے جیسا عمل نہیں کرتا۔

اگر مشورہ درست اور نیک نیّتی سے دو گے تو عمل بھی ویسا کرنا پڑے گا۔ بغیر عمل اور تجربہ کے مشورہ مت دو اور پھر اسے تو مشورہ بالکل نہ دو جو مانگتا نہیں۔ خواہ تمہاری اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ بار بار مشورہ دینے سے اولاد منحرف ہو جاتی ہے۔ اولاد کو مشورہ دو مگر حکمت سے، دانائی سے، ان تجربات کی روشنی میں جو آپ نے اپنے والدین سے حاصل کیے ہیں۔

اپنی مرضی کو مشورہ مت کہو۔ دنیا سے، دین سے، حاصل شدہ حقائق کی روشنی میں مشورہ دو۔ مشورے فروخت کرنے والوں نے امن و امان کے مسائل پیدا کیے ہیں۔ سپیکر کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ سپیکر کی اونچی آواز انسان صحت کیلئے ٹھیک نہیں۔ مشورہ یہی ہے کہ جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو تو دوسروں کے لیے بھی یہی سوچو اور یہی کرو اور اگر خود مسلمان ہو تو دوسرے اپنے جیسے کلمہ گو مسلمان کو مسلمان سمجھو۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے بڑے مشورے نکال کر معاشرہ میں بے چینی اور امن و امان کا مسئلہ پیدا مت کرو۔ اگر خود مشورے دیتے ہو تو دوسروں کے مشورے ضرور برداشت کرو۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے مشورے اپنے پاس رکھو اور اچھے مشورے تقسیم کرو۔ اچھے جذبے، روّیے، اخلاق، رواداری، میانہ روی، بس یہی اصل اور حقیقی مشورے ہیں۔

اے اہل ایمان! اے وارثان عبادت کدہ! خدا تم پر رحمت کرے۔ وہ مشورے مت دو جو دہشت گردی اور فرقہ واریت کے اسباب ہیں۔ بُرے لوگوں کو اچھے مشورے دو اور اچھے انسانوں سے اچھے مشورہ لو یہ میرا مشورہ ہے۔

☆☆

رونا فطرت کی عبادت ہے

رونا تہذیب انسانیت ہے۔ تہذیب نفس سچی حقیقت ہے۔ رونا انسانی صحت کے لیے لازمی ہے۔ رونا آنکھ اور بصیرت دونوں کے لیے شفا ہے۔ جس کو اس بصیرت سے آگاہی ہو جائے کہ رونے میں کیا راز ہیں؟ وہ اس رونے سے اعلیٰ علم حاصل کرتا ہے۔ غم کی بقا ہے رونا۔ خوشی کی انتہا ہے رونا۔ کہاں کہاں رونا چاہیے؟ اس کے لیے کسی قید کی ضرورت نہیں۔ اپنی مرضی کا رونا سب روتے ہیں۔ رونا وہ اصل رونا ہے جو حق کے لیے رویا جائے۔ اپنی شفاعت کے لیے رویا جائے۔ اپنی نجات کے لیے رویا جائے۔ معافی کے لیے رویا جائے۔ اپنی بقا کے لیے رویا جائے۔ کسی مظلوم کے لیے رویا جائے۔ یہ رونا ظالم کی رسوائی کا اعلان ہے۔ رونا کسی اہم واقعہ کی پہچان ہے۔ رونا زندہ ہونے کا ثبوت ہے۔ جو روتے نہیں نہ جانے وہ کیسے زندہ ہیں؟ ہر کسی کے نزدیک اس کا رونا اس کے نصیب کا ہے مگر کربلا والوں کے لیے رونا انسانیت کا نصیب ہے۔ اعلیٰ فکر کا نصیب ہے۔ نہ جانے جو اس رونے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں وہ خود کیوں نہیں روتے۔ رونا حقیقت کی ترجمانی ہے۔ حقیقت کی نشانی ہے۔ حقیقت کا راز ہے۔ حقیقت کا وقار ہے۔ حقیقت کا شرف ہے، رونے والے کو رونے دو۔ اس کا علاج ہے رونا۔ رونا انسان کو بڑے حادثے سے بچاتا ہے، اپنے رونے پر ماضی سے معافی ہوسکتی ہے۔ رونا معافی کا راستہ ہے۔ توبہ کی راہ ہے۔ توبہ کی ضمانت ہے۔ توبہ کی امانت ہے۔ توبہ کی حفاظت ہے۔ توبہ کا مقام ہے۔ توبہ کا انجام ہے۔ توبہ کی قیمت ہے۔ توبہ کا صلہ ہے۔ توبہ کا فیصلہ ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون بھی ایک رونا ہے۔ کربلا ایک رونا ہے مگر غدیر اس سے بڑا رونا ہے جس کو ہم مسلمان بھول گئے ہیں اور یہ اس بھول کی سزا ہے جو مسلمانوں کو مل رہی ہے۔ یہ پیغمبر کے فرمان کی نفی کے اسباب ہیں۔ یہ تہذیب نفس کی حکم عدولی کے حجاب ہیں۔ یہ تہذیب حاضر کی کارستانی ہے۔ یہ تاریخ کی بددیانتی ہے۔ رونا تو یہ ہے کہ جس کو ظاہر کرنا تھا وہ چھپایا گیا۔ جو شرافت انسانیت کا امین ہے اس پر رونا فرض ہے۔

اے انسان! اگر تو اپنی مغفرت چاہتا ہے۔ نجات چاہتا ہے۔ کامیابی چاہتا ہے تو اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرنے کے لیے کسی معتبر پاکیزہ مقدس ہستی سے اس طرح وابستہ ہو جیسے سچا انسان رُو کر توبہ سے تعلق بنا لیتا ہے۔

رونا عبادت ہے جب عبادت کے لیے ہو۔ عبادت کے طور پر ہو۔ عبادت کی نظر سے ہو۔ عبادت کے حسن کے لیے ہو۔ عبادت کی بقا کے لیے ہو۔ عبادت کی حیا کے لیے ہو۔ عبادت کی قبولیت، عبادت کی افادیت، اہمیّت اور حیثیت کے لیے رویا جائے کہ پروردگار میرا رونا قبول فرما! اور میری عبادت کو قبول فرما! جس میں تیری حمد نے، تیری ثنا نے، تیری حقیقت نے میرا اندر روشن کر دیا ہے۔ مجھے میرے اندر جھانکنے کی ہمت دے، توفیق دے، عطا دے، میرے اندر کیا ہے؟ اور میرے اندر کون رویا ہے؟ بس مجھے یہ شعور دے۔ مجھے اس نے رونے کی توفیق دی ہے جو میرے دل میں رہتا ہے۔ میرے شعور میں قیام پذیر ہے۔ رونا میرے شعور کی زندگی ہے۔ میرے دل کا غبار ہے۔ رونے سے میرے دل کا غبار ہلکا ہو گیا ہے۔ میں تندرست ہو گیا ہوں۔ سچا رونا اصل اور سچی زندگی ہے۔ رونے سے انسان بنتا ہے۔ بندہ بنتا ہے۔ اللہ کا بندہ بنتا ہے۔ رونا انسانیت کے مکمل ہونے کی دلیل ہے۔

رونا انسان ہونے کی دلیل ہے۔ پہچان ہے۔ علامت انسانیت ہے۔ تہذیب مومن ہے، تہذیب نفس ہے رونا۔ رونا شعار زندگی ہے۔ شرافت آدم ہے۔ علامت زندگی ہے۔ زندگی کا آغاز رونا ہے۔ زندگی کا انجام رونا ہے۔ آدم، حوا کے فراق میں روئے اور

حوا، آدم کے فراق میں روئی۔ رونا سنت انبیاء ہے۔

جو انسان زندگی میں کبھی نہیں رویا وہ اپنے آپ کو انسان مت سمجھے۔ رونے کے بعد سجدہ شکر ادا کرنا دراصل اعلیٰ انسان ہونے کی دلیل ہے۔ رونا یہ ہے کہ ہر کوئی رک کر پوچھے کیوں روتے ہو؟ سبب کیا ہے؟ وجہ کیا ہے؟

اگر تم رونے والے کے ساتھ رو نہیں سکتے۔ تمہارا عقیدہ منع کرتا ہے۔ دل نہیں مانتا تو کم از کم اعلیٰ شرافت کے تقاضوں کی تسلی اور تشفی کے لیے رونے والا منہ تو ضرور بناؤ شاید اس سے تیری نجات ہو جائے۔ او خیال سے بندھے ہوئے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم سے فطرت کا حق بھی چھین لیا گیا ہے۔ تجھے تیرے خیال اور سوچ نے اپنے شکنجوں میں کس لیا ہے کہ رُو گے تو تمہیں عذاب ملے گا۔ رونا فطرت کی عبادت ہے۔ فطرت کی شہادت ہے۔ فطرت کا شہکار ہے۔ فطرت کا وقار ہے۔ فطرت کا حق ہے۔ فطرت کا گواہ ہے۔ فطرت کا شاہد ہے۔ فطرت کا واحد ہے جس میں لطف ہے۔ جس میں شفا ہے۔ جس میں بقا ہے۔ جس میں حیا ہے۔ جس میں غم فنا ہوتا ہے۔ تباہ ہوتا ہے۔ نابود ہوتا ہے۔ جس میں غم کا وجود ہوتا ہے۔

رونا شہادت ہے کہ تم کسی کے غم میں شریک ہو۔ یہ غم کا غماز ہے۔ یہ خوف کی نماز ہے۔ یہ اعلیٰ فکر کی زکوٰۃ ہے۔ یہ درد کا آتش فشاں ہے۔ یہ محبت کا جوہر لطیف ہے۔ یہ شب ظلمت کا نغمہ ہے۔ یہ غم کے چشموں کی روانی ہے۔ یہ ساعتوں میں بند صدیاں ہیں۔ یہ فطرت کی عبادت ہے۔ یہ کرب ناک دل کی پُرسکون شام ہے۔ یہ حقیقت اعلیٰ سے آشنائی ہے۔ یہ محبت کی شہنائی ہے۔ یہ درد کا درمان ہے۔ حقیقت کا اعتراف ہے۔ غم کا لباس ہے۔ اعلیٰ فکر کا امین ہے۔ نصیب کا یقین ہے۔ آنکھوں سے بہنے والے "نیر" کا گواہ ہے۔ رونا صرف یہ رونا نہیں کہ آنکھوں سے آنسو آئیں بلکہ رونا وہ بھی رونا ہے جو انسان کو خود نظر نہیں آتا ہے اور نہ ہی دوسرا انسان اس رونے کو پا سکتا ہے۔ رونا دل کی اتھاہ گہرائی سے منسوب ہے۔ رونا حقیقت کا مطلوب ہے۔ رونا حقیقت کا پُر کیف جوہر

ہے۔ رونا سچائی کا قیمتی گوہر ہے۔ رونے سے کبھی آنسو سینے پر گرتے ہیں کبھی سینے میں دفن ہو جاتے ہیں۔ غضب ناک رونا انسان کے اندر کا طوفان ہے۔ انسان کی نامکمل خواہشوں کا ارمان ہے۔ یہ قلب کی زندگی کا راز ہے۔ یہ ید قدرت کا ایک وار ہے جس سے انسانیت حیات نو پاتی ہے۔ یہ نسخہ نایاب ہے جس سے حیات انسانی نشہ پاتی ہے۔ رونا تاریک زندگی میں روشنی ہے۔ یہ حیات اعلیٰ کی ولادت کا دردِ زہ ہے۔ یہ اس صدف کو توڑ دیتا ہے جس میں انسان کا فہم بند ہے۔ یہ اس قوت کو توڑ دیتا ہے جو غرور کی گردن میں خم ہے۔

رونے میں خرد کے اتنے پوشیدہ خزانے ہیں جیسے ایک زمانے میں بہت سے زمانے ہیں۔ رونا تو اس بات کا ہے کہ سب روتے ہیں مگر رونے سے آشنا کوئی، کوئی ہے۔ رونے سے معرفت کے خزانے ملتے ہیں۔ کھوئے ہوئے زمانے ملتے ہیں۔ کھوئے ہوئے لمحے دوبارہ ملتے ہیں۔ یاد آتے ہیں تو رونا آتا ہے جو میری زندگی میں تیزی سے گزر گئے۔

تہذیب نفس کا محافظ ضرور روئے گا خواہ نبی ہو، اپنے نفس کے پیار کے لیے، اپنے بیٹے کی جدائی میں۔ فطرت رونے کو روک نہیں سکتی ہے۔ رونا فطرت کا حسن ہے۔ پیار کا ہنر ہے۔ محبت کا فن ہے۔ محبت کا اعجاز ہے۔ اپنی ذات کی نفی ہے۔ کسی کی ذات میں دخل ہے۔ کسی کی ذات کا احساس ہے۔ دکھ کسی دوسرے کا ہوتا ہے روتا کوئی اور ہے۔ مرتا کوئی ہے روتا دوسرا ہے، دوسرا اس لیے روتا ہے کہ اس پر بھی کوئی دوسرا روئے گا۔ رونے والے نصیب ہوں تو رویا جاتا ہے۔ بدنصیب نہ خود روتا ہے اور نہ اس پر کوئی روتا ہے اور نہ وہ کسی کو رونے دیتا ہے کہ اس کا عقیدہ مجروح نہ ہو جائے بس رونا اس بات کا ہے۔

رونا تو اس بات کا ہے کہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ میں زندگی اس کے اصولوں کے برعکس گزار رہا ہوں، جس کا کلمہ پڑھا ہے۔ جس کا دیا ہوا رزق کھا رہا

ہوں۔ جس کی دی ہوئی عزت سے عزت والا کہلوا رہا ہوں۔ جس کی دی ہوئی صحت سے انجوائے کر رہا ہوں۔ جس کی فطرت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ اس کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ بس میری عاقبت کے لیے میرا دامن خالی ہے۔ سورج نکل چکا ہے میں اندھیرے میں ہوں۔

رونا قسمت کی بات ہے۔ نصیب ہے۔ رونا عنایات ہے۔ رونے والا خوش نصیب ہے۔ آؤ غور کریں یہ رونا کہاں سے آتا ہے؟ جہاں خدا رہتا ہے۔

☆☆

"لوگ" سب ایک جیسے ہوتے ہیں؟

نہ جانے لوگ اصولوں پر سمجھوتہ کر کے زندہ کیوں رہتے ہیں؟ شاہد وہ صرف "لوگ" ہیں، ابھی تک انسانیت کی منزل تک نہیں پہنچے ہیں۔ فاؤل کھیل کر جیت جاتے ہیں اور اس جیت کو اصول پرستی کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کرتے ہیں، ایسے سانس لینے والے زندہ کو "لوگ" کہتے ہیں۔ لوگ بڑے عجیب ہوتے ہیں بلکہ عجیب و غریب ہوتے ہیں، کچھ نہیں ہوتے اور سب کچھ بنتے ہیں لہٰذا اس وجہ سے ان کو "لوگ" کہتے ہیں۔ اقلیت میں ہوں اور وزیر اعلیٰ ہو جائیں اسے اکثریت کہتے ہیں، استحقاق نہ ہو اور کرسی پر بیٹھ جائیں۔ بس پھر ایسے لوگوں میں ایسے "لوگ" ہوتے ہیں جن کو کوئی پرواہ نہ ہو ان کو "لوگ" کہتے ہیں۔ جیسے لوگ کہتے ہیں فلاں فلاں لوگوں نے کہا ہے، ان لوگوں کی "لوگ" آج تک نشاندہی نہ کر سکے ہیں۔ جو "لوگ" کہتے ہیں وہ صرف لوگ ہیں اور لوگوں کی باتیں مت سنیں، مت دھیان دیں اور عمل تو بالکل نہ کریں کیونکہ لوگ پھر ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔ جو ذمہ داری قبول نہ کریں اسے "لوگ" کہتے ہیں، جن لوگوں کی وجہ سے یہ ساری خرابی ہے، امن و امان کو خطرہ، بے راہ روی، انتشار، افراتفری، لوٹ مار، اندھیر نگری، موجودہ ماحول۔ "لوگ" ترقی کر کے انسان نہیں بننا چاہتے جو یہاں "لوگ" رہیں گے وہ اگلے جہان بھی "لوگ" ہی ہوں گے اور جس کا کوئی حساب نہ لیا جائے اسے "لوگ" کہتے ہیں۔ لوگوں کی وجہ سے موجودہ معاشرہ درست نہیں ہو رہا۔

جن لوگوں کی معلومات کا ذریعہ فقط لوگ ہیں، وہ لوگ جو اپنی آنکھوں کے بغیر

دیکھ نہیں سکتے، نہ ہی اپنے کانوں کے علاوہ سنتے ہیں ہم ان لوگوں کی باتوں پر اعتبار کر کے اپنا سکون برباد کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا آج تک سراغ ہی نہیں لگا سکے اور نہ ہی کوشش کی ہے کہ معلوم کریں وہ کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں تا کہ سکون برباد کرنے والوں سے دریافت کریں وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ یا وہ ہوا میں رہتے ہیں اور ہوا ہمیں ان منحوس لوگوں کا پیغام سناتی ہے جن کو اپنی ہوش نہیں، ہم ان لوگوں کی باتوں کو اہمیت کیوں دیتے ہیں جو نہ ہمیں سمجھتے ہیں اور نہ ہی ہم انہیں جانتے ہیں۔ شاید ہم بھی ان جیسے لوگ ہیں اس وجہ سے ہم عذاب میں رہتے ہیں۔

وہ لوگ ہوتے ہیں جو خائن کے حق میں رائے دیتے ہیں۔ جو خائن کی ناقص کارکردگی کو سراہتے ہیں۔ ادنیٰ کو اعلیٰ کے مقابلے میں اعلیٰ جانتے اور مانتے ہیں؟ اور خود ساختہ دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں۔ جو گناہ اور ثواب میں فرق محسوس نہ کرے اس کو "لوگ" کہتے ہیں۔ جو ضمیر کے باغی ہوتے ہیں اور سچی شہادت دینے سے انکاری ہوتے ہیں۔ جھوٹی شہادت کے لیے ہر وقت تیار ہوتے ہیں، انہیں اصلی اور نسلی "لوگ" کہتے ہیں۔

لوگ وہ ہوتے ہیں جو ایک جیسا کلمہ پڑھتے ہیں مگر ایک جیسے لوگ نہیں ہوتے۔ ایک جیسی نماز ایک جیسی مسجد میں پڑھتے ہیں مگر ایک جیسے لوگ نہیں بنتے اور نہ ہی ایک جیسے نمازی بنتے ہیں۔

لوگ وہ ہوتے ہیں جو کرتے کچھ ہیں اور ہوتے کچھ اور ہیں، کچھ نہیں ہوتے اور سب کچھ بنتے ہیں۔ لوگ انہیں کہتے ہیں جو ان لوگوں کی انتظار کرتے ہیں جو لوگ جلسے میں ہمیشہ دیر سے آتے ہیں، لوگ انتظار کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر جلسے میں ہمیشہ جاتے ہیں کیونکہ وہ "لوگ" ہوتے ہیں۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جو بار بار ایک ہی سوراخ سے ڈسے جائیں، جہاں عزت نہ ہو وہاں جائیں، جن میں انسانیت نہ ہو ان سے تعلقات قائم کریں۔ لوگ اسے کہتے ہیں جو بلا مقصد حالت سفر میں رہے۔ لوگ وہ ہوتے

ہیں جو بات میں سے خواہ مخواہ کی بات نکالتے ہیں اور بات بات پر خواہ مخواہ لڑتے ہیں، بات کچھ نہ ہو اور بنالیں ایسے لوگوں کو "لوگ" کہتے ہیں۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کا زندگی میں کوئی حاصل مقصد نہ ہو۔ جو ہر وقت خیال میں رہتے ہیں وہ خیالی لوگ ہوتے ہیں۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جن پر اعتبار، اعتماد کیا جائے اور وہ ٹھیس پہنچائیں۔ رشتوں کی اقدار سے کھیلنے والوں کو "لوگ" کہتے ہیں۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جو فرض سے عاری ہوں، قرض لے لیں اور واپس نہ کریں وہ بالکل "لوگ" ہیں بلکہ لوگوں سے بھی ایک درجہ نیچے۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جو وعدہ کریں اور پاسداری نہ کریں۔ ضد پر قائم رہنے والے اصلی اور نسلی "لوگ" ہوتے ہیں۔ بس لوگوں کی بات نہ کریں اور نہ ہی لوگوں کی باتوں میں آئیں۔ لوگ لوگوں کے یار ہوتے ہیں جب کہ انسان انسانوں کا دوست ہوتا ہے۔ لوگ حج کرنے جاتے ہیں اور واپس آ کر لوگ رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو "حاجی لوگ" کہتے ہیں۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے جیسے لوگوں کا احترام کرتے ہیں مگر انسانوں کے احترام سے عاری ہوتے ہیں۔ وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اپنی اغراض کی تشخیص کے بعد اصولوں سے انحراف کر کے جو معتبر بنتے ہیں انہیں "موقع پرست لوگ" کہتے ہیں۔ لوگ روح کے قاتل ہوتے ہیں، ایسے لوگ ظاہری اعمال میں نیکوکار بھی ہوں تو وہ روح کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کا ضمیر قربان ہو جاتا ہے اور ان کو معلوم ہونے کے باوجود بھی معلوم نہیں ہوتا پھر وہ اقتدار کی کرسی پر مراقبے میں چلے جاتے ہیں۔ لوگ سب سے بڑا جھوٹ کرسی کے لیے بولتے ہیں۔

لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے جیسے لوگوں کا احتساب کرتے ہیں اور سب لوگوں کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ بردار رکھتے ہیں تاکہ ان کو ان جیسے لوگ قتل نہ کر دیں۔ جو قتل ہوتے ہیں ان کو ان جیسے لوگ قتل کرتے ہیں۔

لوگ وہ ہوتے ہیں جو بلاوجہ اپنا وقت لوگوں کو دیتے ہیں اور پھر جب ضرورت پڑتی ہے تو وقت پر لوگ کام نہیں آتے، وقت پر کام نہ آنے والے بھی ویسے ہی لوگ

ہیں۔

لوگ وہ ہوتے ہیں جو بڑے بڑے بینر لگا کر اپنے جیسے لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہین۔ جب کسی شریف انسان کے اردگرد لوگ جمع ہو جائیں تو سمجھ لو کہ اس کی عزت خطرے میں ہے۔ لوگ لوگوں کے کام آتے ہیں جب کہ انسان انسانوں کے کام آتے ہیں۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جو ذہنی طور پر انسانوں سے ڈرتے ہیں مگر اوپر سے رعب جماتے ہیں۔ جن کو کوئی کام نہ ہو مگر بہت مصروف ہوں اور ایک دوسرے کو اطمینان کا فریب دیں ایسے لوگوں کو "فریبی لوگ" کہتے ہیں۔

ہمارے اردگرد انسانوں اور لوگوں کا جھگڑا ہے۔ لوگ لوگوں کے ساتھ لڑتے ہیں مگر پھر راضی ایسے ہوتے ہیں جیسے مردار پر لڑنے والے کتے۔ جب کہ انسان، انسانوں سے لڑتے نہیں۔ انسان، انسان سے پیار کرتا ہے۔ لوگ، لوگوں سے دھوکہ اور فریب کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جھوٹے وعدے کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹ کو سچ کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس سے بڑا آدمی بنا جاتا ہے، یہ لوگوں کا کردار ہے۔

لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے بچوں سے زیادہ دوسرے لوگوں کے بچوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ پیار کرتے ہیں۔ وقت دیتے ہیں۔ لوگوں کے معاشرے میں انسان کا رہنا مشکل ہے جب کہ انسانوں کے معاشرے میں لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کے معدے کا کوئی گیج نہ ہو اور دعوت میں اپنے کپڑوں کے علاوہ دوسرے اپنے جیسے لوگوں کے کپڑے خراب کریں۔ ایک دوسرے کی عزت کا خیال نہ رکھنے والے "اصل لوگ" ہوتے ہیں۔ اپنے حصّے سے زیادہ لینا اور دوسرے کو حصّے سے کم دینا لوگوں کی جبلت ہو تو ایسے لوگوں کا نام حریص ہوتا ہے۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جو ہر وقت اس آس میں ہوتے ہیں کہ کوئی چائے منگوائے اور ہم پئیں حالانکہ چائے کوئی اتنی عمدہ چیز نہ ہے کہ اس کا ہر وقت انتظار کیا جائے مگر ایسے لوگ جو ایسی انتظار میں ہمیشہ سے ہیں۔

اصل لوگ وہ ہیں جو احساس کھو دیں اور پھر یہ بھی توقع رکھیں کہ اس سے مشورہ کیا جائے۔

بہر حال موجودہ معاشرے میں ایسے لوگوں سے مشورہ لینے والے لوگ ہیں جن کی وجہ سے موجودہ معاشرہ قائم و دائم ہے اور پھل پھول رہا ہے۔

لوگو! خدا کے لیے اپنے آپ پر رحم کرو، ہوش میں آؤ، بیدار ہو جاؤ، اپنے اعمال پر، افعال پر نظر ثانی کرو۔ انسانوں کے قافلے میں شامل ہو جاؤ۔ اصلاح کے سفر میں شامل ہو جاؤ۔ اپنے اور اپنے بچوں پر رحم کرو۔ ماضی کو بھول جاؤ، اٹھو اور انسانیت کی منزل کی طرف چل پڑو۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہے۔

بظاہر سارے نقاب پوش لوگ نظر آتے ہیں لیکن نقاب الٹنے پر صاف نظر آ جاتے ہیں کتنے "لوگ" ہیں۔ بظاہر الگ الگ نظر آتے ہیں حقیقت میں ایک جیسے ہوتے ہیں۔ قومی خزانے پر ڈاکہ ڈالنے والے سارے لوگ آپس میں رشتہ دار ہیں کیونکہ سب بیت المال میں حصہ دار ہیں۔ اصلی لوگ وہ ہوتے ہیں جن سے قانون ڈرے۔ صرف "لوگ" وہ ہوتے ہیں اگر پنجاب میں ہوں تو چوہدری، سندھ میں وڈیرہ، بلوچستان میں سردار، سرحد میں خان، بس یہ سب "لوگ" ایک جیسے ہوتے ہیں۔ دُور دُور بھی ہوں تو قریب قریب ہوتے ہیں۔ یہ ایسے "لوگوں" کی صفات میں شامل ہے کہ مفاد اور واردات میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ "لوگ" ایک جیسے ہوتے ہیں مگر ایسے "لوگوں" کے لباس مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی سول کپڑے پہنتا ہے۔ کوئی وردی مگر اندر سے ایک جیسے "لوگ" ہیں۔ مفاد پرست، موقع پرست، خواہش پرست، اقتدار پرست، جواز پرست، ظلم پرست، "لوگ" سارے کے سارے پرست ہوتے ہیں جب کہ انسان، انسان پرست ہوتا ہے۔ بندہ پرور ہوتا ہے۔ "لوگ" سب ایک جیسے ہوتے ہیں خواہ ان کی جنس الگ الگ ہو۔

"لوگ" وہ ہوتے ہیں جو بار بار اپنے جیسے "لوگوں" کا انتخاب کرتے ہیں۔ جب تک انسانوں کا کوئی گروہ پیدا نہیں ہوگا "لوگوں" کے گروہ ایسے ہی قوم کا استحصال کرتے رہیں گے۔ شیطان اکیلا نہیں اس کا گروہ ہے اور اس کے گروہ میں "لوگ"

شامل ہیں۔ بس ہمیں نظر نہیں آتے، ان "لوگوں" کا کوئی وجود نہیں، یہ کردار سے پہچانے جاتے ہیں۔

دُعا کرو انسانیت کی طرف لوگوں کا دھیان ہو اور ایسی انسانیت جس کا لوگوں میں احترام ہو۔ جس معاشرے میں انسانیت کا احترام نہیں وہ "لوگوں" کا معاشرہ ہے جس میں کسی اصول اور اصول پرستی کی ضرورت نہیں ہے۔ بے اصول معاشرہ میں "لوگ" معتبر ہوتے ہیں جب کہ بااصول معاشرہ میں "انسان" معتبر ہوتا ہے۔ انسان کی قدر کم ہو رہی ہے اور بے قدر معاشرہ میں لوگوں کی قدر کی جا رہی ہے اس لیے معاشرہ میں ہر فرد کا اعتبار، اعتماد، اعتقاد اس یقین سے اٹھ گیا ہے کہ کہیں بھی انصاف نہیں، یہ "لوگوں" کی وجہ سے ہے۔ لوگوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے آپ پر رحم کریں اور انسانوں پر بھی رحم کریں۔ ان کی عزت کا خیال کریں۔ جن کو اپنی عزت کا خیال نہ ہو اسے "لوگ" کہتے ہیں۔ انسانیت دم توڑ رہی ہے "لوگ" قہقہے لگا رہے ہیں۔ انسانیت دروازہ بند کر کے اپنی عزت بچانا چاہتی ہے "لوگ" دروازوں کو توڑ کر، دیواریں پھلانگ کر چادر اور چار دیواری کی بے حرمتی کرنا چاہتے ہیں۔ عزت لوٹنا چاہتے ہیں۔ قانون "لوگوں" کا تحفظ کر رہا ہے اور انسانیت غیر محفوظ ہو رہی ہے؟ انصاف دہلیز پر کھڑا ہے اور لوگ دروازہ ہی نہیں کھول رہے۔

بُرے لوگ اپنی پریشانی بُرے فعل سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ اچھے لوگ اپنی پریشانی اچھے عمل سے دور کرتے ہیں اور اس طرح وہ اچھے انسان بنتے ہیں۔ جو لوگ بُرائی کرتے ہیں نہ جانے وہ اپنے خالق اور مالک کے روبرو کیسے ہوتے ہیں۔ بُرائی کے بعد ہر وہ عبادت بُرائی ہے جس کے بعد انسان اچھا نہ ہو۔ لوگوں کو سب کچھ زیب دیتا ہے مگر انسان کو صرف انسانیت زیب دیتی ہے۔ انسانیت یہ ہے کہ طاقت ہوتے ہوئے بُرائی نہ کی جائے۔

ظلم تو یہ ہے لوگو! لوگ اعلیٰ انسان کے مقابلے میں ادنیٰ کو اعلیٰ مان رہے ہیں،

تسلیم کر رہے ہیں بلکہ لوگ اس پر بضد ہیں کہ انسان بھی اس کی تائید کریں، تصدیق کریں۔ بس جب تک ایسے لوگ ہیں انسانیت شرمندہ رہے گی۔ نہ جانے لوگوں کو کون کہتا ہے کہ وہ حق کی طرف پشت کر دیں اور اپنے جیسے لوگوں کو بھی یہی درس دیں۔ اندھے لوگ اندھے راستوں پر چلتے ہیں۔ ادنیٰ لوگ، ادنیٰ لوگوں کی پیروی کرتے ہیں اور ادنیٰ لوگوں کے کردار کو اپنے اندر جنم دیتے ہیں۔

شر پسند لوگوں کے اندر کوئی شر پسند ہوتا ہے، وہی ادنیٰ کردار ہے جو اپنی مکروہ خواہشات کی تکمیل کے لیے اعلیٰ انسان کے مقابلے میں ادنیٰ کو اعلیٰ مان رہا ہے۔ اچھا انسان بُرے لوگوں کے لیے کبھی بھی پریشانی نہیں بناتا جب کہ بُرے لوگ کوئی موقع ضائع نہیں کرتے جب وہ اچھے انسان کے راستے میں رکاوٹ کھڑی نہ کریں اور اسے پریشان نہ کریں۔

لوگ، لوگوں کی طرح ہوتے ہیں، ان میں فرق صرف خارجی مظاہر کا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، بس فریب ہی فریب، کھوٹ ہی کھوٹ، جھوٹ ہی جھوٹ۔ جھوٹے لوگ اگر اقتدار میں بھی ہوں تو جھوٹے ہی ہوں گے۔ لوگ سوچتے ہیں سفر حج سے اور ثواب کو تولنے سے لالچ قناعت میں بدل جائے گا، جرائم خواہ کہیں بھی ہوں درگاہوں میں، درسگاہوں میں، مدرسوں میں، کارخانوں میں، گھروں میں، وہ جرائم ہی رہیں گے، فضائل میں تبدیل نہیں ہوں گے۔ لوگ سمجھتے ہیں حج کرنے سے معافی ہو گئی ہے حالانکہ حج نہ کرنے سے بھی معافی ہو جاتی ہے مگر لوگوں کو معلوم نہیں کیونکہ وہ اپنے جیسے لوگوں سے آگے سوچتے ہی نہیں۔ بس لوگوں کو اس وقت معلوم ہو گا جب روح بیدار ہو گی اور وقت گزر چکا ہو گا۔ جب انسان ہر غلط بات سے نفرت کرے گا۔ ہر حرام شے سے کراہت محسوس کرے گا، ان لوگوں سے بغاوت کرے گا جو حقیقت کے اسرار و رموز کو نہیں سمجھتے۔ پھر معلوم ہو گا یہ کون لوگ ہیں جن کی وجہ سے انسانیت شرمندہ ہے۔ یہ لوگ اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کہ خدا قادر اور قدیر ہے، اول اور آخر ہے، صاحب بصیر ہے۔

لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنی مرضی کیسے کرنی ہے، منوانی ہے۔ بس ایسے لوگ عذاب جھیلتے ہیں اور اپنے جیسے لوگوں کے لیے عذاب پیدا کرتے ہیں۔ خدا ان لوگوں کو ہدایت سے نہیں نوازتا کیونکہ یہ خود ہدایت لینا نہیں چاہتے۔ سب لوگ اپنے اپنے خیال سے بندھے ہوئے ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا خیال دل میں رکھیں گے تو پھر ان کا سفر انسانیت کی طرف ہوگا، کامیابی کی طرف ہوگا۔

نہ جانے "لوگ" کہاں جا رہے ہیں؟ کدھر جا رہے ہیں؟ کہاں سے آئے تھے؟ کون لائے تھے؟ کون لے جائیں گے؟ کب لے جائیں گے؟ یا سب "لوگ" ایک جیسے ہوتے ہیں یا ایک جیسے ہیں سب "لوگ"۔ جو اقتدار میں ہیں جو ان کے حواری ہیں۔

اے لوگو! میں انسان ہوں۔ مجھے امن اور آشتی کی منزل چاہیے، پتہ دو، رستہ بتاؤ، راستہ دو، تم نے سب راستے انسانیت کے، انسان کے، بند کر دیئے ہیں۔ انسانیت کو بند گلی میں دھکیل دیا ہے اسے راستہ دو، نکلنے دو۔ اس کی بے حرمتی مت کرو۔ اسے بے لباس مت کرو۔ اس کی پگڑی مت اچھالو۔ اسے اپنی عزت بچانے کا موقع دو "لوگو"۔

اے دور حاضر کے "لوگو"! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تمہیں پہلے بھی احساس نہیں تھا یا اب احساس کھو چکے ہو یا تم احساس سے عاری پیدا ہوئے تھے یا موجودہ سیٹ اپ نے تمہیں ایسا بنا دیا ہے کہ تم کچھ کرنے کے بعد بھی تمہارا انسانیت کی طرف سفر ادھورا ہے۔ انسانیت کی توہین پر تُلے ہوئے ہو۔

اے لوگو! اگر بیدار ہو چکے ہو تو مبارک ہو۔ اگر ابھی تک سوئے ہوئے ہو تو اللہ تم پر اپنی مہربانی کرے، عنایت کرے، رحم کرے، اٹھو منزل قریب ہے، گاڑی رکنے والی ہے، مسافر اترنے والے ہیں، لوگوں کی بھیڑ سے نکل کر انسانیت کی طرف چل پڑو۔ جب انسانیت قریب آ جائے تو یہی عافیت ہے۔ انسانیت ہی میں احترام ہے۔ انسانیت ہی

واجب الاحترام ہے۔

نہ جانے لوگ ایک دوسرے کے لیے عذاب کیوں ہیں؟ حالانکہ یہ سارے ہم سفر ہیں۔ ایک ہی سواری کے سوار ہیں۔ ایک ہی لائن پر چل رہے ہیں اور پھر ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ تھانہ کچہری آباد کر رہے ہیں۔ یہ لوگوں کے افعال کے اسباب ہیں "لوگ"۔ "لوگ" سمجھ نہیں رہے۔

☆☆

اچھا پڑوسی خدا کی رحمت ہے

میرا پڑوسی میرا نفس ثانی ہے جو اپنے نفس کے ساتھ ساتھ میرے نفس کی آواز سنتا ہے۔ میرے احساسات کو محسوس کرتا ہے گو کہ وہ دیوار کے پیچھے سکونت پذیر ہے۔ بس جب اس کی پہچان ہو جاتی ہے تو سب خود ساختہ دیواریں منہدم ہو جاتی ہیں۔ پڑوسی وہی بہتر نفس ہے جو اپنے جیسی محبت اپنے پڑوسی سے رکھے۔ اچھا پڑوسی رحمت ہے اور یہ خدا کا ظہور ہے۔ پڑوسی وہ خوبصورت آئینہ ہے جس میں میرا عکس ہے کہ میں کیا ہوں؟ کیا میرا پڑوسی میری وجہ سے تکلیف میں تو نہیں؟ آئینہ وہ ہوتا ہے جو آئین کی طرح ہو۔ جس میں غلط عکس کی گنجائش نہ ہو۔ دیواریں ایک ساتھ ہونا پڑوس نہ ہے۔ دل اور روح ایک ساتھ ہوں تو پڑوس ہوتا ہے۔ میں اپنے پڑوسی کو ایک زیرِ لب تبسم سے شکست دے سکتا ہوں۔

پڑوسی سے ایسی محبت رکھو جیسی اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے رکھتا ہے۔ اللہ کا پڑوسی کیوں تنگ ہے؟ کہ اللہ کے گھر پر ناجائز قابض، اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور پڑوسی کے حقوق سے آگاہ نہ ہے یا شعور نہیں رکھتا کہ اس کی وجہ سے اللہ کا پڑوسی رات کو آرام نہیں کر سکتا۔ اللہ کا پڑوسی اس وجہ سے تنگ ہے کہ ایک نہنگ اللہ کے گھر میں گھس گیا ہے اور اس کی لاشعور سوچ کی وجہ سے پڑوسی پریشان ہے اور ایک مکان فروخت کرنا چاہ رہا ہے کیونکہ اس کی جائز مرضی سے بھی اسے محروم رکھا جا رہا ہے۔

پڑوسی تو نوالوں میں بھی حصہ دار ہے۔ پڑوسی وہ ہوتا ہے جو میرے احساس کی پہلی پکار سنتا ہے۔ جو میرے درد کی پہلی آہٹ محسوس کرتا ہے۔ جو میری پہلی صدا پر لبیک

کہتا ہے۔ جو میرے سانس کیساتھ سانس لیتا ہے۔ اگر میرا پڑوسی میری وجہ سے مکان فروخت کر رہا ہے تو میرا جینا بھی کیا جینا ہے؟ میری وجہ سے رات کو سویا نہیں تو میں کیا ہوں؟

میرے وہ سب پڑوسی ہیں جہاں تک میری آواز جاتی ہے۔ جہاں تک میری قوت صوت ہے مگر میں نے تو اپنی قوت صوتی اتنی زیادہ کر دی ہے کہ دُور دُور تک میرے پڑوسی میری غضبناک آواز سے سہمے ہوئے ہیں۔ اللہ کا پڑوسی اگر وہاں پر قابض لوگوں سے تعاون نہیں کرتا یا، اللہ اور اس کے رسولؐ کو اس طرح نہیں مانتا جیسے قابض مانتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو کافر بنا دیتا ہے۔ اس کی دل آزاری کرتا ہے۔ اس کے بچوں کی تعلیم میں خلل ڈالتا ہے۔ اس کو بیماری کے دوران صوتی آلودگی سے آزار پہنچاتا ہے۔ پڑوسی کے حق کی بات کرتا ہے، پڑوسی کی حق والی بات پر غور نہیں کرتا۔ اس کی جائز شکایت پر دھیان نہیں دیتا۔ آدھی رات کو کوئی اللہ کے نام پر پانچ روپے دیتا ہے تو اس کا اعلان لاؤڈ سپیکر پر آدھی رات کو ہی کر دیتا ہے۔ مگر پڑوسی اتنا مجبُور ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ یہ ایک اچھے پڑوسی کے دستور میں شامل ہے یا مجبُور ہے کہ اگر اس نے کوئی بات کہہ دی تو کفر ہو جائے گا۔

پڑوسی میرا نفس ثانی ہے میں اس سے کتنا بھی تنگ ہوں مگر مجھے اس سے پیار کرنا ہے۔ اس کی صدا سُننی ہے۔ اس کی ہر جائز ضروریات کا خیال رکھنا ہے۔ جو اس کے حقوق ہیں وہ پورے کرنے ہیں۔ یہ میں اور تو کے درمیان ایک حقیقت ہے۔ یہ ہم اور تم سے مبرّا ہے۔ ان کے دروازے الگ الگ ہیں۔ ان کے درمیان دیواریں ہیں مگر آواز یہی سنتا ہے یا میرے دل کی آواز میرا پروردگار سنتا ہے۔ اپنے نفس کی خواہشات کا اظہار میں پڑوسی سے کرسکتا ہوں۔ ہم دکھ درد میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں۔ قریب ہوتے ہیں۔ بس پڑوسی کے بڑے حقوق ہیں۔ ان حقوق کو پورا کریں تو معاشرہ کی تمام بُرائیاں ختم ہو جائیں گی۔ پڑوسی کے حقوق کا اسلام میں ایسا کلیہ ہے جو دیگر کسی نسل اور

قوم میں نہیں ہے۔ وہ کتنا بدنصیب معاشرہ ہے، پڑوسی مر گیا ہے، پڑوسی کو خبر ہی نہیں۔ وہ کتنا بدقسمت انسان ہے جس کا کوئی پڑوس نہیں۔

نبیؑ کسی نسل اور انسان کا دشمن نہیں ہوتا۔ وہ انسانیت کی اصلاح کا پیغام لے کر آتا ہے لہٰذا جو اس کا پیغام سنتا ہے اس پر عمل کرتا ہے، وہ ایک دوسرے کا پڑوسی ہے۔ جو دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں وہ اصل پڑوسی ہوتے ہیں۔ جن دلوں میں نفرت ہے، نفاق ہے، فرقہ پرستی ہے، دہشت گردی ہے، وہ کسی کے پڑوسی نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی پڑوسی ہے۔ بس وہ اس نبی کے قول کی نفی ہیں جس نبیؐ نے فرمایا تھا کہ اگر حکم ہوتا تو پڑوسی کو وارث قرار دیتا۔

جس نے پڑوسی کے حق کا حکم دیا ہے وہ رحمت العالمین ہے اس کا فرمان حق ہے۔ اس کے فرمان پر یقین اصل عبادت ہے۔ پڑوسی کا حق تسلیم کرنا، ادا کرنا، یقین ہے۔ جو پڑوسی کا حق ادا کرتے ہیں وہ کبھی تکلیف نہیں اٹھاتے۔ وہ میں اور تو کے مسائل پیدا نہیں کرتے۔ اچھا پڑوسی اعلیٰ سکون ہے۔

یہ سب عبادات پڑوسی کے حقوق کا سبق ہے۔ اگر میں نماز بھی ادا کروں اور میرا پڑوسی مجھ سے تنگ ہے تو یوم حشر نماز کا حساب بعد میں ہو گا پہلے پڑوسی کا حساب دینا ہو گا۔ اگر وہ بھوکا سویا ہے، اگر وہ بغیر دوا کے مر گیا ہے، اگر اس کو میں نے رات کو بلاوجہ سونے نہیں دیا تو یہ میری دولت اور اس میں سے ادا کردہ زکوٰۃ، صدقہ، خیرات اور اس دولت سے کیا گیا حج مجھے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ پڑوسی میرے اعمال پر، افعال پر گواہ ہے۔ اچھا پڑوسی نعمت خداوندی ہے۔ پڑوسی میری پہلی صدا پر آمین کہنے والی ہستی ہے۔ پڑوسی وہ ہے جو کھاتا اپنے گھر سے ہے اور رہتا میرے ساتھ ہے۔ ہر روز مجھے سلام کرتا ہے۔ ہر روز میری خیریت دریافت کرتا ہے۔ بس پڑوسی کی قدر کرو۔ معاشرہ میں تمہاری قدر ہو گی۔ پڑوسی تمہارے روز مرہ کے معمولات پر گواہ ہے۔ پڑوسی اگر غریب ہے تو اس کو اپنی امارت سے مرعوب نہ کرو۔ اس کا تمہارے پاس قیامت کے دن کوئی جواب نہیں

ہو گا۔ یہ اتنا بڑا سوال ہے، کسی کے پاس کوئی جواب نہیں۔

اللہ کے پڑوسی کو اللہ کے نام پر تنگ نہ کرو۔ اللہ کے نام پر اللہ کے پڑوسی کو کافر مت بناؤ۔ اگر وہ تمہارے جیسا مسلمان نہیں بنتا تو کم از کم کلمہ گو تو اسے تسلیم کرو۔ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر، اندر سے تالہ لگا کر اللہ کے پڑوسیوں کی دل آزاری، عبادت نہ ہے، یہ تو پڑوسی کی حق تلفی ہے۔

اچھے پڑوسی کی good will ہوتی ہے۔ مکان کی قیمت علیحدہ ہوتی ہے اور پڑوسی کی قیمت علیحدہ وصول کرتا ہے۔ اگر پڑوسی اچھا نہیں تو مکان کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ اللہ کے گھر پر جو قابض ہے اس کی وجہ سے اللہ کے گھر کا پڑوسی کم قیمت پر اپنا گھر فروخت کر دیتا ہے۔

دنیا میں جس پڑوسی کی وجہ سے آپ عذاب میں ہیں۔ اگلے جہان وہ تمہارا پڑوسی نہیں ہو گا۔ وہ اپنے جیسے پڑوسیوں کے محلّہ میں رہے گا۔ جو یہاں پڑوسی کے لیے عذاب ہے وہ اگلے جہان میں مسلسل عذاب میں رہے گا، اسے ایسا پڑوسی دیا جائے گا۔

اچھا پڑوسی تمہارا نفس ثانی ہے۔ دل کا جانی ہے۔ تمہاری یادداشتوں میں ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تمہاری غیر حاضری میں آپ پر سچّا گواہ ہے۔ تمہاری عزت کا شاہد ہے۔ تمہاری حیا کا، قدر کا پاسدار ہے۔ تمہاری غیر حاضری میں تمہارے بچوں کا نگہبان ہے۔

یہ نماز پنجگانہ سارے پڑوسیوں کی ملاقات ہے۔ یہ مسائل کا حل ہے۔ سارے پڑوسیوں کو آواز دے کر فلاح کے لیے بلایا جاتا ہے۔ مسجد میں فلاح کا سبق دہرایا جاتا ہے۔ یاد کرایا جاتا ہے۔ تاکید کی جاتی ہے۔ یقین دلایا جاتا ہے۔ مگر پھر پڑوسی، پڑوسی کی غیبت کر رہا ہے، زیادہ منافع لے رہا ہے۔ ایک دوسرے سے جھوٹ بول رہا ہے۔ دھوکا کا ارتکاب کر رہا ہے اور جس کی امامت میں نماز پنجگانہ ادا کی ہے وہ بھی وہی کر رہا ہے جو سب پڑوسی ایک دوسرے کے ساتھ کر رہے ہیں۔ نہ پڑھنے والوں پر اثر ہو رہا ہے اور نہ پڑھانے والا کوئی اثر لے رہا ہے۔

سب پڑوسی ۳۰ دن ایک وقت پر کھانا کھانے کا بندوبست اور اہتمام کرتے ہیں، عہد کرتے ہیں، اقرار کرتے ہیں۔ مگر سب پڑوسی ایک جیسے فعل کے بعد ایک جیسا عمل نہیں کرتے حالانکہ سب پڑوسیوں کو ایک جیسا کرنا چاہیے۔ ایک جیسا ہونا چاہیے تب ایک دوسرے کے مخلص پڑوسی مانے جائیں گے، تصور ہوں گے اور یقیناً ہوں گے۔

یہ سب پڑوسی جو ایک جیسا کلمہ پڑھ کر۔ ایک جیسا ورد **لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ** کا اقرار کر کے، ایک پیش امام کے پیچھے نماز ادا کر کے، عہد کر کے آتے ہیں تو یہاں آ کر ایک جیسے حاجی نہیں رہتے حالانکہ سب حاجی بن کر آئے ہیں بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ شاید یہ سچے اور کھرے پڑوسی نہ ہیں۔ یہ کلمہ گو پڑوسی ہیں مگر اپنی مرضی کا پڑھتے ہیں اور اپنی مرضی سے اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ سب پڑوسی ایک جیسی خیرات دیتے ہیں۔ ایک جیسی زکوٰۃ دیتے ہیں مگر دیتے اپنی مرضی سے ہیں۔ اللہ کے حکم کے مطابق نہیں، اللہ کے طریقہ کے مطابق نہیں، اس وجہ سے میرا پڑوسی غریب ہے اور میں امیر ہوں۔ میں پڑوسی کا حق ادا نہیں کر رہا۔ میری کوٹھی کے ساتھ خالی کسی دوسرے کے پلاٹ میں جھگی لگانا چاہتا ہے دو چار دن کے لیے مگر میں لگانے نہیں دیتا کہ وہ چند دن میرا پڑوسی رہا تو میری کوٹھی کی خوبصورتی میں فرق آئے گا۔ مجھے کوفت ہو گی حالانکہ ایک دن یہ جگی والا اس کا مستقل پڑوسی بن جائے گا اور کوئی اس کو روک بھی نہیں سکے گا۔

وہ کون ہے جو پڑوسی، پڑوسی کے درمیان نفرت پیدا کر رہا ہے؟ جو پڑوسی، پڑوسی کے درمیان فتویٰ جاری کر رہا ہے کہ پڑوسی، پڑوسی کو قتل کر دے تو سیدھا جنت میں جائے گا۔ جو پڑوسی کی دل آزاری اس وجہ سے کرے کہ اس جیسا مسلمان نہیں، اس جیسے کام نہیں کرتا، اس جیسی پگڑی نہیں پہنتا، اس جیسی حرکات نہیں کرتا جب کہ ہر پڑوسی کے گھر میں ایک جیسی کتاب موجود ہے، ایک جیسا کلمہ پڑھتا ہے۔

نفرت باز، انتشار پسند، تخریب کار، فرقہ پرست، رشوت خور، منافع خور، سود خور،

جھوٹے، کمینے، گھٹیا، مفاد پرست، موقع پرست، انا پرست، بدکماش، بدمعاش، بدکردار، یہ کسی کے پڑوسی نہیں، یہ سب اپنے اپنے کرداروں کے پڑوسی ہیں۔

بس جس نے کلمہ پڑھ لیا ہے وہ سب ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں خواہ کتنے ہی دُور ہوں؟ وہ قریب ہیں۔ ایک نبی ہی ان کی شفاعت کا ضامن ہے۔ ایک ہی جنت ہو گی جہاں رہیں گے۔ جو یہاں اچھے پڑوسی ہیں وہ اگلے جہاں بھی پڑوسی بنائے جائیں گے۔ یہ ان کا استحقاق ہے۔ جو ایک جگہ سے ہجرت کرتے ہیں وہ دوسری جگہ اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ ان کے اکٹھے رہنے کا انتظام کیا جائے گا۔ بس پڑوسی کا خیال رکھو۔

پڑوسی کو تنگ کرنے والوں کو اگلے جہاں میں تنگ کرنے والا پڑوسی نصیب ہو گا۔ پڑوسی کے حقوق کی پاسداری کا خیال رکھو۔ اس کے کام آؤ۔ اس کی جائز ضروریات پوری کرو۔ اس کا مکمل احساس رکھو۔ اللہ تم پر رحمت نازل کرے گا۔

☆☆

عالم اور جاہل

جاہل آدمی سے بات کرتے ہو تو خود کو جاہل ظاہر کر کے کرو۔ اگر عالم بن کر کرو گے تو جاہل کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ عالم اپنی ذات میں عالم ہوتا ہے اور جاہل اپنی ذات کا عالم۔

ہر انسان حقیقت ہے مگر ہر انسان میں حقیقت نہیں۔ اس کو دین کی ضرورت ہے کیونکہ دین ایک حقیقت ہے اور ہر حقیقت دین ہے۔ اس حقیقت کو صرف وہ پا سکتا ہے جو دین دار ہے، جو دین میں راسخ ہو چکا ہے اور دین اس میں راسخ ہے۔ جو اللہ کو اللہ اور موت کو موت جانتا ہے۔ جو زندگی کے مفہوم کے بارے میں نہیں جانتا کہ زندگی کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ اور جو نہ اللہ کے بارے میں جانتا ہے اور نہ ہی موت کے بارے میں، بس وہی جاہل ہے اور ایسے سارے عالم جاہل ہیں جو اس سے نا آشنا ہیں۔

اگر یہ معلوم ہو زندگی کیا ہے اور کیوں ہے؟ تو سارے عالم دین دار ہوتے، اگر وہ زندگی کی حقیقت سے آشنا ہوتے، عالم صرف وہ ہے جو زندگی کے بارے میں جانتا ہے۔ اس کی حقیقت اور ہے جو ہم حقیقت جانتے ہیں وہ اور ہے۔ ہمارے نزدیک حقیقت وہ ہے جو ہمارے دماغ میں، سوچ میں بنتی ہے۔ درحقیقت وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک حقیقت ہے اور ایسی حقیقت کو صرف وہ انسان پا سکتا ہے جس کو پروردگار فکر آئمہ عطا کرتا ہے۔ اصل میں عالم وہ ہے جس کی فکر آئمہ ہو یا آئمہ فکر میں ہو یا فکر میں آئمہ ہوں یا آئمہ کے لیے فکر ہو۔

دنیا کے بارے میں یا اشیاء کے بارے میں ہماری سمجھ ہماری اپنی تخلیق کردہ ہے جو ہم حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اور اپنے دماغ میں جو زائچے بناتے ہیں اس کو حقیقت مان لیتے ہیں، رات کے اندھیرے میں جس چیز سے ہم ڈر جاتے ہیں ہم اس کو ڈرانے والی کوئی شے سمجھتے ہیں، لہٰذا ڈرتے ہیں، حقیقت یہ ہے ایسا ڈر ہمارے اندر ہے جس کو ہم نے حقیقت سمجھ لیا ہے اگر دن کی روشنی میں بھی ہم ایسے ڈرتے رہے اور ایسے ردعمل کو حقیقت سمجھتے رہے تو ڈر کر زندگی گزار دیں گے۔ کیا ایسی زندگی انسان کو کوئی معرفت عطا کر سکتی ہے؟ جو زندگی انسان کو معرفت عطا نہیں کرتی وہ کوئی زندگی نہ ہے لہٰذا جو موجودہ انسان زندگی گزار رہا ہے اسے حقیقت زندگی سے آگاہی حاصل نہیں ہو گی۔

جو انسان زندگی کی حقیقت سے آگاہ نہیں وہ نہ اللہ کو مانتا ہے اور نہ ہی اس کا موت پر یقین ہے، موت پر یقین ہی دراصل اللہ کو ماننے کا اقرار ہے اور یہی اصل زندگی ہے۔ عالم اور جاہل برابر ہوتے ہیں جو زندگی کے مفہوم کو ایک جیسا لیتے ہیں۔ جس کی نظر دھوکا نہیں کھاتی وہ عالم ہے اور جو دھوکا کھا جائے وہ جاہل۔ جو دور چمکتی ہوئی ریت کو اس لیے پانی سمجھے کہ وہ پیاسا ہے وہ جاہل ہے، یعنی اپنی خواہشات کے مطابق کسی شے کو جاننا جاہلیت ہے اور حقیقت کو جاننا علم ہے۔ جو حقیقت کو جانتے ہوئے اس پر عمل نہیں کرتے وہ جاہل مرکب ہیں۔ موجودہ دور میں ہر عالم اپنی حقیقت کا اندازہ اس زاویے سے لگائے وہ کتنا عالم ہے اور جاہل کو اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جاہل اگر اندازہ لگانا شروع کر دے تو وہ جاہل نہیں رہے گا۔ اندازہ لگانے سے فکر حرکت میں آتی ہے اور جب فکر حرکت میں آئے تو وہ مقصد تلاش کرتی ہے، جب مقصد کا شعور اجاگر ہو جائے تو یہی اصل زندگی ہے۔

عالم اور جاہل اگر دونوں خواہشات کی ایک جیسی پیروی کرتے ہیں تو دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اگر دونوں مادے کو حقیقت سمجھتے ہیں اور دونوں مادی دنیا کی ایک جیسی پیروی کرتے ہیں، ان کی زندگی میں مادی دنیا کا ایک ہی معیار ہے تو یا دونوں عالم ہیں یا

دونوں جاہل۔ جب کہ مادہ کی کوئی کامل حقیقت نہیں۔

عالم وہ ہے جو کامل حقیقت کو مانتا، جانتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جاہل وہ ہے جو مادہ کی ظاہری حقیقت کو کامل حقیقت جانتا ہے اس لیے جو بات اس کے ذہن میں موجود ہے وہی حقیقت ہے لہٰذا یہ امر لازم ہوا کہ جاہل وہ ہے جو اپنے آپ کو حقیقت کے جانتے ہوئے بھی تبدیل نہ کرے اور اگر ایک عالم حقیقت کو جانتے ہوئے اپنے آپ کو تبدیل نہ کرے تو ایسے عالم کو جاہل مرکب کہتے ہیں۔

حقیقت کیا ہے؟ جس کو ہمارے حواس خمسہ تبدیل نہ کرسکیں یا ان میں تبدیل کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو اسے حقیقت کہتے ہیں۔ موت حقیقت ہے۔ زندگی حقیقت ہے کہ یہ عارضی ہے، موت حقیقت ہے کہ یہ لازمی ہے۔ لہٰذا جس عقیدہ میں ہماری سوچوں کو تبدیل کرنے کی صلاحیت نہیں وہ عقیدہ حقیقت نہیں لہٰذا جو عقیدہ حقیقت نہ ہو اس کے پیروکار حقیقت پسند کبھی نہیں ہوں گے۔ دو میں سے ایک غلط ہے یا عقیدہ غلط ہے یا اس کے ماننے والے غلط ہیں ورنہ انسان، انسان ہوتا اور انسانیت میں رہتا۔

حقیقی عالم وہ ہے جو علم کی حقیقت کو جانتا ہے ورنہ کچھ تعلیم یافتہ ہیں اور باقی جاہل ہیں، علم والا انسان ہدایت یافتہ ہے اگر انسان ہدایت یافتہ نہیں تو وہ عالم تو عالم ہے مگر وہ جاہل سے بھی نیچے درجہ کا عالم ہے۔ عالم کسی کا دل نہیں دکھاتا، کسی پر تنقید نہیں کرتا، کسی کو نفرت کا سبق نہیں پڑھاتا، کسی کے عقیدہ کو برا نہیں کہتا، صرف اپنے عقیدہ کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اگر انسان، زندگی کافرانہ طرز پر گزارے اور صلہ مسلمانوں جیسا طلب کرے یہ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی خدا ایسے انسان کی مدد کرتا ہے، نہ ہدایت دیتا ہے، خدا انسان کے انتخاب میں کبھی دخل انداز نہیں ہوتا خواہ جاہل ہے یا عالم۔ عالم کو اپنے عمل پر فکر کرنی ہے اسے جاہل کو ہدایت دینے کی ضرورت نہیں، اللہ جب اس پر کرم کرے گا تو وہ جاہل نہیں رہے گا اور جب اللہ کرم نہ کرے تو عالم، عالم نہیں رہتا پھر وہ دہشت گرد بن جاتا ہے، پھر وہ فرقہ واریت کا پرچار کرنے والا بن جاتا

ہے۔ جب انسان اندھا ہو جائے، بصیرت سے محروم ہو جائے تو وہ کسی زمرہ میں نہیں آتا، نہ وہ جاہل رہتا ہے اور عالم بننے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے حیوان کے زمرہ میں شمار کرتا ہے بلکہ حیوان سے بھی بدتر وہ اس لیے کہ حیوان اپنی ضرورت سے زیادہ نہ جمع کرتا ہے اور نہ ہی فکر کرتا ہے پھر وہ انسان کا محتاج ہے۔ لہٰذا جو انسان، انسان کا محتاج ہے وہ حیوان ہے۔ انسان آزادی اور آرزو میں آزاد ہے یہی انسان اور حیوان میں فرق ہے یہی عالم اور جاہل میں امتیاز ہے، جو اپنی خواہشات کا قیدی ہے جس کی آرزوؤں نے اسے زیر بار رکھا ہے وہ عالم ہو یا جاہل کوئی فرق نہیں۔ انسان وہی انسان ہے جس کے اندر مقدس اور پاکیزہ جذبہ ہو کہ اللہ تعالیٰ رحمت العالمین ہے، رزق دیتا ہے، عزت دیتا ہے، ضروریات پوری کرتا ہے، سکون دیتا ہے، اطمینان عطا کرتا ہے، بس جس انسان کا ایمان اس حد تک ہے وہ جاہل نہیں اور نہ ہی وہ عالم ہے جو ذہن میں رکھے کہ جلسے سے جلوس تک اگر مجھے فیس کم ملی تو میں ضرورت سے زیادہ ضروریات والی جس کی آخری خواہشات کیسے پوری کروں گا؟

علم انسان کی فلاح، اصلاح اور کامیابی کے لیے ہے۔ اگر یہ نصیب نہیں تو کوئی علم، علم نہیں اور نہ ہی ایسے علم والے کو سکون نصیب ہوگا اور نہ ہی وہ عالم ہے۔ عالم جو ہمیں دکھانا چاہتا ہے وہ خود نہیں دیکھ رہا اس لیے اس کا علم انسان پر بے اثر ہے، کیونکہ انسان کی آنکھیں اس کو وہی دکھائیں گی جو انسان دیکھنا چاہتا ہے اور انسان کے کان انسان کو وہی سنائیں گے جو وہ سننا چاہتا ہے جو چیز بظاہر جیسی نظر آتی ہے ویسی ہوتی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کامل حقیقت کو دیکھنے کے لیے کامل انسان کی ضرورت ہے۔ جب انسان کو اعلیٰ علم کا ادراک ہوگا تو وہ، وہ نہیں کرے گا جو اس اعلیٰ علم کے خلاف ہے ورنہ وہ عالم نہیں رہے گا، جاہل اس وجہ سے جاہل ہے کہ وہ اپنے ادراک سے آگے نہیں جا سکتا۔ جاہل عالم ہو سکتا ہے اور عالم جاہل ہو سکتا ہے مگر علم اور جاہلیت اپنی ہیئت نہیں بدل سکتے۔

لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ عالم اور جاہل اکٹھے رہ سکتے ہیں مگر علم اور جاہلیت اکٹھی نہیں رہ

سکتیں لہٰذا جو حقیقی عالم ہے اس میں جاہلیت نہیں لہٰذا وہ ویسا نہیں ہو سکتا جیسا ایک عام انسان ہے۔ عام انسان اور خاص انسان میں فرق ہے، نبیؐ میں اور عام انسان میں فرق حقیقی، امام اور اصلی امام میں فرق، یہ علٰیحدہ بحث ہے کہ حقیقی کون ہے اور اصلی کون ہے؟ میری ساری تحریر کا لب لباب یہ ہے کہ نہ ہم نبیؐ جیسے ہیں اور نہ ہی نبیؐ ہم جیسا، وہ عالم ہے اور ہم جاہل۔ بحث جس کا کوئی نتیجہ نہ ہو وہ سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں ہوتی، مسلمانوں کے زوال کا سبب بے مقصد اور فضول بحث ہے، بے عمل بحث کا نام زوال ہے۔

☆☆

عروج و زوال

ذات آشنا انسان اصول پرست ہوتا ہے۔ جس کی اپنی ذات سے آشنائی نہیں اس کو کتنا عروج مل جائے وہ اس کے لیے زوال ہے مگر وہ ایسے زوال کو عروج سمجھتا ہے اور کہتا ہے۔ خدا پرست کے نزدیک عروج اس کی ذات کی معرفت ہے، خدا پرستی یہی ہے کہ انسان ہر وقت خوف خدا میں رہے اور ہر سوال کا جواب اپنے اندر تلاش کر کے ہر فعل کا جائزہ اپنے اندر لے، ہر قول کی پاسداری کرے، اپنے ادا کردہ لفظوں پر پہرہ دے، ہر بات کا جواب اپنے زندہ شعور سے طلب کرے، اپنی ہر سوچ اور خیال کا جواب اپنے نفس سے لے کہ وہ ایسا کیوں ہے؟ بس یہی ذات آشنائی ہے، یہی خود آگاہی ہے، یہی عروج ہے، یہی معتبری ہے، یہی خدا پرستی ہے، یہی خودی ہے یہی حقیقی انسانیت ہے، یہی اصل زندگی ہے، یہی حقیقی عبادت ہے، یہی مقصد حیات ہے، سب کچھ یہی ہے کہ انسان کو معلوم ہو وہ کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ یہ خود شناسی ہے، خدا شناسی ہے، معرفت الٰہی ہے۔

عروج اور زوال کا فرق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے انسان زوال پذیر ہے وہ اپنی انا کی تسکین کو عروج کہتا ہے، وہ حق کو، سچائی کو شکست دے کر، جھوٹ کو سچ پر فوقیت دے کر جس مقصد کو حاصل کر رہا ہے، اسے عروج کہتا ہے جب کہ اصل میں یہی حقیقی زوال ہے جس کی انسان کو سمجھ نہیں آ رہی اور بار بار وہ ناکام زندگی کو کامیاب سمجھ رہا ہے۔

ذات کی آشنائی یہی ہے کہ انسان حق بات پر قربان ہو کر حقیقی زندگی پا لے اور اصل

زندگی ذات کی معرفت ہے۔ انسان جھوٹ کیوں بولتا ہے؟ انسان خود ساختہ عروج کو عزت کیوں سمجھتا ہے؟ انسان کو زوال کیوں آتا ہے؟ انسان تذبذب کا شکار کیوں ہے؟ انسانیت سے پیار کیوں نہیں کرتا؟ بلا وجہ نفرت کیوں کرتا ہے؟ جبکہ پیار کسی وجہ سے کرتا ہے۔ اس کو اپنی ذات کی حقیقت کا معلوم نہیں، اپنی ذات کے علاوہ دوسروں کی ذات پر زیادہ نظر رکھتا ہے۔

ذات آشنا وہ ہے جس کو یقین ہے کہ جو زندگی دینے والا ہے وہ موت دے گا، رزق دے گا، عزت دے گا، عروج دے گا۔

ذات آشنا وہ ہے جسے یقین ہے کہ اعلیٰ سوچ دینے والا انسان کے ہر فعل سے واقف ہے، جانتا ہے، دیکھ رہا ہے، مگر انتقام نہیں لیتا، توبہ کا موقع دیتا ہے، معافی کا وقت دیتا ہے، توفیق دیتا ہے، درگزر کرتا ہے، چشم پوشی کرتا ہے، ہمارے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے، ہماری عیب پوشی کرتا ہے، لوگوں کے سامنے ذلیل ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔

اے انسان! جب تک تم اپنی ذات میں خود منصف نہیں ہو گے، انصاف نہیں کرو گے، عدل کا ترازو ہاتھ میں نہیں لو گے، اپنی سوچ اور خیال میں خود اپنا احتساب نہیں کرو گے تو عروج کو زوال سمجھو، اپنی ذات سے آشنا انسان لازوال ہے، یہی اصل عروج ہے، یہی حقیقت زندگی ہے، یہی حقیقی زندگی ہے، یہی معرفت الٰہی ہے، یہی خود آشنائی ہے۔ باقی دنیا ایک تماشا ہے اور ہر انسان اس میں ایک تماشائی ہے، جس کو اپنی ذات کی معرفت نہیں وہ سب کچھ ہونے کے باوجود کچھ نہیں خواہ وہ لوگوں کی نظر میں بہت بڑا آدمی ہے۔

بس خدا سے، اپنے خالق سے، اپنے کردگار سے دُعا کرو تمہیں خود آگاہی سے نواز دے، ذات کی معرفت عطا کرے، آشنا کرے، یہی عروج ہے اس کے علاوہ سب کا سب زوال ہے خواہ تم دنیا پر حکمرانی کرو، اصل عروج دلوں پر حکمرانی ہے۔

اسمِ اعظم

ہر انسان کو ایک اسم اعظم کی ضرورت ہے اور ہر انسان کے اندر ایک اسم اعظم ہے۔ انسان یہ چاہتا ہے کہ ہر ایک کے پاس ایک اسم اعظم ہو جو اس کے تمام مسائل حل کر دے جبکہ ہر انسان کے اندر اس کا اسم اعظم اپنا ہے۔ وہ اسم اعظم ہے جو انسان کو اعلیٰ نیند عطا کرتا ہے، زندگی پُرسکون کرتا ہے ہر انسان کے اندر اس کی حیثیت کا اسم اعظم ہے۔

جو انسان خدا کو حقیقت مانتا ہے اس کے اندر خدا اسم اعظم ہے۔ جو انسان رسولؐ کو حقیقت مانتا ہے اس کے اندر حقیقی رسولؐ کا اسم، اسم اعظم ہے۔

جس انسان کا ایمان ہے اللہ توبہ قبول کرتا ہے اس کے اندر استغفار اسم اعظم ہے، سبحان اللہ اسم اعظم ہے، محمدؐ اور اللہ اسم اعظم ہے۔ جو کسی عقیدت والے کے ساتھ وابستہ ہے وہ اس عقیدت کو اسم اعظم مانتا ہے۔ جو انسان بے سکون ہے، بے یقینی کی زندگی گزارتا ہے، پریشانی کی وجہ سے سوتا نہیں، دولت کے ہوتے ہوئے غریبوں جیسی زندگی گزارتا ہے، عبادت کے باوجود بے عبادت زندگی گزارتا ہے اسے کسی اسم اعظم کی ضرورت نہیں۔ محبت اسم اعظم ہے، عشق حقیقی اسم اعظم ہے، اپنی ذات سے آشنائی اسم اعظم ہے۔ فطرت سے آشنائی اسم اعظم ہے اور موت نہایت کمال اسم اعظم ہے جسے بار بار یاد کرنے سے انسان کبھی پریشان نہیں ہوگا یہ قناعت کی بنیاد عظیم ہے۔ اصل یہی اسم اعظم ہے۔

موت معرفت کا وہ خزانہ ہے جس میں تمام اسمائے اعظم کے سارے خزانے ہیں اس میں رازِ ہستی و نیستی ہے جو انسان اس کا راز پا لیتا ہے اس کے اندر سے خوف جاتا

رہتا ہے، دماغ سے بوجھ اتر جاتا ہے۔ یہ وہ اسم اعظم ہے جس سے بے نیازی عطا ہوتی ہے، جس سے چین نصیب ہوتا ہے، جس سے توکل اور تقویٰ کی دولت ملتی ہے، جس سے انسانیت حیات نو پاتی ہے جس کے اسم سے دہر میں روشنی ہے۔ موت انسان کی آنکھیں کھول دیتی ہے اور کھلی آنکھوں میں بصیرت آ جاتی ہے، بہرے کانوں میں سماعتیں لوٹ آتی ہیں، زندگی کے بعد اور زندگی کے اندر موت سے بڑا کوئی اسم اعظم نہیں۔

اہل صوف اور خود ساختہ عالم تمام اسم اعظم کے بارے میں بتاتے ہیں مگر موت کے علاوہ، کیونکہ موت اور زندگی کی معرفت کو اپنے معیار پر لیتے ہیں، چھوٹے لوگوں کو چند چھوٹے لوگ۔ جب بڑے نظر آنے لگیں تو سمجھ لو درمیان میں کچھ ہو گیا ہے یا ہونے والا ہے بس پھر شیطان ہمیں بتاتا ہے کہ چھوٹے لوگوں میں کوئی بڑا موجود ہے پھر ایمان پرستوں کی جیبیں کٹ جاتی ہیں، یہ اسم اعظم سے لاعلمی کی وجہ ہے۔

☆☆

لوگ اور کتے

کتے کی زبان تریاق ہے۔ اس کی زبان اتنی زہریلی ہوتی ہے کہ ہر قسم کے جراثیم کا خاتمہ کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ کتا ہمیشہ ایسے زخم سے مرے گا جو اس کی زبان کی پہنچ سے باہر ہے۔

"انسان" کی زبان تریاق ہے مگر "لوگوں" کی زبان اتنی زہریلی ہے کہ ہر قسم کے رشتہ کا خاتمہ کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ "لوگ" زندگی بھر زخم چاٹتے ہیں جو ان کی زبان لگاتی ہے۔

"لوگوں" کو چاہیے زبان کھولنے سے پہلے یہ جائزہ لے لیں کہ ذائقہ زہریلا تو نہیں تا کہ زخم لگانے اور چاٹنے کے درمیان فرق محسوس کر لیں جس سے زندگی آسان ہو جاتی ہے اور کتے والی صفات سے محفوظ ہو جاتا ہے جو سب سے زیادہ انسان میں پائی جاتی ہیں۔

"کافی" اور "کتوں" کا شوق بڑے لوگوں کو ہوتا ہے۔ جب کافی اور کتے جمع کر لیتے ہیں اس وقت کتے باہر نکال نہیں دیتے بلکہ کافی اور کتے جمع کر لیتے ہیں تا کہ کافی خود استعمال کریں اور کتے دوسروں کے استعمال کے لیے رکھیں۔ "کتے"، "کتوں" کے لیے ہونے چاہیں مگر اس وقت دکھ ہوتا ہے جب کافی کتے انسانیت کو کاٹتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب "انسان"، "لوگوں" سے پرہیز نہیں کرتے اور "لوگوں" جیسی حرکات کرتے ہیں جن میں کتوں جیسی صفات ہوتی ہیں۔ جو اپنی دُم سے گفتگو کرتے ہیں اور منہ سے کاٹتے ہیں۔ جو اپنے رکھوالوں کے پاؤں چاٹتے ہیں اور ان جیسے جو نہیں ہوتے ان کو بھونکتے ہیں۔

کتا بڑا اصول پرست ہوتا ہے جو ہم جنس اس سے ڈر کر اپنی دُم کی زبان سے اور منہ میں دانتوں سے ڈر کا اظہار کرتا ہے تو کتے کے درمیان اصول پرستی آڑے آ جاتی ہے مگر لوگ جن میں کتے والی حرکات موجود ہیں مگر کتے والی صفات نہیں رکھتے اور کتے سے بدتر عملی مظاہرہ کرتے ہیں، جو ڈر جاتا ہے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور جو ڈراتا ہے اس کے پیچھے جاتے نہیں؟ لوگ جب لوگ نہیں رہیں گے تو پھر کتوں کو کیا پڑی ہے کہ وہ کتے رہیں مگر خدا نے کتے ہی کو کتا بنایا ہے۔ انسان کو انسان بنایا ہے لہٰذا انسان کو انسان رہنا چاہیے خواہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہو جائیں؟ اصول پرستی سے انحراف نہیں کرنا چاہیے خواہ نقصان ہو جائے۔ اصول پرستی انسانیت ہے۔ کتے میں اصول پرستی ہے کیونکہ وہ زیادتی نہیں کرتا اور مردار دیکھ کر اس سے دُور نہیں ہوتا۔ لوگ اصولوں کے خلاف عملی مظاہرہ کرتے ہیں اور مردار پر ٹوٹ کر پڑتے ہیں۔ پھر یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان کو انسان سمجھا جائے، جن کی وجہ سے انسان تنگ ہے، انسانیت شرمندہ ہے، انصاف دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ مطلب پرست، مفاد پرست، مصلحت پرست اپنے مفہوم تلاش کر رہے ہیں، لوگ جن کی پرستش کر رہے ہیں۔ کتے میں نہ مطلب پرستی ہے، نہ مفاد پرستی ہے، نہ مصلحت پسند ہوتا ہے جس کو پسند کرتا ہے اس سے پیار کا اظہار کرتا ہے، دم سے اور زبان سے، حرکات سے مگر لوگوں کی سمجھ نہیں آتی کہ وہ کس وقت پیار کرتے ہیں اور کس چیز کو کس وقت پسند کرتے ہیں اور کس وقت ناپسند؟ بس مرضی کے مارے ہوئے ہیں کبھی اصول فروخت کر دیتے ہیں اور کبھی اصول خرید لیتے ہیں۔ کبھی ضمیر فروخت کر دیتے ہیں اور جب چاہیے ضمیر خرید لیتے ہیں، ایسے سب لوگ ایک جیسے ہوتے ہیں، جیسے سب کتے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ کتے کے پاس اپنی حیثیت کی عقل ہے جو اس کی جبلت میں ہے اور لوگوں کے پاس عقل سلیم ہے اور سب مزاج اس عقل سلیم میں ہیں، جس کا لوگ خود انتخاب کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں نتیجہ درست نہیں برآمد ہوا۔

آوارہ کتے بھی ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے آوارہ لوگ؟ آوارہ کتوں کو کوئی پٹہ نہیں ڈالتا اور نہ ہی باقاعدہ ان کی خوراک کا بندوبست ہے؟ کبھی گندگی کے ڈھیر سے اپنا رزق ڈھونڈتے ہیں اور کبھی کسی کی دہلیز پر لیٹ رہتے ہیں اور اکثر قصائی کی دکان کے پھٹے تلے اپنی رہائش بنا لیتے ہیں تا کہ ہر روز تازہ گوشت کے فالتو اعضاء سے اپنا پیٹ بھریں۔ مگر وہ کسی کو کاٹتے نہیں اور نہ ہی بھونکتے ہیں، نہ دُم سے پیار و نفرت اور ڈر کا اظہار کرتے ہیں، نہ ہی زبان درازی کرتے ہیں؟ ان کو "آوارہ کتے" کہتے ہیں، جو ریلوے اسٹیشن پر پائے جاتے ہیں، ساری زندگی وہاں گزار دیتے ہیں اور جب مرتے ہیں تو اکثر ریل کے نیچے آ کر اپنی زندگی کو ختم کر لیتے ہیں لیکن وہ یہ خودکشی نہیں کہتے وہ کہتے ہیں قسمت میں یہی لکھا تھا؟

آوارہ لوگ کتوں سے بدتر ہیں۔ قصائی کی دکان پر ہوں تو گاہکوں کو کاٹتے ہیں۔ کسی کے دروازے پر لیٹ جائیں تو ایک نہ ایک دن اسے کاٹ لیں گے؟ رزق جہاں سے ملا کھا لیا اور اس کے لیے جدوجہد نہیں کرتے؟ دن کو چھپ جاتے ہیں اور رات کو آوارہ گردی کرتے ہیں۔ شریف انسان کی شرافت سے کھیلتے ہیں۔ بدمعاشوں سے ڈرتے ہیں جو ان جیسے سب سے بڑے آوارہ ہوتے ہیں۔ ہر آنے جانے والوں کے راستوں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ شریف زادیوں کو پریشان کرتے ہیں اور ان کا اکثر مسکن رات کو چوکوں پر ہوتا ہے۔ نشہ کرتے ہیں اور زندگی کے بے حس پلیٹ فارم پر لیٹے ہوئے موت کی گاڑی کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں یا پھر بھوک اور مفلسی کے ہاتھوں خودکشی کر لیتے ہیں مگر بے غیرت آوارہ یہ بھی نہیں کرتا۔ وہ سوچتا ہے کہ ایسا کر دیا تو اس کے والدین کو سکھ نصیب ہو جائے گا۔ وہ والدین کے لیے دکھ پیدا کرتے ہیں، دکھ دیتے ہیں، والدین کی کمائی سے دکھ خریدتے ہیں اور پھر والدین پر آسان کرتے ہیں کہ وہ ان کی اولاد ہیں۔ بس ایسے آوارہ لوگوں کی وجہ سے معاشرہ میں پریشانی ہے، انسانیت شرمندہ ہے؟ مگر آواہ کتوں کی وجہ سے انسان پریشان نہیں اور نہ ہی شرمندہ ہے۔ بلکہ آوارہ کتوں کی وجہ سے کتے پریشان نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ ان کی شرمندگی کا باعث بنتے ہیں۔ بس اتنا تھوڑا سا

فرق ہے کتے اور لوگوں میں جو آوارہ ہیں اور تعداد میں کافی ہیں۔ دن بدن ان میں اضافہ ہو رہا ہے شاید اس کی وجہ ہم سب "لوگ" ہیں؟ ہم "انسان" ہیں یا چند ان جیسے "لوگ" ہیں؟ جو منشیات فروش ہیں، جو ان کی سرپرستی کرتے ہیں۔ قانون ذمہ دار ہے، سارا معاشرہ ہے یا انتظامیہ ذمہ دار ہے؟ بہرحال جیسے آوارہ کتوں کا بندوبست ہے تعداد میں زیادہ ہو جائیں تو انہیں زہر دے دیا جاتا ہے، جب کاٹتے ہیں تو انہیں مار دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایسے آوارہ لوگوں کا بھی علاج ہونا چاہیے۔ ان کو انسان بننے کی ترغیب دینی چاہیے؟ ان کے روزگار کے مواقع پیدا کیے جائیں۔ ان کی اصلاح کے سنٹر بنائے جائیں؟ جو کتوں کا بندوبست کرتے ہیں ان سے گزارش کی جائے کہ آوارہ لوگوں کا بھی کوئی ایسا بندوبست کریں کہ وہ انسان کو تنگ نہ کریں، اپنے جیسے آوارہ کتوں کو بے شک پریشان کریں، تنگ کریں، ان کی نیندیں حرام کریں ان سے اپنے حصے کا رزق چھین کر اپنا پیٹ بھریں مگر شریف انسان کی عزت کا خیال رکھیں؟ کتوں اور لوگوں میں فرق ہونا چاہیے۔ کتے کتے رہیں اور لوگ، لوگ۔

جو کتے پالتے ہیں وہ ہی کتوں جیسے لوگوں کی پرورش کرتے ہیں تاکہ ان کے پاس جو انصاف کے لیے آئیں ان پر کتے مسلط کر دیئے جائیں، جو ان کی جیبیں خالی کر لیں، جھوٹ پر ٹرخا دیں، پھر آنے کا کہہ دیں۔ جو مالکان کی ترجمانی اپنی زبان میں کریں جس سے ظاہر ہو کہ وہ بھی کوئی کم نہیں۔ بس ایسے لوگ آوارہ لوگوں کی سرپرستی کرتے ہیں جس سے آوارگی پھیل رہی ہے اور شرافت سکڑ رہی ہے، سمٹ رہی ہے، منہ چھپا رہی ہے، عزت بچا رہی ہے اور آوارہ لوگ شرافت کو عریاں کرنا چاہتے ہیں۔

خدا عزت دار کی عزت محفوظ رکھے اور شرافت کا بھرم رکھے۔ آوارہ لوگوں سے اور ان جیسے آوارہ کتوں سے حفاظت میں رکھے۔ آمین

☆☆

زندگی کے دو رُخ

زندگی کے دو رخ ہیں ، انسان ایک رخ سے زندگی کو دیکھ رہا ہے اور اُسی رخ کے مطابق زندگی گزارنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ زندگی کا دوسرا رخ انسان کی نظروں سے اوجھل ہے اور انسان کوشش ہی نہیں کرتا کہ اس کو پایا جائے۔ صاحب بصیرت اور صاحب فکر انسان کبھی کبھی دوسرے رخ کی جھلک پاتا ہے تو اس کا اندر روشن ہو جاتا ہے، جب انسان سوچتا ہے کہ اس نے اس دنیا میں کتنا عرصہ رہنا ہے؟ وہ زندگی میں مرتا ہے اور اس کے اندر والا انسان زندہ ہوتا ہے، وہ خواہشات کی موت ہے، وہ خواہشات جو انسانیت کو رُسوا کر دیں، لالچ جو انسان کو ذلیل کر دے، وہ مردہ سوچ جو انسان سے اس کا احساس چھین لے، وہ مختصر حیات جس کے لیے انسان اصلی حیات کو قربان کر دیتا ہے۔ وہی زندگی کا دوسرا رخ ہے جب انسان اندھیرے میں بھی وہ کچھ دیکھتا ہے جو روشن دن میں دیکھ پاتا ہے۔

انسان صرف اپنی مرضی کو مقدم سمجھتا ہے خدا کے حکم کو نہیں اس لیے انسان پریشانی سے نکل نہیں سکتا حالانکہ وہ سب کچھ اس لیے کر رہا ہے کہ وہ زندگی میں پریشان نہ ہو بس وہ زندگی کا ایک رخ دیکھتا ہے کہ اس کی پریشانی دور ہو مگر وہ دوسرا رخ دیکھنے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ وہ اپنے اندر جھانکنے کی ہمت نہیں کرتا ورنہ دوسرا رخ بھی اس کو نظر آ جائے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے کیا وہ اس کے لیے مطلوبہ کوائف پورے کر رہا ہے؟ مگر نہیں انسان بزدل ہے حقیقت سامنے آنے سے گریز کرتا ہے، نہ حقیقت کو چھپا سکتا ہے اور نہ

ہی اس کے سامنے آتا ہے بس وہ زندگی کو ایک رخ سمجھتا ہے حالانکہ زندگی اور ہے اور حقیقت والی زندگی اور ہے۔ حقیقت والی زندگی یہ ہے کہ انسان کو دنیا جنت نظر آئے اور انسانیت کے برعکس ہر عمل جہنم نظر آئے۔ وہ جہنم کا خوف رکھتا ہے مگر جنت کے تصور سے عاری ہے جو صرف مثبت قوتوں میں پنہاں ہے۔

انسان جب اس مقصد کو مقدم سمجھے گا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے تو اسے کوئی پریشانی نہیں ہو گی، یہی دوسرا رخ ہے جو انسان کو نظر نہیں آ رہا۔ وقت کے قافلے میں لوگ اس احساس سے محروم ہیں کہ کیا وہ وقت کے ساتھ چل رہے ہیں؟ وقت کی نبض پہ ہاتھ رکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے انسان اس کے ساتھ چل رہا ہے یا وقت انسان کے ساتھ چل رہا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے ہیں، اللہ کے ساتھ اپنے وعدہ پر قائم رہتے ہیں وقت ان کے لیے رکا رہتا ہے گو کہ دوسرے لوگوں کی نظر میں چل رہا ہوتا ہے۔ بس وہ ہی اعلیٰ انسان ہے جو زندگی کی دونوں جہتوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ اگر زندگی کے بارے میں جانتا ہے تو موت کے بارے میں ضرور جانتا ہے۔ جو موت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے وہ زندگی کے بارے میں بالکل کچھ نہیں جانتے۔ سانس لینے سے صرف ایک رخ نظر آئے گا مگر جب بصیرت بیدار ہو گی، احساس زندہ ہو گا تو انسان حقیقتوں کے اندر اتر جائے گا جو اصلی اور حقیقی رخ زندگی ہے۔

انسان زندگی کو جس رخ سے دیکھتا ہے صرف اسی رخ سے نظر آتی ہے دوسرا رخ ظاہر نہیں ہوتا۔ ہر انسان کے نزدیک اس کی زندگی کا ایک مقصد ہے اگر مقصد نیک ہے تو زندگی کا نیک رخ انسان دیکھ رہا ہے، اگر مقصد کی پشت پر خراب نیت ہے تو پھر خدا ایسے انسان کی مدد نہیں کرتا۔ انسان خدائی اصولوں سے بغاوت کرتا ہو تو مقصد اور زندگی دونوں فضول ہیں۔ جس مقصد کو پانے سے زندگی میں سکون نہ ہو اس مقصد میں کمی ہے اور جس زندگی میں کوئی مقصد نہ ہو وہ فضول زندگی ہے۔

انسان زندگی کی وجہ سے رخ بدلتا ہے یا جیسے جیسے انسان بدلتا ہے ویسے ویسے

زندگی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اگر انسان ذہنی طور پر رکا رہے تو زندگی بھی رکی رہتی ہے خواہ وقت چلتا رہے اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی چل رہی ہے۔ جب کوئی مقصد سامنے نہ ہو تو زندگی بیکار ہوتی ہے۔ زندگی ہمیشہ مقصد کا پیچھا کرے گی تو رواں زندگی ہے اور مقصد کو پانے کے لیے انسان زندگی میں ہمیشہ جدوجہد میں رہتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ زندگی کے ہر پہلو کا جائزہ لے، اگر ناکام ہے تو کیوں؟ اگر کامیاب ہے تو کیوں؟ کامیابی ہے تو کیسی؟ ناکام ہو تو کیا مشکلات ہیں؟ ہر لمحہ ایک زندگی ہے اور زندگی ایک لمحہ ہے، نہ جانے لوگ فضول باتوں میں اسے ضائع کیوں کرتے ہیں؟ اپنے خدا سے ہر لمحہ رابطے میں کیوں نہیں رہتے؟ جبکہ خدا ہر وقت، ہر لمحہ انسان سے رابطے میں ہے۔ آس آس زندگی کا حساب رکھتا ہے۔ خدائی اصولوں پر قائم رہنے سے اصل زندگی کا لطف ہے۔ خدا سے باغی زندگی بے لطف ہے، بدمزہ ہے، بے سکون ہے، بے چین ہے۔ اصل زندگی وہ ہے جس میں کوئی اعلیٰ مقصد ہو۔

زندگی کے اندر ایک اور زندگی ہے جس کو موت نہیں آتی بلکہ وہ اپنا مقام تبدیل کرتی ہے اگر اس کا زندگی ہی میں یہ شعور آ جائے کہ وہ کیسی زندگی ہے؟ تو ایسا انسان خوش نصیب ہوتا ہے۔ جو دنیا کی شان و شوکت کو خوش نصیبی سمجھتے ہیں اصل میں وہ بے نصیب ہیں ان کو معلوم ہی نہیں زندگی کا دوسرا رخ کیسا ہے؟ ان کے نزدیک وہی زندگی ہے جو وہ گزار رہے ہیں۔ جو یہ جانتا ہے مایوسی کیا ہے وہ کفر سے دور رہتا ہے۔ جو ساری زندگی مایوسی میں گزارتا ہے، مرحوم جذبہ میں بسر کرتا ہے وہ صرف ایک زندگی کا قائل ہے حالانکہ دوسری زندگی سے وہ جذبہ زندہ کر سکتا ہے اور مایوسی کو دور کر سکتا ہے، جب اس کو حلال اور حرام کے درمیان امتیاز آ جائے، جب پیار اور نفرت میں فرق معلوم ہو جائے تو انسان زندگی کے دونوں رخ دیکھے گا۔ پھر اس کا حسن انتخاب ہے کہ وہ حلال کا انتخاب کرتا ہے، پیار کا انتخاب کرتا ہے۔ بس یہی دونوں رخ ہیں جس کا انسان کو شعور ہونا چاہیے۔

اگر انسان دنیا میں نفرت کی زندگی گزارتا ہے، رزق حرام کو اپنا نصیب سمجھتا ہے

تو جس جنت کا وہ نظریہ اپنے اندر سمائے ہوئے ہے وہاں رزق حرام اور نفرت نصیب ہو گی پھر وہ اس جنت میں رہے گا جو رزق حرام والی جنت اور نفرت والی جنت ہے، پھر سب اس روایات کے پیروکار وہاں اکٹھے رہیں گے، پھر وہ ان لوگوں کی اپنی جنت ہو گی، خدا کی جنت کا تصور یہ نہیں ہے؟

پروردگار نے زندگی کے دونوں رخ دکھائے ہیں مگر لوگوں کو صرف ایک نظر آتا ہے بس یہ شکم پرستوں کی بدنصیبی ہے، یہ دنیا پرستوں کا وطیرہ ہے، یہ آنکھوں والوں کے اندھے راستے ہیں، یہ لوگوں کا اپنا انتخاب ہے، وہ لوگ جو آنکھوں کے ساتھ اندھے ہیں۔

پروردگار توفیق دے، اپنے ان نیک پاکیزہ اور اعلیٰ بندوں کی طفیل جو زندگی کے دونوں رخ ایک وقت میں دیکھتے ہیں اور روشن رخ کا انتخاب کرتے ہیں۔ ہماری اندھی بصیرت کو روشن کر دے، ہمارے بند فہم کھول دے، ہماری عقلوں سے پردہ ہٹا دے جو ہم نے خود ڈالا ہوا ہے ہم تیری توفیق سے انکاری ہیں۔ ہم تیرے کرم پر ایمان نہیں رکھتے۔ ہم صرف اپنی کوشش کو کرم کہتے ہیں مگر تیرے کرم کے بغیر زندگی کا دوسرا رخ نہیں دیکھا جا سکتا۔ جو زندگی کا دوسرا رخ نہیں دیکھتے وہ ادھوری زندگی گزارتے ہیں اور پھر ایسی زندگی حادثات کا شکار ہو جاتی ہے، منفی قوتوں کے حملہ سے محفوظ نہیں رہتی۔ پھر ایسے لوگ، لوگوں کی طرح چند دن بسر کر کے آخرت کا سفر طے کرتے ہیں۔ جسے دنیا میں کوئی منزل نہیں ملتی وہ آخرت میں کوئی منزل نہیں پا سکے گا۔ بس یہ دنیا ہی میں روشن راستے کا انتخاب کرنا ہے اور یہی زندگی کا دوسرا رخ ہے۔

خدا پرست ہو تو خدا پرست بن کے دکھاؤ۔ زندگی کے دونوں رخ جاننے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا جس نے زندگی کا صرف ایک رخ دیکھا ہے، اس لیے وہ سب ناکام لوگ ہیں جو فکر نہیں کرتے، جو احساس کھو چکے ہیں، جو مردہ ہیں، جو حیوان ہیں وہ نہیں جانتے زندگی کا حسین رخ کون سا ہے بس وہ زندگی کو زندگی کے طور پر گزارتے ہیں، زندگی کو کسی مقصد کے لیے زندگی نہیں سمجھتے۔

زندگی اعلیٰ قدروں کی پاسداری کا نام ہے، ان کی حفاظت کا نام ہے۔ انسانی قدریں پامال ہو جائیں، اخلاقیات ختم ہو جائے اور زندگی رہے یہی فضول زندگی ہے اور یہی اس کا رخ ہے جسے موجودہ دور کا انسان زندگی سمجھ رہا ہے۔

وہ لوگ جو خدا کو دانستہ ناراض کرتے ہیں، ہر بات میں اس کی قسم کھاتے ہیں، دانستہ جھوٹ بولتے ہیں، کلمہ پڑھتے ہیں اس کے مطابق عمل نہیں کرتے، خدا کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور اس پر گواہ بناتے ہیں، شعائر اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں، پناہ مانگتے ہیں مگر سیدھے راستے پر نہیں چلتے، کچھ نہیں جانتے مگر ان کو زعم ہے وہ سب کچھ جانتے ہیں، روایات کی بات کرتے ہیں انہیں حقیقت معلوم نہیں اور جنہیں حقیقت معلوم نہ ہو۔۔۔ خدا ان سے زندگی کا حقیقی چہرہ چھپائے رکھتا ہے، وہ ان کے شعور کو اندھا کر دیتا ہے، وہ ان کے احساس کو مفلوج کر دیتا ہے، وہ ان کے جذبوں کو مرحوم کر دیتا ہے پھر لوگ آنکھوں سے اندھے راستوں پر چلتے ہیں اور جو لوگ اپنے خدا سے مشورہ گیر ہوتے ہیں خدا ان کی راہنمائی کرتا ہے، تاریک راہوں میں روشن بصیرت عطا کرتا ہے جس سے انسان زندگی کے دونوں رخ کا مطالعہ کر سکتا ہے ان کو پا سکتا ہے لیکن اس کو پانے کے لیے انسان کو خود آگاہی چاہیے۔ انسان کے اندر اصل زندگی پنہاں ہے وہی روشن رخ ہے۔

جو کچھ کھونا نہیں جانتا وہ پانا کچھ نہیں جانتا۔ جو کچھ کھو کر کچھ پاتا نہیں وہ فضول زندگی ہے، وہ زندگی کے مفہوم سے نا آشنا ہے۔

پروردگار جو میں قلم سے دیکھتا ہوں مجھے توفیق دے میں نظر اور سوچوں میں سما سکوں، جو میرا قلم محسوس کرتا ہے وہ میرا درد دل ہے خدا کرے وہ میرا باکردار عمل بن جائے، بس اس لمحے میں وہی ہوتا ہوں جو میں لکھتا ہوں۔

☆☆

تسکینِ روح

انسان جسم کی آسائشوں کے لیے مارا مارا پھر رہا ہے اور اس کے جسم کو تسکین نصیب نہیں ہو رہی حالانکہ انسان کی تسکین کے لیے تسکین روح کا ہونا ضروری ہے۔ انسان جسم کی آسائش کے لیے بہت سا وقت صرف کرتا ہے اگر چند لمحے روح کی آسائش کو نصیب ہوں تو انسان حقیقت کو پا سکتا ہے۔ جب روح کی پرواز بلندی کی طرف محو سفر ہوتی ہے تو انسان حقیقت کی گہرائیوں کو پاتا ہے۔ جب تک روح افسردہ ہے انسان کبھی بھی افسردگی سے نکل نہیں سکتا خواہ دنیا کی تمام آسائشیں وہ حاصل کر لے۔ روح کی تسکین کے لیے ہر پاکیزگی کا پانا ضروری ہے۔ سوچ سے کردار تک سب پاکیزگی کے گواہ ہوں گے تو روح کو سکون ہو گا۔ تنہائی سے میلہ تک انسان اپنے نفس پر گواہ ہو گا تو روح کو تسکین ہو گی۔

ہر انسان اپنے وقت کو قابو میں رکھنا چاہتا ہے جبکہ ہر وقت انسان کا اپنا نہیں۔ کبھی وقت دے کر روح کو سکون ہوتا ہے اور کبھی وقت دے کر روح تسکین پاتی ہے۔ روح کی تسکین مقدس اور پاکیزہ جذبوں سے وابستہ ہے۔ انسان جب زندہ جذبوں کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دے گا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کی روح کو تسکین نہ ہو۔

انسان اطمینان بخش، سکون بخش زندگی کا متمنی ہے مگر وہ منزل نامعلوم کا راہی ہے۔ مقصد حیات معلوم ہو تو انسان منزل پا سکتا ہے۔ جن کے زندہ رہنے اور مرنے کے درمیان امتیاز ہی نہیں وہ صرف جسم کی تسکین کے قائل ہیں لیکن اصل زندگی روح کی

پاکیزگی ہے۔ بیدار روحیں تسکین پاتی ہیں۔ مردہ لوگوں کے اندر مردہ روحیں ہیں۔ مردہ جذبے ہیں، منحوس فکریں ہیں بس پھر وہ چل پھر کر مردار پر گزارہ کرتے ہیں۔ دنیا کا مردار، ان میں اشتہا پیدا کرتا ہے۔ وہ نتھنے پُھلا کر مردار کی طرف دوڑ رہے ہیں، تھک چکے ہیں جسم کی تسکین کے لیے بے چین ہیں۔ انسان کے جسم کو کتنی بھی تسکین مل جائے وہ پیاسا رہتا ہے مگر روح کو جب تسکین مل جائے تو انسانی ادراک انتہائی بلندیوں تک فکر کی صلاحیتوں سے پُر ہو جاتا ہے، انسان زمانہ کے تغیّر و تبدل سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ وہ ساری باہر کی دنیا کو اپنی اندر والی دنیا کے مقابلہ میں حقیر سمجھتا ہے۔ اس کے اندر والی دنیا مطمئن ہو جاتی ہے، وہ روح کی دنیا ہے۔ جسم والی دنیا کو نہ سکون نصیب نہ اطمینان، اس کو قبر کی تہ میں بھی سکون نہیں ہوگا۔

انسان کو اس بات کی فکر کرنی ہے کہ وہ کس مزاج کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے؟ کیا اس کا مزاج اس کی روح کے تابع ہے یا جسم کے تابع ہے؟ جسم کے تابع روح مردہ ہے اور روح کے تابع جسم پرسکون رہے گا۔ انسان کو صرف یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ خالق کو کس حد تک مانتا ہے؟ کیا وہ خالق کے بتائے ہوئے فطری اصولوں کا پاسدار ہے؟ اگر انسان فطری اصولوں کی پاسداری کرتا ہے تو اس کی روح کو تسکین ہو گی، یہ خدائی فیصلہ ہے۔ انسان سب کچھ ہونے کے باوجود اگر سکون اور تسکین جیسی دولت سے محروم ہے تو وہ ذہنی اور روحانی طور پر انتہائی غریب بلکہ غریب ترین ہے۔ روح کی تسکین اصل امارت ہے اور یہ اعلیٰ نصیب کی بات ہے۔ اس کا تعلق آسودگی، آسائش اور دولت سے نہیں، یہ نعمت خداوندی ہے، یہ عطائے پروردگار ہے کسی کو قلم سے عطا کرتا ہے کسی کو اعتکاف سے ملتی ہے اور کوئی خوش نصیب دنیا کے میلہ سے لوٹ لیتا ہے، یہ انسان کے ظرف کی بات ہے۔

جس معاشرہ میں باپ بیٹے کے درمیان حساب ہوتا ہے وہاں احساس نہیں ہوتا اور جہاں احساس ہے وہاں کوئی حساب نہیں، جس دروازہ سے اندر جاتے ہیں اس دروازہ

سے باہر نکلنا ہے۔ تسکین پرور روح کے لیے انسان کو انتہائی پریشانیوں میں سے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کی بنا پر اپنے انتخاب سے مسرتوں کو حاصل کرنا چاہیے جو کہ ناممکن نہیں مگر جذبہ سے محروم انسان منفی سوچوں کا بوجھ اپنے اوپر سے اترنے نہیں دیتا اس لیے بوجھل زندگی گزارتا ہے۔ مسرت روح کے لیے ہے اور خوشی جسم کی آسائش ہے۔ جوں جوں انسان خوشیوں میں اترتا جائے گا روح کی آسائشوں سے محروم ہوتا جائے گا۔ روح کی آسائش قانون فطرت کا احترام ہے جس سے تسکین روح نصیب ہوتی ہے۔

☆☆

اخلاقی جرأت

جس انسان میں اخلاقی جرأت نہیں وہ انسان نہیں۔ اس میں ایک مردہ روح ہے اور چلتے پھرتے کفن پوش مردے کے ساتھ اس کا کوئی رشتہ ہے۔ بااخلاق روح انسان کے اندر وہ طاقت ہے جو انسان کی جرأت کو زندہ رکھتی ہے اور انسان اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اگر انسان اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرنا چھوڑ دے تو انسان تو رہے گا مگر انسانیت نہیں رہے گی اور ایسے انسان کی وجہ سے اس کے اندر والا انسان اذیت میں رہے گا۔ وہ ضمیر کا قاتل ہوگا۔ وہ اعلیٰ فکر کا دشمن ہوگا۔ اخلاقی جرأت کے بغیر انسان جو زندگی گزارتا ہے وہ ادھوری ہوتی ہے۔ وہ نامکمل ہوتی ہے، وہ اپنی ذات کے ساتھ ظلم والی زندگی ہے۔ وہ حق کے ساتھ زیادتی والی زندگی ہے۔

اخلاقی جرأت انسان کے اندر ایک طاقت عظیم ہے جس سے وہ زندگی کے بڑے بڑے فیصلے نہایت احسن طریقے سے کرتا ہے۔ اخلاقی جرأت کے بغیر کامیاب زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اخلاقی جرأت انسان کو عظیم تر بناتی ہے۔ اخلاقی جرأت نظر نہیں آتی ظاہر ہوتی ہے انسان کے قول اور فعل سے۔ یہ سرمایہ حیات ہے اس کے بغیر انسان کے پاس سب کچھ ہو پھر بھی مفلس ہے۔ موجودہ معاشرہ کا انسان اس کا خیال نہیں رکھتا ہے، اسے مدنظر نہیں رکھتا ہے حالانکہ ہر وقت اس کا خیال ہونا چاہیے کہ کہیں اخلاقی کمزوری ظاہر نہ ہو۔ اخلاق ہمارے کردار کی بنیاد ہے اور جرأت اس کا جوہر عظیم۔ اخلاقی جرأت انسان کو بلندیوں کی طرف لے جاتی ہے اور اس کے مدمقابل پستی کا سفر کرتے

ہیں۔ اخلاقی جرأت کے بغیر انسان انتہائی بزدل اور کمینہ ہے۔ اخلاقی جرأت کی تربیت کی ذمہ داری مکمل طور پر والدین کی ہے۔ اس کے بغیر نہ انصاف کرسکتا ہے اور نہ ہی سچی گواہی دے سکتا ہے۔ جس معاشرہ میں اخلاقی جرأت کی کمی ہے وہ زوال پذیر معاشرہ ہے۔ جب لوگ انصاف کی بات کرنے سے ڈریں گے تو اخلاقی جرأت کا جنازہ نکل جائے گا۔ اخلاقی جرأت کے بغیر انسان نہ سچی بات کرسکتا ہے اور نہ ہی سن سکتا ہے بلکہ انسان، انسان کہلوانے کا مستحق نہیں۔

جن میں اخلاقی جرأت نہیں ہوتی ان کے پاس آنکھیں تو ہوتی ہیں مگر وہ اندھے ہوتے ہیں۔ دل کا ساتھ دیتے ہیں جو ان کے سینوں میں بے حس، کمزور اور اندھے ہوتے ہیں۔ جن کے پاس اخلاقی جرأت نہیں انہیں کوئی حق نہیں کہ کسی متنازعہ مسئلہ کا فیصلہ کریں، اپنے آپ کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ جن کے پاس اخلاقی جرأت ہے ان کے پاس زندہ رہنے کے دلائل ہیں۔ اخلاقی جرأت زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ اخلاقی جرأت صرف ان میں ہوتی ہے جن کا عمل ان کے کردار پر گواہ ہوتا ہے۔ جن کے پاس اخلاقی جرأت ہے وہ حقائق کے مقابلہ میں دلائل پیش نہیں کرتے وہ اپنی کمزوریوں کا کھلے عام اقرار کرتے ہیں اور اپنے اندر اصلاح کا عمل جاری کرتے ہیں۔ اخلاقی جرأت کے بغیر معاشرہ سے مایوسی دور نہیں کی جاسکتی۔ اخلاقی جرأت کے بغیر رسوائی انسان کے مقدر کا حصہ ہے۔ جہاں انسان اخلاقی جرأت کا مظاہرہ نہیں کرسکتا وہاں اسے نہیں جانا چاہیے یہ سچے اور کھرے دلوں اور جذبوں کا سرمایہ ہے۔ یہ انسانیت کا حسن ہے، اس کے اظہار سے انسان اطمینان پاتا ہے۔ دل اور دماغ کا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔ اپنے آپ کو زندہ ہونے کا احساس دلاتا ہے۔ اخلاقی جرأت انسان کو سیدھے راستے پر گامزن کرتی ہے، عزت کی ضمانت ہے، عظمت کی دلیل ہے، حکمت کا راز ہے، دانائی کا محور ہے، ایمان پر یقین کی بنیاد عظیم ہے۔ مکمل مضبوط ایمان اور یقین کے بغیر انسان کے اندر اخلاقی جرأت پیدا ہی نہیں ہوتی۔ انسان اخلاقی جرأت کے بغیر اپنی کمزوریوں کا اظہار نہیں کرسکتا اور نہ ہی اپنی

کمزوریوں کو دور کر سکتا ہے۔ اخلاقی جرأت میں انسانیت کی ترقی کا راز ہے۔ اخلاقی جرأت مقدس جذبہ کا نام ہے۔ گھروں، خاندانوں میں اس کا ہونا ضروری ہے، اس سے غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں، اس کی وجہ سے انسان ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے ہیں، اس کی کمی ہے۔ جہاں اخلاقی جرأت نہیں وہاں سب فیصلے غلط ہوں گے اور مصلحت پسندی کا شکار ہو جائیں گے۔ سب اقتدار پرست، مفاد پرست، موقع پرست، شخصیت پرست، مصلحت پسند اسی کا شکار ہیں۔ خدا پرست، حق پرست، حقیقت پرست، حقیقت پسند، زندہ ضمیر بغیر اخلاقی جرأت کے بن نہیں سکتا۔

اخلاقی جرأت کے بغیر انسان اپنی زندگی اپنی مرضی سے نہں گزار سکتا اور دوسروں کی زندگی گزارنے والے میں اخلاقی جرأت جنم ہی نہیں لے گی۔ معاشرہ میں ساری کمزوریاں اخلاقی جرأت کی کمی کی وجہ سے ہیں۔ انسان وقت گزاری کا تصور ذہن میں رکھتا ہے اور اخلاقی جرأت کا جنازہ نکال دیتا ہے۔ تمام میڈیا اخلاقی جرأت کے بغیر چل رہا ہے۔ جس میں اخلاقی جرأت نہیں وہ ہر وقت اپنی ذات میں دھوکا دہی کا مرتکب رہے گا۔ جس میں اخلاقی جرأت نہیں وہ بزدلی کا ہم نشین ہے۔ اس کے اندر کسی کمینے کا بسیرہ ہے۔ وہ کسی خدا کو نہیں مانتا۔ اس کو کسی خدائی کی پرواہ نہیں۔

اخلاقی جرأت جذبہ ایمانی ہے اور ایمان کا جز ہے۔ ایک دوسرے کی صلاحیتوں کا اقرار نہ کرنا اخلاقی جرأت کی کمی کی وجہ سے ہے۔ جو لوگ ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں، حسد کرتے ہیں، بغض رکھتے ہیں ان میں اخلاقی جرأت نہیں ہوتی۔ وہ حقائق کا سامنا نہیں کر سکتے۔ سامنے خوشامد کرتے ہیں اور پشت پر خرافات بکتے ہیں۔ یہ اخلاقی جرأت کے ساتھ انتہائی مذاق ہے، اس سے بہتر ہے انسان خاموش ہو جائے۔ خاموش ہو جانا بھی اخلاقی جرأت ہے مگر حق بات کے ہوتے ہوئے نہیں۔ اخلاقی جرأت والا انسان تماشا کا قائل نہیں ہوتا، وہ حقیقت پرست ہوتا ہے مگر کمینے لوگ اسے "منہ پھٹ" کہتے ہیں۔ منہ پھٹ وہ ہوتے ہیں جن میں شعور نہیں ہوتا۔ جن میں اخلاقی جرأت ہوتی ہے

اصل میں ان میں شعور ہوتا ہے، وہ دلیر ہوتے ہیں، وہ صاف گو ہوتے ہیں، وہ خدا پرست ہوتے ہیں، وہ حق شناس ہوتے ہیں،ل وہ وقت کی بات وقت پر کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں، ان کے اندر خوف خدا ہوتا ہے، وہ کسی سے ڈرتے نہیں، ہر کسی کا احترام کرتے ہیں۔ وہ ہر موقع پر اپنی جرأت کا اظہار کرتے ہیں اور بے موقع انتہائی خاموش اور مطمئن ہوتے ہیں۔ ان کے اندر جلد بازی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی زبان، دماغ اور دل کے رابطے منقطع نہیں ہونے دیتے۔ وہ اپنے رویے اور لہجے حالات کے حوالے نہیں کرتے۔ وقت اور موافقت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ وہ غیر ضروری گفتگو نہیں کرتے بلکہ غیر ضروری گفتگو سننے کے ماہر ہوتے ہیں۔ وہ غیر ضروری گفتگو سے اعلیٰ گفتگو کا انتخاب کرتے ہیں جس سے وہ اخلاقی جرأت کی آبیاری کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہاں جرأت کا مظاہرہ کرنا ہے اور کہاں اخلاقی جرأت کا، وہ بڑے پراعتماد ہوتے ہیں۔ اخلاقی جرأت والا انسان کسی کی ذات کو دھوکا دینا منافقت جانتا ہے۔ وہ ظاہر اور باطن میں ایک ہوتا ہے۔ اس کا دل اور دماغ ایک ساتھ چلتے ہیں۔ وہ عمل اور قول کو ایک ترازو پر وزن کرتا ہے۔ اخلاقی جرأت میں قدرت کے راز ہیں جو اخلاقی جرأت کے پاسدار ہیں وہی جانتے ہیں، یہ عمل کے بعد ظاہر ہوتا ہے اخلاقی جرأت میں کتنی طاقت ہے۔ اخلاقی جرأت والا انسان کسی کی غیبت نہیں کرتا، کسی سے خوف زدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کو خوف زدہ کرتا ہے، جس کے تحت وہ اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اخلاقی جرأت خدائی طاقت ہے جو اعلیٰ، دلیر اور باکردار انسان کے اندر پنہاں ہے۔ یہ خدا کی دین ہے، یہ خدا کا کرم ہے۔ یہ خدا کی مہربانی سے نصیب ہوتی ہے۔ اس سے انسانیت حیات نو پاتی ہے۔ یہ باکردار اور دلیر انسان کا کلیہ حیات ہے، مقصود زندگی ہے، زندگی کا حاصل ہے۔ خدا سب کو اس جرأت کی توفیق دے جس سے انسان کا اخلاق بنتا ہے، جس سے انسان ضمیر کا بوجھ ہلکا کرتا ہے بلکہ اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کر کے زندگی کے لطف لیتا ہے۔

☆☆

عورت

عورت، عورت پن سے نکل کر اپنے حقوق طلب کر رہی ہے۔ مرد، مرد پن میں رہ کر حقوق پورے نہ کر رہا ہے لہٰذا دنیا میں خواتین کے دن منائے جا رہے ہیں۔

جس بات کو عورت معمولی سمجھتی ہے اس بات پر انسان قتل ہو جاتا ہے، اتنی آزادی دو کہ معمولی اور خاص بات میں فرق محسوس کرے۔ مرد جس بات کو خاص سمجھتا ہے وہ معمولی نہ ہوتی ہے، عورت ادھوری ہے، وراثت، ایمان اور شہادت میں۔ بس عورت کی خاص بات بھی آدھی ہوتی ہے۔ عورت اگر یہ تصور کرے کہ شعائر اللہ کا مذاق اڑانا معمولی بات ہے تو پھر اس کا ایمان کہاں کھڑا ہے اور اس کی آزادی کا کیا معیار ہے؟

بہت سی خواتین معمولی معمولی باتیں کریں گی تو بہت سی معمولی باتیں ہو جائیں گی جو عام باتوں کے مقابلے میں خاص تو نہیں ہوں گی مگر خاص باتوں کے مقابلہ میں عذاب ضرور ہوں گی۔ جن کو خواتین اپنے حقوق تصور کر لیں گی اور پھر ان حقوق کی بنیاد پر ہر گھر میں بے سکونی ہو گی، طلاق کی شرح میں اضافہ ہو گا، مسائل بڑھیں گے، قانون کا احترام کم ہو جائے گا اور اصول تو بالکل نہیں رہے گا، وہ حقوق نہیں بلکہ حقوق کے نام پر بغاوت ہے۔ حقوق تو پہلے مختص کیے جا چکے ہیں، اب مانگنے والی کون سی بات ہے، کیا کوئی تماشا ہے جس میں سے حصہ لینا ہے۔ اپنی حدود میں رہ کر زندگی گزارنا عورت کا حق ہے، بس اب یہ حق تو نہیں مانگ رہی کہ نسل انسانی کی افزائش کے ساتھ ساتھ وہ کام بھی اس کے ذمہ ڈال دیا جائے جو مرد کی ذمہ داری ہے۔ اگر عورت خود انتخاب کر رہی ہے تو اس کی

سمجھ کو عقل مندی کہنا چاہیے یا اس کا انتخاب کہیں۔ عورت کو خیال ہی نہیں کہ جس سفر پر روانہ ہو رہی ہے یہ منزل بڑی کٹھن ہے، مشکل ہے اور وہ بھاری ذمہ داری اٹھا کر سفر پر روانہ ہونا چاہتی ہے۔ یہ تھکا دینے والا سفر ہے، بچے پیدا کرنا، ان کی پرورش، ان میں ان کے لیے رہنا، ان سے پیار کرنا، ان سے پیار لینا آسان ہے، اس مقابلہ سے کہ روزگار کی تلاش کرے، مردوں کے شانہ بشانہ فیکٹریوں میں کام کرے، دفتروں میں مصروف رہے، زچگی کے دوران چھٹی لے، عذاب جھیلے۔ بس نہ جانے یہ عورت کیسی ہے؟ اپنا فرض بھی پورا کرے اور دوسرے کی ذمہ داری بھی اٹھائے، ایسی عورت کو گھر میں سکون نصیب نہیں ہوگا، ہر روز ایک نئے عذاب کو جنم دے گی، ہر روز نئے مسائل پیدا ہوں گے۔ جس معاشرہ کی عورت حقوق کی بات کر رہی ہے وہ مختلف معاشرہ ہے، مختلف مذہب، مختلف تہذیب، مختلف ماحول، زندگی کے نشیب و فراز مختلف ہیں، ضروریات مختلف ہیں، تقاضے مختلف ہیں، آزادی مختلف ہے، سوچ مختلف ہے، ذہن مختلف ہے، معیار مختلف ہے، اختیار مختلف ہے، ذمہ داری مختلف ہے، ایمان مختلف ہے، ایمان آدھا ہونے کے باوجود اس سے محروم ہے۔

عورت کائنات میں جوہر لطیف ہے، حسن کی دولت کی واحد مالکہ ہے مگر عورت کی ناقص سوچ نے عورت کو معمولی بنا دیا ہے حالانکہ یہ ہرگز معمولی نہیں، یہ گھر کی زینت ہے، مرد کے وقار کی ضمانت ہے اور انتہائی غیر معمولی ہستی ہے۔

یہاں تہذیب جدید نے عورت کو قدر و دانائی بخشی ہے وہاں مرد کی حرص اور ہوس نے اس کے دکھوں کو سوایا کر دیا ہے۔ عورت رفیقہ حیات ہی خوبصورت لگتی ہے مگر موجودہ معاشرہ اس کو مظلوم داشتہ بنانا چاہتا ہے۔ وہ زمانہ بہت خوبصورت اور کمال تھا جب عورت روشنی میں اندھی آنکھوں سے چلتی تھی اور اب اندھی راہوں پر کھلی آنکھوں سے چلنے کی تمنا کر رہی ہے۔ اس وقت اس کے پاس ماڈریٹ علم نہ تھا۔ اس کی گود میں جمہوریت پروان نہیں چڑھ رہی تھی۔ اس وقت پاکیزگی کی طرف مائل رہتی تھی۔ وہ صنف نازک تھی مگر مثبت قوت سے اپنے آپ پر اعتماد کرتی تھی اور سمجھتی تھی کہ اس کے اوپر کسی مقدس سایہ کا ہونا ضروری ہے۔ وہ اپنے وجود میں لطیف ہوتی تھی، نسل انسانی کی بقاء کی ضمانت تھی اور

تقدس میں کوہ گراں تھی مگر آج کل تعلیم سے آراستہ ہے، اطاعت سے دُور جا رہی ہے، ذمہ داری سے بغاوت پر آمادہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ عورت کو انسان اقدار اور روحانی اقدار کا پرتو ہونا چاہیے، ان قدروں کے بغیر معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا، عورت کی اصلاح کے لیے پہلے درندہ صفت، بھیڑیا نما مردوں کی اصلاح کی جانی ضروری ہے۔

جس معاشرہ میں آزادی ہے ہم اس معاشرہ کو عورت کے حقوق کا معاشرہ کہتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں، آزادی اور بات ہے، پیار اور ہے۔ عورت کو آزادی نہیں بلکہ عورت کو پیار چاہیے۔ پیار ہی عورت کی آزادی ہے۔ گھر سے باہر نکلنا، مردوں کے ساتھ کام کرنا، گھومنا پھرنا، آوارہ گردی کرنا آزادی نہ ہے۔ ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا چاہیے، ضرورت کے تحت کام کرنا چاہیے، گھومنا پھرنا چاہیے مگر اخلاقی قدروں پر نظر رکھنی چاہیے۔ جس معاشرہ میں عورت آزاد ہو گی وہاں پیار نہیں ہو گا۔ جب عورت آزادی کو ترجیح دے گی تو پیار کا وہ مقام نہیں ہوگا، پیار صرف عورت سے مل سکتا ہے، مرد صرف پیار کی حفاظت کرتا ہے۔ عورت میں پیار ختم ہو جائے اور مرد حفاظت کرنا چھوڑ دے تو پھر آزادی ہی آزادی ہے خواہ عورت گھر پر رہے یا باہر آوارہ گردی کرے۔ پیار عورت کا جوہر ہے، عورت کی آواز پیار ہے، عورت کا مرد کے سامنے خاموش رہنا پیار، مرد کا احترام پیار ہے۔

کونسے حقوق ہیں جو عورت مانگ رہی ہے، اسے معلوم نہیں مگر کچھ تہذیبیں اپنا اثر انجیکٹ کرنے کے لیے اسلامی تہذیب میں اس کا نعرہ لگا رہی ہیں۔ جب عورت اپنے جذبات میں اندھی ہو جاتی ہے تو حد سے تجاوز کرتی ہے۔ مغربی تہذیب کی پروردہ عورت کو کیا معلوم ہے کہ آزادی اور پیار میں کیا فرق ہے؟ ذمہ دار اور غیر ذمہ دار مرد میں کیا فرق ہے؟ عورت اور مرد کی ذمہ داری بالکل برابر ہے۔ عورت اپنے عہد سے آگے نکل جائے تو عذاب ہے، پیچھے رہ جائے تو ایک علیٰحدہ عذاب ہے۔ جب تک عورت حالات کے بارے میں خود درست فیصلہ نہیں کرے گی، حالات میں اسی طرح پستی رہے گی۔

اقوام کی بقاء اعلیٰ عورت کی بقا سے مشروط ہے۔ یہ کائنات کے دیے میں تیل ہے، اس سے روشنی ہے۔ یہ معاشرہ کی اصل اور حقیقی توانائی ہے۔ اس کا مناسب استعمال ہی

اس کی افادیت ہے۔ جب مرد اپنی ذمہ داریاں پوری کرے گا تو عورت خود بخود ذمہ دار بن جائے گی، مرد کو اپنے ذہن میں سے یہ نکالنا ہے کہ عورت حقیر ہے۔ بالکل غلط ہے۔ عورت عظیم ہے، اس کو اس کی عظمت کا شعور دلانا ہے، یہ نسل انسانی کی نگہبان ہے، حفاظت گاہ ہے، شرافت گاہ ہے۔ عورت ہی ماں بنتی ہے، عورت ہی بیٹی ہے، عورت ہی بیوی ہے اور عورت ہی بہن ہے، اس کے ہر رشتہ میں تقدس ہے۔ ہر رشتہ میں مقدس جذبہ کا ایک لطیف جوہر ہے۔ مرد اس سے حوصلہ اور جرأت پاتا ہے۔ اس کی شیریں زبان میں ایک قوت پوشیدہ ہے جس سے یہ نا آشنا ہے ورنہ یہ ساری قوتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ باپ، خاوند، بھائی اور بیٹا اس کی تقدیس کے پہریدار ہیں، جب یہ اپنی انا پر آتی ہے تو تمام رشتوں کو برباد کر دیتی ہے، لتاڑ دیتی ہے اور اندھی ہو جاتی ہے۔ حیاء اس کا کل سرمایہ حیات ہے، اس سے اسے باہر نہیں نکلنا ہے، مرد اسے باہر نکال رہا ہے اور یہ سمجھ نہیں رہی، یہ اس کے لیے عذاب ہے دونوں جہانوں میں۔

مرد زندگی کی ضروریات پوری کرتا ہے، عورت روح کی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بچے، اولاد روح کی ضروریات ہیں۔ روز مرہ کی ضروریات زندگی کی ضرورت ہیں۔ بچوں کی پرورش کرنا عورت کی ذمہ داری ہے۔ بچوں کے لیے ضروریات پوری کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ باقی تمام آزادی ہے، حیاء کے دائرہ کے اندر عورت اپنی جائز خواہشات پوری کرے۔ مرد، عورت کو خوبصورت دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کی تمام ضروریات پوری کر کے خوش ہوتا ہے۔ عورت اگر تمام ضروریات پوری ہونے کے باوجود خوش نہیں تو پھر وہ آزاد عورت ہے۔ اپنی مرضی کی آزاد ہے، پھر اسے آزادی مانگنے کی ضرورت نہیں۔

مرد عورت کی آزادی کو اپنے زاویے سے غلط سمجھ رہا ہے اور عورت اپنے زاویے سے آزادی کو طلب کر رہی ہے حالانکہ دونوں اپنی اپنی حدود میں آزاد ہیں۔ بس ان کو ایک دوسرے کا خیال رکھنا ہے۔ پیار میں رہنا ہے تا کہ معاشرہ میں امن رہے۔ معاشرہ کیوں خراب ہے اس کی وجہ عورت کا غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے، اولاد کی ناقص تربیت ہے،

بچپن سے نوک پلک درست نہ رکھی ہے، بچوں کو وقت نہیں دیا، بچوں کی نگرانی ٹھیک نہیں کی، جس کی وجہ سے معاشرہ خراب ہوا ہے۔

مرد اور عورت کی ذمہ داری برابر ہے۔ مرد اور عورت کو آزادی ہونی چاہیے مگر ان کے درمیان والی پیار کی دیواریں گرا کر یہ حاصل نہیں ہونی چاہیے۔

اعتدال پسندی اور روشن خیالی ضرور ہونی چاہیے مگر اس سے غلط مطلب نہیں نکالنا چاہیے۔ اس کے مفہوم سے مکمل آگاہی ہونی چاہیے۔ اعتدال پسند رویے نہایت لازم ہیں۔ روشن خیال مرد اور عورت زندگی کے دونوں پہلوؤں منفی اور مثبت کا خیال رکھتے ہیں۔ تنگ نظر صرف ایک راسخ شدہ خیال پر مر جاتا ہے۔ بے اعتدال رویے عذاب ہیں۔ جو مرد، عورت کی ادنیٰ کمزوریوں کو معاف نہیں کرتا، وہ اس کی اعلیٰ خوبیوں سے کبھی بہرہ مند نہیں ہوسکتا۔ ہر مرد دو عورتوں سے محبت کرتا ہے، ایک وہ عورت جس کی تخلیق اس کا خیال کرتا ہے اور ایک وہ عورت جو ابھی شرمندہ ولادت نہیں ہوئی۔ عورت مرد کی حفاظت ہے مگر عورت مرد سے حفاظت کی خواہش مند ہے۔

نتیجہ، عورت کے لیے اعلیٰ اور عمدہ تعلیمی معیار قائم کرنا ہوگا۔ عورت کو زندگی کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہوگا۔ اعلیٰ قوم کے لیے اعلیٰ ماؤں کا وجود نہایت لازم ہے۔ عورت اپنی ذمہ داری پوری کرے، یہ مکمل آزادی ہے۔ اعلیٰ اور پاکیزہ سوچ رکھنے والی ماں اپنی اولاد کی اعلیٰ تربیت کی ضامن ہے۔ ماؤں کی ذمہ داری قوم کا بوجھ بانٹتی ہیں، قوم کی تشکیل میں مدد دیتی ہیں۔

مرد کو یہ ذمہ داری مکمل طور پر قبول کرنی ہے کہ ضروریات زندگی اس نے پوری کرنی ہیں اور بچوں کو، بیوی کو ذہنی دباؤ میں نہیں رکھنا ہے، یہ پیار اور آزادی کے تقاضے ہیں۔

ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کہاں جانا ہے؟ منزل کہاں ہے؟ وقت کتنا لگے گا؟ بس پھر کامیابی بھی ہے، آزادی بھی ہے، پیار بھی ہے، سب کچھ ہمارا نصیب ہے۔ بس عورت، عورت رہے گی تو مرد، مرد رہے گا۔

☆☆

نئے پرانے زخم

جب زندگی کے نئے پرانے زخم کھلنے شروع ہو جائیں تو سمجھ لو احساس بیدار ہونے لگا ہے۔ زندگی میں ایک نئی زندگی جنم لینے لگی ہے۔ شعور نے سانس لینا شروع کر دیا ہے۔ انسان کے اندر والا انسان ہوش میں آ رہا ہے۔ پرانے زخموں کے مندمل ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ نئے زخموں سے محفوظ رہنے کی عطا ہونے والی ہے۔

جب زندگی بیدار ہوتی ہے تو نئے پرانے زخم کھلنے شروع ہو جاتے ہیں، یہ احساس زندگی کا نام، یہ شعور کی بیداری سے آگاہی ہے۔ یہ سب کب ہوتا ہے جب انسانی رشتے محبتوں اور نفرتوں کے درمیان محسوس کیے جاتے ہیں۔ جب اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ جب اعتبار کھو جاتا ہے۔ جب انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کے پیار اور محبت کے ساتھ ہاتھ ہو گیا ہے۔ جب اس کا خلوص دھوکا کھا جاتا ہے، بس پھر انسان کو نئے زخم لگتے ہیں اور پرانے کھل جاتے ہیں۔ جب مد مقابل اپنے خود ساختہ جواز سے سچا ثابت کرتا ہے۔ جب سچائی کو جھٹلایا جاتا ہے۔ جب حقیقت کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ جب احسان کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ جب مہربانیوں سے روگردانی کی جاتی ہے۔ جب مشکل وقت یاد نہیں رہتا۔ انسان بڑا عجیب ہے، یہ کلیات مطالب کا مارا ہوا ہے۔

یہ نئے پرانے زخم اس وقت کھل جاتے ہیں جب کوئی محسن کش مد مقابل آ جاتا ہے۔ جب انسان، انسان نہیں رہتا، جب صرف مطلبی رہ جاتا ہے، جب احساس کھو دیتا ہے۔

جب صرف غرضوں کو مقدم رکھتا ہے۔ پھر نئے پرانے زخم کھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان خوف زدہ ہو جاتا ہے میرے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ یہ محسن کشوں کا کردار ہے۔ ان کی کارستانی کی وجہ ہے، ان کے رویے ہیں۔ خدا ایسے لوگوں کو معاف نہیں کرتا جو دوسروں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ جو نئے زخم لگانے سے باز نہیں آتے اور پرانے مندمل نہیں ہونے دیتے یہ زندگی میں سب نئے اور پرانے زخموں کی وجہ محسن کشوں کا کردار ہے پھر وہ اپنا نام محسن رکھ لیتے ہیں۔۔۔ مجھے ایسے لوگوں سے نفرت ہے جو کردار سے محسن ثابت نہیں کرتے۔۔۔ نئے پرانے زخموں کی وجہ سے ایسے لوگ ہیں۔

☆☆

بے ثبات دنیا

دنیا کی زندگی میں اتنا لطف ہے کہ انسان حقیقت کو پہچان نہیں سکتا۔ جب انسان دنیا کی حقیقت کو پہچان لے گا تو اس کی آنکھیں خشک نہیں ہوں گی۔ دنیا کی ہوس نے انسان کو اندھا کر دیا ہے آنکھیں ہین مگر اندھا ہے صرف دیکھ سکتا ہے بصیرت سے محروم ہے۔ جب انسان دنیا کی حقیقت کو پا لے گا تو مرنے کی تمنا کرے گا۔ اس کی روح اس کے جسم میں اذیت محسوس کرے گی۔ اس کا دم گھٹنے لگے گا وہ ہر لمحہ موت کی خواہش کرے گا۔ خوف سے اس کے اندر جنگ ہو گی متضاد قوتوں کی۔ وہ منفی قوتوں کو شکست دے کر سکون محسوس کرے گا، جب دنیا کی زندگی کی انسان کو معرفت ہو گی، جب وہ رازِ ہستی پا لے گا، جب وہ حقیقت کی تہ میں اتر جائے گا، جب اس کو علم ہو گا کہ وہ بوڑھا کیوں ہوا ہے، جب اس کی نفسیاتی خواہشات دم توڑ دیں گی، جب اس کا خون اس کے جسم میں منجمد ہو جائے گا، جب اس کی سوچیں اسے ڈسنے لگیں گی، جب اس کا ماضی اسے یاد آئے گا، جب دنیا کی زندگی میں لطف تھا کہ یہ زندگی بے لطف کیسے ہو گئی مگر وقت نہیں ہو گا۔ جب دنیا کی زندگی کو بے حقیقت قرار دے گا، عذاب سمجھے گا، نجات چاہے گا، وفات چاہے گا لیکن یہ اس وقت ہو گا جب دنیا کی زندگی میں لطف نہیں ہو گا، جب اپنا ہی پیار اس کو زہر لگے گا، جب حقیقت کے برعکس وہ انجام دیکھے گا، قدرت کا انتقام دیکھے گا، اپنے ماضی کے کام دیکھے گا، پھر وہ اس وقت پر روئے گا جو گزر چکا ہے جو واپس نہیں آئے گا۔ پھر دنیا کی

حقیقت سے باخبر ہوگا، جب بے خبری سے باہر آئے گا، جب اعضا جواب دے چکے ہوں گے جب حساب کا وقت قریب ہوگا جب اپنے آپ کو مجبور و بے بس پائے گا، جب سب کچھ ہوگا اور کچھ نہ ہوگا، پھر دنیا کی حقیقت نظر آئے گی۔

دنیا ایک نشہ ہے، مر رہا ہے لیکن جانے کو جی نہیں چاہ رہا، طاقت جواب دے چکی ہے، مگر استعمال کرنا چاہ رہا ہے، یقین سرہانے کھڑا ہے، اس سے انکاری ہے، حقیقت نظر آ رہی ہے مگر اس سے آنکھیں چرا رہا ہے، گزرے ہوئے لطف اندوز لمحوں کو یاد کر رہا ہے مگر دنیا کی زندگی میں اتنا لطف ہے کہ جینے کی تمنا ابھی باقی ہے۔ ابھی آس ہے کہ زندگی میں لطف باقی ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

انسان دنیا کو سب کچھ سمجھ رہا ہے جبکہ یہ کچھ نہیں نہایت عارضی ہے زندگی اس طرح گزرتی ہے کہ انسان کو محسوس ہی نہیں ہوتا، بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپا اور پھر موت کا انتظار، اقتدار اور پھر محرومی۔ جو تقدیر کے خلاف لڑتا ہے وہ خوف سے مرتا ہے۔

تذبذب

تذبذب شدہ انسان اغراض اور مقصد کے درمیان دو راہے پر کھڑا ہے۔ اصول اور بے اصولی کے سنگم پر عدم فیصلہ کو تھامے ہوئے ہے۔ بلندی اور پستی کے درمیان خلاء میں معلق ہے اور سارے ایسے لوگ تذبذب کا شکار ہیں۔ فتح اور شکست کے درمیان اس انتظار میں کھڑے ہیں کہ ان کے انتخاب میں مصلحت آڑے آ رہی ہے۔

کائنات کی عظیم ہستیوں کے فیصلے بڑے عظیم ہوتے ہیں۔ وہ بے اصولی کو اصول پر، اغراض کو مقاصد پر، پستی کو بلندی پر اور شکست کو فتح پر قربان کر دیتے ہیں۔ زہر کو مشروب تسکین روح سمجھ کر نوش کر جاتے ہیں۔ اپنی موت کو اپنے کاندھے پر خود اٹھا کر سلواڈور کی گلی سے نکل کر میدان میں اس پر چڑھ کر اپنی موت کا انتخاب کرتے ہیں۔ اپنے گھر سے اس عزم کے ساتھ نکلتے ہیں کہ موت کے سارے کارڈ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ بس ان کا یہ پیغام ہے کہ بغیر اصولوں کے زندہ رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ بے مقصد زندگی عذاب ہے۔ مصلحت پسندی زہر ہے اور ہر وقت فتح کی خواہش اصل شکست سے بدتر ہے۔ اصولوں کی فتح اصل فتح ہے۔ مقصد کی کامیابی فتح ہے اور فکر کی انتہائی گہرائی انسان کو کامیاب زندگی سے ہم کنار کرتی ہے۔ بس سارے لوگ تذبذب کا شکار ہیں، جہاں تک کہ زندگی اور موت کے تذبذب میں ہیں، زندگی ہے مگر مردہ جیسی، لوگ ہیں مگر حیوانوں کی طرح، اس وجہ سے تذبذب سے نہیں نکل رہے۔

☆☆

غلط فہمی

جہاں سے غلط فہمی شروع ہوتی ہے وہاں سے راہیں جدا ہوتی ہیں، وہاں سے نفرت جنم لیتی ہے، وہاں سے ذلالت کا سفر شروع ہوتا ہے، وہاں سے دوریوں کا آغاز ہوتا ہے وہاں سے رشتوں میں ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے۔ بس یہ غلط فہمی کے اسباب ہیں کہ ہم ایک شہر میں ایک دوسرے سے بیگانے ہیں، اجنبی ہیں۔ غلط فہمی کی وجہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لیے اس طرح رہ رہے ہیں جیسے ہم شہرِ خموشاں کے باسی ہیں۔ ہمسائے ہیں مگر ہمارا کوئی ہم سایہ نہیں۔ ہمارا کوئی ساتھی نہیں، غم گسار نہیں۔ بس یہ سب غلط فہمی کے اسباب ہیں، غلط فہمی کی کارستانی ہے جس کا ہم جائزہ نہیں لیتے کہ ہم نے پیدا کی ہیں یا لوگوں کی پیدا کردہ ہیں، وہ لوگ جن کی ابھی نشاندہی ہونی باقی ہے۔

جو اپنی ذات میں دیانتدار ہے اسے غلط فہمی نہیں ہوتی بلکہ وہ رویوں اور لہجوں کی زبان سے دوری کے اسباب تلاش کر لیتا ہے۔ جو لوگ غرضوں کے نیچے دبے ہوئے ہیں، لالچ کی تہ میں جمے ہوئے ہیں وہ ہر وقت غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ ان کو کوئی سمجھ نہیں رہا، ان کی بات کی تہ تک کوئی پہنچ نہیں رہا، وہ اپنا مقصد بتانے سے عاری ہوتے ہیں، منحوس رویوں سے دوری کے اسباب پیدا کرتے ہیں اور غلط فہمی کہتے ہیں۔ غلط فہمی معافی سے دور ہو سکتی ہے اگر انسان میں معافی طلب کرنے کا حوصلہ ہو، اگر اس کی نیت ٹھیک ہو، دل صاف ہو، موت یاد ہو، زندگی کا شعور ہو۔ بس بے حس لوگ ہر وقت غلط فہمی میں رہتے ہیں اور غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں، غلط فہمیاں تقسیم کرتے ہیں۔ انسان کو بے حس اور لاشعور لوگوں سے دور رہنا چاہیے تا کہ وہ غلط فہمی کی بیماری سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔ غلط فہمی مہلک بیماری ہے جو ایک کو دوسرے سے دور کرتی ہے، جس سے انسان مضطرب رہتا ہے اور لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

☆☆

دہشت گرد

او! خود ساختہ عقیدوں میں خوش وخرم بسنے والی زندہ لاشو، عقیدہ پرستوں کی مردہ نعشوں کا لاشعور ہو تم، ان والدین کو کیا جواب دو گے یوم حشر، جن کی اولادوں کو خود ساختہ جنت کی خوشخبری دے کر معصوم بے گناہ لوگوں کو حالت نماز میں شہید کرنے کی ترغیب دے رہے ہو اور خود ساختہ دین کے علمدار ٹھیکیداروں حکومت وقت کا امتحان لینا چاہتے ہو۔ انسانیت کی سوچوں سے نکل جانے والے فعلؑ کا ارتکاب کر کے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ انسانیت کو قتل کر کے انسانیت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ حق اور شرافت دو زندہ قوتوں کا نام ہے۔ کائنات کی مصدقہ قوتیں ہیں۔ تمہارا اور تمہارے پیروکاروں کے اندر شیطان جھانک رہا ہے۔ خدائی کے منکر ہو تم۔ نہ تمہارا کوئی خدا ہے اور نہ ہی تم نے کسی رسولؐ کا کلمہ پڑھا ہے۔ چند ایام سگ صفت کے دائرہ میں اپنے سانس پورے کر کے بے حس موت کے شکنجے میں سسکیاں لو گے۔ کوئی توبہ بھی قبول نہیں ہو گی تمہاری؟

دہشت گردی صرف یہ نہیں کہ تم لوگوں کو بلاوجہ قتل کرو بلکہ قلم سے بھی دہشت گردی ہوتی ہے، لاؤڈ سپیکر بھی دہشت گرد ہے اور ان پر بولنے والا سب سے بڑا دہشت گرد ہے جو اپنے جیسے بیوقوف لوگوں کو ورغلاتا ہے۔ کوئی عقیدہ دہشت گرد نہیں مگر عقیدہ میں حرام زادے دہشت گرد ہیں جو اپنے جیسے لوگوں کی سوچوں کو سلب کر لیتے ہیں۔ اپنے اردگرد اور اندر نظر رکھو۔۔۔ یہی کہیں تو نہیں چھپا دہشت گرد۔۔۔

☆☆

مذاق

لاعلمی کو فریب دینے والے لوگ مذاق کرتے ہیں۔ مذاق فن گفتگو کی مایوسی ہے۔ مذاق وہ کرتے ہیں جو حقیقت سے آشنا نہیں ہوتے۔ مذاق روح کی آلودگی ہے۔ مذاق بے حسی کی اثاث ہے۔ مذاق مفلوج سوچوں کی کارستانی ہے۔ مجذوب عقلوں کا کرشمہ ہے۔ منحوس جذبوں کی ترجمانی ہے۔ مکروہ فکروں کی عکاسی ہے۔ بے حس زندگی کی مستی ہے۔ اندھے شعور کی شرارت ہے۔ ضمیر کی شرمندگی ہے۔ احساس کی محرومی ہے۔ احترام کی بے حرمتی ہے۔ انسانیت کی نفی ہے۔ دل کو دُکھانے والا ہتھیار ہے۔ جاہل لوگوں کی نشتر بازی ہے۔ عقل کا بچپنا ہے۔ لاشعور کا پاگل پن ہے۔ شعور سے دھوکا بازی ہے، فریب ہے۔

لوگ ایک دوسرے کے مزاج کو شکست دینے کے لیے مذاق کرتے ہیں۔ مذاق وہاں تک کرو جہاں تک برداشت ہے۔ مذاق اڑاؤ مت۔ اچھے الفاظ کو بدصورت کرنے کا نام مذاق ہے۔ الفاظ کی بے حرمتی مذاق ہے۔ انسانی اقدار کو پامال کرنے کا نام مذاق ہے۔ احترام کے معیار کو کم کرنا مذاق ہے۔ انسان کی انا کو زچ کرنا مذاق ہے۔ مذاق اچھی بات نہیں۔ مذاق سمجھانے کا سب سے بھونڈا طریقہ ہے۔ مذاق سے سمجھانے والے لوگ خود ناسمجھ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ احترام زندگی، احترام مزاج سے عاری ہوتے ہیں۔ عقل کے نابالغ لوگ مذاق کرتے ہیں۔ مذاق کرنے والا مزاج آشنا نہیں ہوتا۔ مذاق کرنے والے لوگ بیمار رویوں سے اپنے نفس کو تسلی دیتے ہیں۔ ان کا شعور سویا ہوتا ہے اور لاشعور چالاک ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کا مذاق اڑا کر ہنستے ہیں۔ مذاق عزت نفس سے چھیڑ خانی

ہے۔ عزت نفس سے بدتمیزی ہے۔ یہ بدصورت طعنہ ہوتا ہے جو بدسیرت لوگوں کی زبان پر ہمیشہ رہتا ہے۔ یہ بدزبان لوگوں کے بیمار رویے کا نام ہے۔ مذاق کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ مذاق کر کے حاصل کچھ نہیں ہوتا اور کبھی کبھی انتہائی نقصان ہو جاتا ہے۔ لوگ اس شعور سے عاری ہیں کہ وہ مذاق کیوں کرتے ہیں؟ وہ مذاق جس سے انسانیت کی توہین کا پہلو نکلتا ہو اس سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔ بلکہ انسان کو مذاق والی زندگی سے دور رہنا چاہیے۔ نہ کسی کا مذاق اڑاؤ اور نہ خود تماشہ بنو۔ یہی بہتر ہے۔

☆☆

کامیابی

ہر انسان کے نزدیک کامیابی اس کی ذات کا معیار ہے۔ بزدل، کمینے، مفاد پرست، موقع پرست اور دیگر اس طرح کی مخلوق کے نزدیک کامیابی کے لیے کسی اصول پرستی کا ہونا ضروری نہیں جبکہ دلیر، اعلیٰ ظرف، خدا پرست، حقیقت شناس، باضمیر اور دیگر اس طرح کی اعلیٰ صلاحیتوں اور خاصیتوں کے مالک کے نزدیک کامیابی کا معیار مختلف ہے۔ اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان کا ضمیر صاف اور مطمئن ہو ورنہ تو تمام لوگ کامیابی کو ایک معیار سے ماپتے ہیں۔ کامیابی یہ نہیں کہ تم نے کسی کام کو اپنی مرضی کے مطابق پا لیا ہے۔ کامیابی یہ ہے کہ آپ کسی کام کو کرنے کے قابل ہو گئے ہیں اور اس کام میں آپ نے اپنی صلاحیت سے اپنے آپ کو منوا لیا ہے۔ آپ کا کام تصدیق ہو کہ آپ اس کام کے مستحق ہیں۔ فاؤل کھیل کر جیت جانا کامیابی نہیں۔ شرافت اور دیانتداری کو دھوکا دے کر کامیاب ہو جانا کامیابی نہیں۔ کسی کے اعتماد کو کھا کر آپ فائدہ حاصل کر لیں وہ فائدہ نہیں۔ کسی کی امانت میں خیانت کر کے آپ زندگی میں تمام سہولتیں اپنے لیے مہیا کر لیں تو یہ کامیاب زندگی نہیں۔ اصول پرستی میں نقصان ہو جائے تو یہ کامیابی ہے۔ بے اصولی میں فائدہ ہو جائے تو یہ ناکامی ہے۔ تمام لوگ کامیابی کے خواہاں ہیں مگر تمام لوگ اصول پرستی کے قائل نہیں۔ جب کہ اصول پرستی کامیابی کا اصل راستہ ہے۔ سب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بہت زیادہ منافع ہو مگر سب لوگ یہ نہیں سوچتے کہ کتنے اپنے جیسے لوگوں کا نقصان کر کے وہ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ اصول پرستی کے خلاف کھلی جنگ ہے مگر تمام لوگ

اس جنگ میں شامل ہیں اور اس میں کامیابی کی تمنا رکھتے ہیں۔ ہر انسان کے نزدیک وہ کامیابی ہے جو اس کی مرضی کے مطابق اس کا حاصل ہے حالانکہ ہر وہ کامیابی، کامیابی ہے جس میں اللہ کی رضا ہے اور اصل کامیابی ہے ہی وہ جس میں اللہ راضی ہے۔ وہ مخلوق کی خدمت میں راضی ہے تو مخلوق کی خدمت کامیابی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہمسایوں سے اچھا سلوک کرو تو ہمسایہ سے اچھا سلوک کامیابی ہے۔ اس کا فرمان ہے سچ بہترین عمل ہے تو یہ عمل کامیابی ہے۔ اس کا فرمان ہے ملاوٹ نہ کرو تو ملاوٹ نہ کرنا کامیابی ہے۔ اس کا حکم ہے کم مت تولو تو کم نہ تولنا کامیابی ہے۔ اس کا حکم ہے کہ اپنے مال کے نقائص بیان کرو تو اپنے مال کے نقص بتانا کامیابی ہے۔ اصل کامیابی یہ ہے کہ آپ کا ضمیر مطمئن ہو۔ اگر آپ بہت کامیاب ہیں اور ضمیر مطمئن نہیں تو یہ ناکامی ہے۔

اپنی جان کی سلامتی کے لیے اپنے مال کی قربانی دے دیں اور اپنی عزت کی حفاظت کے لیے اپنی جان کی قربانی سے دریغ نہ کریں تب آپ اصولوں کو بچانے کا حوصلہ پائیں گے۔ جو لوگ عزت قربان کر دیتے ہیں اور مال اور جان بچا لیتے ہیں وہ ناکام لوگ ہیں۔ ان کے مقابلہ میں جو جان اور مال کھو کر عزت محفوظ کر لیتے ہیں۔

عزت کے ساتھ انسان کا نام رہتا ہے جو عزت سے مرتے ہیں ان کا نام باقی رہتا ہے گو وہ مفلس ہو مگر جو بے غیرتی سے مال کے لیے زندہ رہتے ہیں وہ اپنی ذات کے بوجھ تلے دبی ہوئی مخلوق ہے۔ جو زندگی کے ہر لمحہ میں ایک نئی موت مرتے ہیں۔ مفاد پرست اور موقع پرست ہر مفاد اور موقع پر مرتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ لوگ مرے ہوئے احساس کے ساتھ زندہ ہیں۔ جو یہ جانتے ہیں کہ اعلیٰ طرح سے موت کیسے نصیب ہو وہی جانتے ہیں زندہ رہنے کے لیے کن کن اعلیٰ اصولوں کی ضرورت ہے اور زندہ کیسے رہنا ہے، یہ اصل کامیابی ہے۔۔۔

☆☆

قضا

اے قضا! تو اس لیے ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے کب دست زندگی تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے تو تو دنیا فنا سے دنیا بقا کی طرف چل پڑے، جہاں بے چین روحیں، بے چین روحوں کا انتظار کر رہی ہیں۔ جب دنیا میں انتظار کرنے والا کوئی نہ رہے تو اسے مرنے کی تمنا کرنی چاہیے اور جب انتظار کرنے والا دنیا میں نہ رہے تو اسے ملنے کے لیے مرنے کی خواہش کرنی چاہیے۔ جب دست زندگی اٹھ جائے گا تو انسان موت کی وادی میں اتر جائے گا۔ جب دُعا والا ہاتھ نہ رہے تو انسان کو جینے کی تمنا سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔

جہاں انصاف اندھا ہو جائے وہاں اپنی حفاظت خود کرنی پڑتی ہے۔ زندگی کو محفوظ بنانا ہے تو قضا سے مشورہ گیر ہو جاؤ۔ موت سے آشنائی چاہتے ہو تو زندگی کے راز کو پانے کی کوشش کرو۔ اگر روح کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو موت سے دوستی کر لو۔ موت غم، دُکھ، درد، دور کر دیتی ہے۔

اے دست قضا! میں تیری نرم و نازک کلائیوں کو چھو کر دیکھ رہا ہوں جن سے میں راحت محسوس کرتا ہوں۔ میں نے ان میں زندگی کی لطافتوں کو محسوس کیا ہے۔ تیرے جاننے سے پہلے مجھ پر زندگی کے راز منکشف نہیں ہوتے تھے۔

اے قضا! آگے بڑھو اور مجھے ساتھ لے چلو میں دنیا کی تھکی زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں، جو کاغذ کے پھولوں کی طرح بہت خوبصورت ہے مگر میں نے خود اس سے خوشبو حقیقت کو پانے کی تمنا نہیں کی، فکر تک نہیں کیا۔

اے دست قضا! ضمیر شب میں، میں نے تجھے چھوا تو مجھے جھوٹے اور مکار لوگوں کے درمیان جینے کی تمنا ہی نہ رہی ہے۔ جو چہروں پر مکروہ فریبی تبسم سے سچے اور کھرے اعتماد کو دھوکا دیتے ہیں۔ اے قضا تو جانتی ہے میں کتنا مجرم ہوں؟ مگر مجھے لوگ فریبی کہتے ہیں شاید میں ان جیسے فریب نہیں جانتا۔

اے قضا! میں نے تیرا پیغام سن لیا ہے۔ تو یہی کہہ رہی ہے کہ سب کچھ کرنا مگر اپنی ذات کو دھوکا نہ دینا اور تو پکار پکار کر کہہ رہی ہے سب لوگ اپنی ذات کو دھوکا دے رہے ہیں۔ زندگی کے مقصد کو نہیں جانتے لہٰذا میں نے موت کی معرفت ان سے چھپا رکھی ہے۔

اے دست قضا! ہاتھ بڑھا، مجھے ہاتھ تھما، مجھے ساتھ لے جا، میں تیرا ہم سفر ہونا چاہتا ہوں۔ مجھے وہاں لے چل جہاں بے چین روحیں میرا انتظار کر رہی ہیں۔ جن کے جسموں کو میں نے تہ زمین دبا دیا تھا اور خود اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی تھی۔ وہ میری یادوں سے اتر گئے ہیں، جن کے بغیر میں ایک پل زندہ رہنا گوارہ نہیں کرتا تھا اور ابھی زندہ ہوں مگر مردہ جسم میں میری زندہ روح تڑپ رہی ہے، شاید یہ کسی سے ملنے کی آرزومند ہے۔

اے قضا! تیرا انتظار کر رہا ہوں تو کہاں ہے؟ مجھے خونخوار زندگی کے پنجوں سے نجات دلا دے۔ میں جن کے لیے زندہ رہنے کی خواہش رکھتا تھا، تمنا کرتا تھا، وہی نہیں رہے۔ وہی میرے شہر میں اپنا نیا شہر بسا گئے ہیں۔ اپنی مستقل رہائش گاہوں میں منتقل ہو گئے ہیں، جا بسے ہیں۔

اے دست قضا! میرا ہاتھ تھام اور مجھے وہاں لے چل جہاں میرا کوئی انتظار کرنے والا ہے یا مجھے اس کرب میں مبتلا رکھ جہاں میرا شعور بیدار رہے۔ میں زندہ مرنا چاہتا ہوں، میں مردہ زندہ نہیں رہنا چاہتا اور یہ تیرا دست شفقت ہے قضا جو مجھے دلاسہ دے رہی ہے اور مجھے حوصلہ بخش رہی ہے کہ اپنے یقین سے تم اپنی حیات کو جاودانی بخش سکتے ہو، جب تیرا ایمان قادر مطلق کے امر کا عملی اقرار کرے گا تو میں کیا ہوں؟ ہزاروں

قضائیں تمہیں کامیابی کا راستہ دیں گی، جب تم اپنے نفس کا محاسبہ کرو گے۔

اے قضا! بتا جب تو نے اپنا ہاتھ کسی کی محبت کے گریبان میں ڈالا ہے تو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھا ہے۔ اس سے بڑا کوئی صدمہ دنیا میں نہیں ہے کہ انسان اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں سے تہ زمین اتار دے اور خالی ہاتھ دنیا میں زندہ رہنے کی خواہش اپنے دل میں باقی رکھے، بس یہ خدائی فیصلہ ہے، انسان کو اس وقت تک موت نصیب نہیں ہوگی جب تک اس کا وقت نہ ہوگا۔

اے دست قضا! نہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں اور نہ اس موت سے جو میرے نصیب میں ازل سے لکھی ہے۔ مجھے اس دُکھ میں نہ مارنا جو قیامت کے دن کے لیے ہو۔

اے روح شناس لوگو! قضا کا پیغام سن لو۔ یہ ویسا برتاؤ کرے گی جیسا ہم زندگی کے ساتھ کریں گے۔

اے دست قضا! میرا ہاتھ تھام لے، مجھے وہاں لے چل جہاں بے چین روحیں میرا انتظار کر رہی ہیں۔

☆☆

روایات

موجودہ معاشرہ میں روایات کے خلاف جہاد کرنا حماقت ہے۔ روایات عقیدہ اور عقیدت پر حاوی ہوگئی ہیں۔ لوگ ان سے انحراف کرنا عقیدہ سے بغاوت سمجھتے ہیں۔ روایات اور حقیقت میں جب تک امتیاز کا شعور نہیں آئے گا انسان میں اصلاح کا عمل جاری نہیں ہوگا، اس کی فکر بیدار نہیں ہوگی۔ روایات نے لوگوں کو ان کے خیالات سے باندھ دیا ہے۔ روایات اختلاف کو جنم دیتی ہیں۔ روایت سچائی کے خلاف ایک دلیل ہے جو ناقص ہے۔ روایت کرنے والا جتنا سچا ہے اتنی ہی روایت سچی اور درست ہے۔ سچائی کا معیار انسان کا کردار ہے، کردار کی صداقت ہی اصل گواہ ہے۔ روایت پرست معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا۔ جہاں روایت کو دین سمجھا جارہا ہے وہاں دین کو روایت سے آگے کچھ نہیں سمجھا جارہا۔

رات بھر مخلوق خدا کو بے آرام کر کے ثواب کمانا روایت ہے یا دین ہے۔ مخلوق خدا کو تکلیف دے کر عقیدہ کو خوش کرنا روایت ہے یا دین ہے۔ اندھی بصیرت اور بہری سماعت کی وجوہات روایت پرستی ہے۔ روایت پرست لوگ سچی بات کرنے اور سچی بات سننے سے ڈرتے ہیں ان کے نزدیک روایت ہی حقیقت ہوتی ہے۔ روایت پرست خود ثواب لیتے ہیں اور دوسروں کو عذاب دیتے ہیں۔ نظریہ ثواب روایت پرستی کی پیداوار ہے ورنہ تو انسان کے نزدیک نظریہ نیکی ہے۔ نیکیوں کا حساب ہوگا، ثواب کا کب حساب مانگا جائے گا۔ روایت ساز نظریہ ساز نہیں ہوتے۔

جو روایات پر یقین رکھتے ہیں وہ حقیقت پر بہت کم توجہ دیتے ہیں بہرحال ہر

انسان کے اندر عقیدہ کے حوالہ سے کوئی نہ کوئی یقین ضرور ہے جس سے وہ اپنے اطمینان کو فریب دیتا ہے۔ اگر مثبت قوتوں پر یقین ہے تو انسان زندگی میں کبھی ناکام نہیں ہوتا اور نہ اس کا اطمینان ضائع ہوتا ہے۔ زندگی کے ہر لمحہ سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ یقین زندگی میں انتہائی لطف کا نام ہے اگر نماز اس یقین کے ساتھ پڑھی جائے کہ یہ برائی سے بچاتی ؛ ہے، انسانیت کا محور یقین ہے۔ جب پوری دنیا روایت پرستی کی قائل ہے تو یقین پرست نایاب ہوں گے۔ یقین پرست اصولوں کے خالق ہوتے ہیں، ان کے نزدیک زندگی اور موت کی اہمیّت ایک جیسی ہے۔ وہ موت کو بھی اتنا ہی حسین سمجھتے ہیں جتنی زندگی حسین ہے بس یہ یقین کا جوہر ہے۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جو بے یقینی میں رہیں جب یقین ہو جاتا ہے تو انسان بنتا ہے۔ جب تک روایات کی پرستش ہوتی رہے گی اس وقت تک انسانیت کا سفر ادھورا رہے گا۔ روایات کو بھی ساتھ لے کر چلو مگر حقیقت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔۔۔

☆☆

عزت نفس

زندگی کو احساس دلانے کے لیے انسان کے لیے عزت نہایت لازم ہے یہ ایک جذباتی ضرورت ہے انسان جس کا ہر وقت خواہاں ہے۔ عزت نفس انسان کی ضروریات اندرونی طور پر پوری کرتی ہے اور انسان اندر سے روحانی توانائی حاصل کرتا ہے۔ کم ظرف لوگوں میں عزت نفس اور غیرت کی کمی ہوتی ہے مگر ان میں عزت کروانے کا جذبہ شدید ہوتا ہے۔ غیر ذمہ دار لوگوں کی کوئی عزت نفس نہیں ہوتی۔

عزت نفس کا خیال رکھنے والا انسان ہر وقت اپنے نفس سے رابطہ میں رہتا ہے اور ہر غلط قدم پر اس کے محاسبے کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھتا ہے، تنہائی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، خدا کی صفات کاملہ پر مکمل ایمان رکھتا ہے اور اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوتا۔ کمزور عزت نفس کا مالک اپنی غیر ذمہ داری کے حق میں بے شمار دلائل رکھتا ہے وہ جواز تلاش شخص ہوتا ہے۔

عزت نفس کا احترام کرنے والے انسان کو بے شمار مشکلات بھی پریشان نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ مشکلات پر قابو پانے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے اندر سے توانائی حاصل کرتا ہے۔ ذمہ داری انسان کو مختلف بنا دیتی ہے۔ ذمہ دار انسان وقت کے ساتھ چلتا ہے اور وقت اس کے ساتھ اس کی رفتار سے چلتا ہے۔

جو اپنی عزت نفس کا خیال رکھتا ہے اس سے دوسرے کی عزت نفس محفوظ رہتی ہے۔ جو انسان احساسات اور جذبات میں فرق محسوس کرتا ہے وہی جانتا ہے عزت اور عزت

نفس میں کیا فرق ہے۔ عزت وہ ہے جو دوسرے کرتے ہیں عزت نفس وہ ہے جس کی ہم خود حفاظت کرتے ہیں اور ہم اپنی ذات میں اپنی کرتے ہیں، دراصل اور درحقیقت یہی عزت نفس ہے جو ہمارا احساس ہمیں عطا کرتا ہے۔

جو خود سے سوال و جواب کا حوصلہ رکھتا ہے وہ خودی کی تعمیر کرتا ہے۔ بلند عزت نفس کے مالک وہی انسان ہیں جو اپنی ذات سے سوال کرتے ہیں اور درست جواب پاتے ہیں۔ وہ اپنے اندر ایک بے نیاز قوت پیدا کرتے ہیں جس سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یہ بے نیاز قوت ہی ہے جو انسان کے اندر سوال و جواب کا سلسلہ جاری کرتی ہے۔ اپنی ذات سے سوال و جواب کر کے فکر نو کو تازہ کرتے ہیں اور نئی نئی فکریں جنم لیتی ہیں ایسا کرنے سے زندگی کے ہر لمحہ میں ایک لطیف لذت محسوس کی جاتی ہے جس سے زندگی کو زندگی کا احساس ہوتا ہے جب عزت نفس کا ہر وقت خیال ہوتا ہے۔۔۔ عزت نفس پر اصل زندگی کا دارومدار ہے۔

☆☆

اشرافیہ

جس معاشرہ کی اشرافیہ کا ذہنی معیار پست ہو جائے اس معاشرہ کے عوام کو ذہنی گراوٹ کا طعنہ نہیں دینا چاہیے۔ جب کوئی قوم اپنے ہی کرداروں سے برسر پیکار ہو جائے تو ان پر عاقبت نہ اندیشوں، سازشیوں اور موقع پرستوں کا راج ہوتا ہے، حکمرانی ہوتی ہے۔ عوام کو کمی اور کم ذات سمجھا جاتا ہے۔ وہاں گماشتوں اور ہرکاروں کی تعظیم اور حیثیت کے جواز درست ہی مانے جاتے ہیں۔ خوبصورت الفاظوں سے مزین جملے عوام کی بوسیدہ حالی کے نوحے ہوتے ہیں۔

جب اشرافیہ اخلاقی قدروں سے محروم ہو جائے تو عوام کی قسمت سے خوشحالی خود بخود مٹ جاتی ہے۔ جب اشرافیہ کی آنکھیں بھوکی رہیں اور پیٹ بھرا ہوا ہو تو عوام کا خالی پیٹ یہ کیسے تصدیق کرے کہ ان کی آنکھوں میں بھوک نہیں ہے۔ معاشرہ کے کس آنگن میں کھڑے ہو کر یہ ماتم نہ کیا جائے کہ اشرافیہ کی اخلاقی قدریں برہنہ ہو گئی ہیں اور عوام کی پردہ پوشی سے اس نکیس کو ڈھانپا نہیں جا سکتا۔ جس معاشرہ میں یہ لازم ہو جائے کہ لوگ اپنی عزت بچانے کے لیے اپنے اطمینان کو فریب دینے لگیں اور اشرافیہ یہ سمجھے کہ ان کی تعزیت پر آنے والے دعا کریں گے تو ان کے بزرگوں کی بخشش ہو جائے گی، یہ سب خدا کے عدل سے دھوکا دہی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

جب اشرافیہ اپنے خدا کے خلاف دانستہ بغاوت کا ارتکاب کرتی ہے تو عوام کو باغی ہونے سے کون روکے گا۔ تمام مافیاؤں کی خلقت اشرافیہ کے جرثوموں سے ہے۔ معاشرہ کے ہر طبقہ میں ان کی اولادوں کا تخم ہے۔

جب تک اشرافیہ دیانتدار نہیں ہوگی معاشرہ کی اصلاح ناممکن ہے بلکہ ہو ہی نہیں سکتی۔

☆☆

امید

رشتے چھاؤں ہوتے ہیں اگر کبھی سایہ نہ دیں تو یاد رکھیں زندگی کی کڑی دھوپ انسان کو کندن بنا دیتی ہے۔ زمین پر گرا شخص کھڑا ہو جاتا ہے نظروں سے گرا ہوا کبھی نہیں اٹھتا۔ ان رشتوں کو نبھانے کے لیے شفاف شخصیت، مضبوط اور باعمل کردار، مضبوط قوت ارادی، پرعزم سوچ، بلند حوصلہ اور کھری سوچ کا مالک ہونا ضروری ہے۔ توقع کے مقابلہ میں حاصل صفر ہو تو یہ رشتے قائم نہیں رہتے۔ جس سے توقعات ہوں اس کی آس ختم ہو جائے تو اس امید کو کیا کریں گے جس کے سہارے توقعات کھڑی ہیں۔

جب زندگی کروٹ بدلتی ہے تو تقاضے خود بخود بدل جاتے ہیں، سوچ خود بخود تبدیل ہو جاتی ہے، احترام اغراض کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے، امید ناامیدی میں بدل جاتی ہے، جب رشتوں کے دلوں میں نرم اور گرم گوشے نہ رہیں۔ جب تمنائیں قصور وار ہوں تو امیدوں پر دشنام درازی نہیں کرنی چاہیے۔ آس اور امید ضرور رکھو مگر اسے اپنے آپ کو زندہ رکھنے کا سہارا مت سمجھو۔ لوگ اپنی زندگی کا بوجھ مشکل سے اٹھائے ہوئے ہیں، تہذیب حاضر نے رشتوں کی قدروں کو پامال کر دیا ہے۔ اغراض کی صلیبوں پر چڑھنے کا انتخاب لوگ خود کرتے ہیں۔ رشتے امید پر قائم ہوتے ہیں، امید ختم ہو جائے رشتے بے شک رہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ قریب ہیں یا دور، زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں، گھر میں ہیں یا سپرد خاک ہو چکے ہیں، شہر میں ہیں یا قبرستان میں۔ امید اس وقت رہتی ہے جب تک اسے دفن نہ کر دیا جائے۔

جو امید اور توقع پر پورا نہیں اترتے ان کے ہونے اور نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ امید کی چھاؤں نہ رہے تو انسان ہمیشہ زندگی کی کڑی دھوپ میں کھڑا رہے۔ زندگی قدم قدم پر امیدوں کا دامن تھامے ہوئے ہے اور توقعات کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔

☆☆

وقت کا قانون

اپنے وقت کے تقاضوں کو اپنی اولاد کے تقاضوں کے ترازو پر وزن مت کرو، زمانے کا یہ تقاضا نہیں۔ زمانے کے ساتھ ساتھ تقاضے بدلتے ہیں، اس طرح انسان رکا رہتا ہے جبکہ وقت چلتا رہتا ہے، گھریلو حالات معمول پر نہیں رہتے، سوچیں متصادم ہو جاتی ہیں، گھر بے سکون ہو جاتے ہیں، دماغ خراب ہو جاتے ہیں، بدبختی گھر کر جاتی ہے، بدنصیبی ذہنوں سے نہیں نکلتی۔ معاشرہ میں تمام جھگڑے تقاضوں کے ہیں جب انسان وقت کی رفتار کو ماپنے میں غلطی کرتا ہے۔ سائنس ترقی کر رہی ہے اور لوگ اپنے وقت کے تقاضوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ والدین اور اولاد کے تقاضوں میں جب فرق آتا ہے تو والدین سمجھتے ہیں اولاد نافرمان ہو گئی ہے، یہ معلوم نہیں کہ والدین اپنے وقت کے تقاضوں سے باہر نہیں نکل رہے۔ بے شک والدین اولاد کے خیر خواہ ہیں مگر وقت بہت آگے چلا گیا ہے۔ وقت تقاضوں کو جنم دیتا ہے، ضروریات کی اہمیت کو بدل دیتا ہے۔ اولاد پر اپنے زمانے کے تقاضے لاگو مت کرو کیونکہ وہ تمہارے زمانے میں نہیں، دوسرے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں۔ بس والدین اور اولاد میں یہ غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے سوچوں کا توازن بگڑ گیا ہے، جس کی وجہ سے رشتوں میں تصادم ہے، ساس اور بہو کا جھگڑا ہے۔ جو وقت کے ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے زمانہ میں اس کا احترام قائم رہتا ہے اور وہ زمانہ میں کامیاب ہے، کم سے کم پریشان ہو گا۔ انسان کو گناہ کی سزا آخرت میں ملے گی مگر حماقت کی سزا دنیا میں بھگت کر جائے گا۔ یہ انسان کی ساری پریشانیاں اس کی حماقتیں ہیں، تقاضوں کا تصادم ہے۔ وقت کے قانون کا احترام نہایت لازمی ہے شاید اس کے قانون کو کوئی جانتا نہیں اس وجہ سے اندر والے جھگڑے ہیں۔

ادھوری خواہش

ساری خواہشات پوری ہونے کی دعا مت کرو اور تمنا مت کرو اگر ساری خواہشات اور تمنائیں پوری ہوگئیں تو پھر جینے کی خواہش کا کیا کرو گے؟ جینے کی خواہش اس لیے ہوتی ہے کہ کچھ خواہش باقی رہتی ہیں۔ جینے کی خواہش اس لیے نہیں ہوتی ہے یا تو کوئی پوری نہیں ہو رہی ہوتی یا کوئی خواہش باقی نہیں جو پوری نہ ہوئی ہو۔

بدترین زندگی یہ ہے کہ کوئی خواہش پوری نہ ہو اور انتہائی بدترین یہ ہے کہ ہر خواہش پوری ہو خواہ جائز ہو یا ناجائز۔ ادھوری خواہشات کے درمیان مکمل زندگی ہے جس کے لیے انسان کے اندر زندہ جذبہ ہو اور باعمل کردار ہو۔ خواہش ضرور رکھو مگر کردار پر نظر اس سے زیادہ رکھو۔ خواہش کی تکمیل کے لیے اپنے ضمیر اور کردار کا سودا مت کرو، کردار اور ضمیر کے مطابق دعا کرو تو اللہ تعالیٰ رحم کر دیتا ہے۔ جو ہماری خواہشات پوری نہیں ہوتیں وہ ہی ہم پر رحمت کا راز ہے۔ انسان جب اپنی مرضی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی مرضی میں داخل ہوتا ہے تو وہ رحمت کر دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی خواہش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری خواہشات کا خیال رکھتا ہے مگر انسان بڑا عجیب ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کا خیال نہیں رکھتا۔ اپنی ہر خواہش پر اللہ تعالیٰ کی مرضی قربان کر دیتا ہے۔ انسان کے لیے یہ انتہائی اذیت ناک لمحات ہوتے ہیں جب وہ اپنی مرضی اور خواہشات کے تصادم میں پھنس جاتا ہے پھر وہ کسی رشتہ کے احترام کو نہیں جانتا، خدا اور مخلوق کے درمیان ہو، اولاد اور والدین کے درمیان ہو، میاں اور بیوی کے درمیان ہو، قانون اور جرائم کے درمیان ہو، ثواب اور گناہ کے

درمیان ہو۔ بس پھر انسان، انسان نہیں رہتا، جب مرضی اور خواہش سے باہر نہیں نکلتا، جب خدا کے خلاف دانستہ بغاوت کرتا ہے، خدا کو دانستہ ناراض کرتا ہے، جب اپنے اطمینان کو فریب دیتا ہے، جب نماز پڑھتا ہے نماز کے مطابق عمل نہیں کرتا، جب قول اور فعل میں فرق ہوتا ہے اس لیے پریشانی سے نہیں نکلتا۔ ادھوری خواہشات زندگی کا حصّہ ہیں۔

☆☆

بدروح

بد روحیں اپنی غذا غیبت اور بدی سے حاصل کرتی ہیں۔ بدروح اجسام مہلک بیماریوں کا شکار ہیں۔ جس جسم میں بدروح ہے اس میں سکون نہیں۔ بدروح عبادت کے نام پر اپنی ذات کے ساتھ دھوکا کی مرتکب ہوتی ہے۔ بدروح اپنا فائدہ کم سوچتی ہے اور دوسرے کا نقصان ہر وقت کرنے کے لیے تیار رہتی ہے۔

روح امر ربی ہے مگر اس میں اچھائی اور برائی لوگوں کی مرضی اور نیت ہے، انتخاب ہے۔ لوگوں کا حسن انتخاب ان کی روح کو بد بناتا ہے اور ایسے لوگ بدروح سے نیکی اور ثواب کماتے ہیں اور نظریہ جنت اور دوزخ کو اطمینان کا فریب دیتے ہیں۔ وہ اعلیٰ ہستیوں کے جائے مدفن کی زیارت کرتے ہیں مگر اپنی روح کی خباثت دور نہیں کرتے۔ وہ ان کو زندہ محسوس کرتے ہیں اور خود مردہ ہوتے ہیں۔ "مردہ زندہ کی بات نہیں سنتا"۔ زندہ روح مردہ جسم میں قید ہوتی ہے اور بدروح مردہ جسم میں آزاد ہوتی ہے۔

بدروح ہر وقت بدی کی تلاش میں رہتی ہے۔ بدروحیں ایک دوسرے کی ہم راز اور دوست ہوتی ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو خود تلاش کرتی ہیں بلکہ ایک دوسرے کا شدت سے انتظار کرتی ہیں، بے چین رہتی ہیں۔ ہر بدی اور برائی میں مشورہ گیر ہوتی ہیں۔

بدروحوں کی آنکھیں ہوتی ہیں مگر ان سے دیکھتی نہیں، یہ آنکھیں چرانے کے لیے خدا نے ان کو دی ہیں۔ ان کی آنکھیں ہر وقت بھوکی رہتی ہیں خواہ ان کا پیٹ ہر وقت بھرا ہوا ہو۔ ایک گھر کی بربادی کے لیے ایک بدروح کافی ہے۔ بدروح جب

عبادت کرتی ہے تو اس کی عبادت میں بھی خباثت ہوتی ہے۔ بدروح اپنے خدا کو فریب دیتی ہے۔ بدروح فریب کی ماں ہے۔ اس کے آنسوؤں میں شرارے ہوتے ہیں۔ اس کے رونے میں فریب کے بیج ہیں جو وہ شرافت کی کھیتی میں بکھیر کر اسے برباد کرتی ہے۔ بدروح جسموں کا انتخاب کرتی ہے جن میں ایک خاص تعفن ہوتا ہے۔ سچے اور کھرے جذبوں سے دور رہتی ہے۔ اس کی خوراک گندی سوچ اور بُرے خیال ہیں۔ نفرت، غیبت، حسد اور بغض اس کا لبادہ ہے۔ بے اطمینانی اور بے سکونی اس کے حسن کے زیورات ہیں۔

بدروح مرد میں بدتر ہوتی ہے اور عورت میں بدترین۔ بدترین عورتوں میں بدترین روح ہوتی ہے اور پھر ایسی عورتوں کے دل میں یہ بات راسخ کر دیتی ہے کہ زیارات مقام مقدسہ اور عبادات ظاہریہ سے سب کچھ مل جاتا ہے پھر یہ واردات قلبیہ سے اپنے ضمیر کو اطمیان کا فریب دیتی ہیں۔

بدروح بُرے جسموں میں سکون پاتی ہے اور اچھے اور نیک جسموں میں بے چین رہتی ہے۔ زندہ جسموں میں مردہ ہوتی ہے اور مردہ جسموں میں زندہ رہتی ہے۔

انسانیت کے اندر دو اجزائے اعلیٰ ہیں روح اور ضمیر، روح بد ہو جائے اور ضمیر مردہ ہو جائے انسان رہے مگر انسانیت نہیں رہتی، مگر لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا، لوگ بدروحوں کی پیداوار ہیں، انسان اعلیٰ روحوں سے جنم لیتے ہیں۔ عبادات سے انسان، انسان نہیں بنتا بلکہ روح کی پاکیزگی اور طہارت سے انسان، انسان رہتا ہے۔ لوگ جسموں کو ظاہری طور پر صاف ستھرا رکھ کر روح کو فریب دیتے ہیں۔ بدروح فریب خوردہ ہوتی ہے اور ہر وقت ہم جنسوں کی تلاش میں رہتی ہے۔ یہ اعلیٰ روحوں سے نفرت کرتی ہے اور دور رہتی ہے۔ بدروحیں اپنے علاوہ سب روحوں کا دھیان رکھتی ہیں۔

☆☆

کمزور کمینہ

کمزور کمینہ کسی حقیقت پر نہ کوئی دلیل قائم کرتا ہے اور نہ ہی دلیل قبول کرتا ہے۔ اس کے اندر ایک بدترین نجاست ہوتی ہے اسے چاٹتا رہتا ہے، خواہ ظاہری طور پر کتنا مذہبی نظر آئے، اپنے آپ کو ثابت کرے۔ وہ اپنی کمزوری اور کمینہ پن کو چھپا نہیں سکتا جو اس کو نظر نہیں آتا۔ ایسا انسان ہر بات کا اقرار کرے گا مگر عمل نہ کرنے کا جواز ضرور پیش کرے گا۔ ایک وکھری ٹائپ کا عزت دار کہلواتا ہے اور دوسروں کی عزت کا معیار اپنے زاویہ پر دیکھتا ہے۔ جو اس کے اندر ہوتا ہے وہ اس سے باہر نہیں نکلے گا۔ دوسروں کے خلوص کو اپنے اندر والے ترازو پر وزن کرے گا۔ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی بدنصیبی کو خود ساختہ عبادت سے دور کرنا چاہتے ہیں جو ہوتی نہیں۔ یہ پاکبازی کے ساتھ فریب کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ تنہائی میں اپنی سوچوں اور خیالوں سے گناہ کرتے ہیں اور اپنے ایمان کو اطمینان کا فریب دیتے ہیں۔ یہ سوچتے ہیں کہ ان کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، ان کے بارے میں کوئی نہیں جانتا حالانکہ دیکھنے والا دیکھ رہا ہے اور جاننے والا سب جانتا ہے جس نے عدل کرنا ہے مگر ایسے لوگ اپنے جیسے لوگوں کو تلاش کرتے ہیں۔

کمینے کمزور کا کوئی ایمان نہیں ہوتا مگر وہ اپنے ایمان کو فریب دینے کی کوشش سے دستبردار نہیں ہوتا۔ بار بار اپنے ظاہری ایمان کو دکھانے کے لیے نمازیں پڑھتا ہے اور تسبیح ہاتھ میں رکھتا ہے، زبان پر ورد ہوتا ہے اور دل میں نفرت رکھتا ہے، وہ نفرت جس کے بارے میں اسے بھی معلوم نہیں وہ کیوں ہے؟ اس کا جواز کیا ہے؟ ایسے لوگ اپنی سوچ اور خیال کے ساتھ غیر فطری فعل کے مرتکب ہوتے ہیں اور اپنے جیسے لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے اندر خوف خدا ہے حالانکہ وہ خدا کے خوف کو بھی فریب دے رہے ہیں۔ یہ کمینے کمزور ایمان دار کا دستور ہے۔

☆☆

شعور

شعور کا تعلق مذہب سے نہیں بلکہ اس انسان سے ہے جو انسان کے اندر اس کی راہنمائی کرتا ہے۔ جتنا باہر والا انسان اسے تسلیم کرتا ہے، حکم مانتا ہے، پیروی کرتا ہے، اتنا انسان کو شعور ہو گا۔

شعور کا تعلق تعلیم سے نہیں ورنہ تمام تعلیم یافتہ باشعور ہوتے۔ شعور انسان کے اندر اعلیٰ حقیقتوں کو تسلیم کرنے، اقرار کرنے، تعمیل کرنے کا نام ہے۔

شعور معاشرہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ شعور سے اعلیٰ معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

شعور انسانیت کا اعلیٰ ترین سرمایہ ہے جس سے انسانیت حیات نو پاتی ہے۔

شعور کے بغیر کوئی عبادت، عبادت نہیں، کوئی سخاوت، سخاوت نہیں، شعور سرمایہ حیات ہے، انسانیت کا محافظ ہے، اعلیٰ قدروں کی پہچان ہے، نگہبان ہے، شان ہے۔

شعور کے بغیر انسان، انسان نہیں بلکہ انسان اور حیوان کے درمیان فرق شعور ہے۔ شعور اللہ تعالیٰ کا کرم، عطا اور رحم ہے۔ یہ عطیہ پروردگار ہے۔ یہ زندگی گزارنے کا بہترین کلیہ ہے۔ یہ انسان کی عزت کا محافظ ہے۔ اس سے عزت خریدی جا سکتی ہے، اس سے عزت قائم رہتی ہے، اس سے انسان عزت دار بنتا ہے، صاحب توقیر قرار پاتا ہے، صاحب بصیرت بنتا ہے۔

شعور کے بغیر انسان، انسان نہیں، دولت ہو مگر شعور نہ ہو تو وہ اس سے بدتر ہے، غریب ہو مگر باشعور ہو۔

شعور اگر خریدا جا سکتا تو تمام دولت مند باشعور ہوتے۔ شعور انسانی حس کے حُسن کا نام ہے۔ انسانیت کی معراج کا نام شعور ہے، حسن اخلاق کا معیار شعور ہے۔ اعلیٰ رویوں کی ضمانت شعور ہے، خوبصورت لہجے شعور کے مرہون منت ہیں۔ شعور انسان کی مرکزی سوچ کا نام ہے۔ شعور انسانیت کا محور ہے بلکہ شعور انسانیت کی جان ہے۔

☆☆

بدبختی

بدبختی انسان پر بیکٹیریا کی صورت میں حملہ آور ہوتی ہے جب انسان اپنے کردار کو دھوکا دیتا ہے، اپنے قول کے برعکس عمل کرتا ہے، جب اپنے عہدوں کا پاس نہیں کرتا، جب دانستہ خدا کو ناراض کرتا ہے، جب اپنے عقیدے کے برعکس زندگی گزارتا ہے، جب وقت ضائع کرتا ہے، زندگی بے مقصد گزارتا ہے، جب کسی کے اعتماد کو کھا جاتا ہے اور اپنے اعتماد پر شک کرتا ہے، جب اپنے پر اعتبار کھو دیتا ہے، جب شعور کو سلا دیتا ہے، جب ضمیر کو فروخت کر دیتا ہے، جب اپنی مرضی کو عقل مندی سمجھتا ہے، جب شرافت کا مذاق اڑاتا ہے، جب مظلوم پر ہنستا ہے، جب ظالم کا ساتھ دے کر خوش ہوتا ہے، جب دانستہ ملاوٹ شدہ مال فروخت کرتا ہے، جب قانون خریدتا ہے اور انصاف بیچتا ہے، جب ترازو کو برابر نہیں رکھتا، جب نگاہوں میں آلودگی ہوتی ہے، جب سماعتیں بہری ہو جاتی ہیں، جب ہاتھوں میں طاقت ہوتی ہے تو اس سے ظلم کرتا ہے، جب پاؤں چلنے کے قابل ہوتے ہیں تو بدی کی طرف سفر کرتا ہے۔

بدبختی ایک بیکٹیریا ہے جو لاشعور انسان دیکھ نہیں سکتا، انسان کا شعور ہر وقت بیدار ہو گا تو اس سے بچ سکے گا۔ جو خدا کو ناراض کر کے ہمیں خوش حال نظر آتے ہیں دراصل وہ بدبخت ہیں۔ خوش بخت وہ ہیں جن کے پاس دولت نہیں مگر صحت ہے، برائی کا موقع ہے مگر برائی نہیں کرتے، جھوٹ بول سکتے ہیں مگر سچ بولتے ہیں، نقصان کر سکتے ہیں مگر فائدہ پہنچاتے ہیں، دل دکھا سکتے ہیں مگر اس فعل سے پرہیز کرتے ہیں، اس عمل کو

عبادت سمجھ کر کہ وہ ناراض نہ ہو جائے جو دلوں میں رہتا ہے۔ جو نیند میں بھی بیدار ہوتے ہیں، خدا ایسے انسان پر راضی ہوتا ہے بلکہ جس پر راضی ہوتا ہے اسے ایسا کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ بدبختی اس کے کرم کے بغیر دور نہیں ہوتی مگر جو بدبختی میں رہنا چاہتا ہے اس پر کرم نہیں کرتا، وہ جانتا ہے وہ عادل ہے۔

انسان جب نیکی کرتا ہے تو انسانیت بنتی ہے اور جب ثواب کماتا ہے تو اس سے انسان بھی نہیں بنتا جبکہ ثواب اور نیکی انسان کو انسان بنانے اور انسانیت میں رہنے کے لیے ہیں۔ انسان میں انسانیت نہ رہے تو اس کی نیکی کوئی نیکی نہیں ہے اور اس کا کمایا ہوا ثواب کوئی ثواب نہیں ہے۔ بس یہی بدبختی ہے جس کی انسان کو سمجھ نہیں آ رہی، ثواب کماتا ہے اور اپنے بدکردار پر ضائع کرتا ہے، اپنا قول پورا نہیں کرتا، اپنے عمل پر نظر نہیں رکھتا، اپنے وعدوں کا پاس نہیں کرتا جو نماز میں اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے، اپنے عقیدہ کو فریب دیتا ہے، زندگی کے مقصد کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔

بدبختی یہ ہے کہ انسان کہلوائے مگر شعور، ضمیر اور احساس مردہ ہوں۔ بدبخت نہ ہی کوئی گھر میں ہو اور نہ ہی باہر سے ملے ورنہ گھر تباہ اور معاشرہ برباد ہو جائے گا۔ ہمارے اردگرد یہ سب بدبختی کے میلے ہیں، کچہری، تھانے، ضمیر کی خرید و فروخت کی منڈیاں، شرافت کا لباس پہنے ہوئے ڈاکو، لٹیرے، اپنے آپ کو خوش قسمت کہنے والے کفن پوش مردے، زندہ چلتی پھرتی لاشیں سب بدبخت ہیں۔

☆☆

بلاوجہ

جو بلاوجہ کسی سے نفرت کرتے ہیں کوئی بلاوجہ ان سے نفرت کرتا ہے۔ جو بلاوجہ جھوٹ بولتے ہیں وہ بلاوجہ جھوٹ میں رہتے ہیں۔ جو بلاوجہ پیار کرتے ہیں وہ بلاوجہ پیارے ہوتے ہیں۔ جو بلاوجہ ناراض رہتے ہیں کوئی بلاوجہ ان سے راضی نہیں رہتا۔ جو بلاوجہ دوسروں کو اذیت دیتے ہیں وہ بلاوجہ کسی نامعلوم اذیت میں رہتے ہیں۔ جو کسی کو بلاوجہ تنگ کرتے ہیں کوئی بلاوجہ ان کو تنگ رکھتا ہے۔ کوئی بلاوجہ کسی کی غیبت کرتا ہے کوئی بلاوجہ اس کو وقت دیتا ہے۔ جو بلاوجہ دوسروں پر شک کرتے ہیں بلاوجہ ان پر کوئی دوسرا شک کرتا ہے۔ جو بلاوجہ کسی کی عزت نفس سے کھیلتے ہیں کوئی بلاوجہ ان کی عزت نفس کو مجروح کرتا ہے۔

جو دانستہ خدا کو ناراض کرتے ہیں خدا دانستہ ان سے ناراض رہتا ہے مگر ایسے لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا جو اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر فوقیت دیتے ہیں۔ خدا ان کو اپنی مہربانی سے محروم کر دیتا ہے جو بلاوجہ انسانیت کی بے عزتی کرتے ہیں۔ خدا جب ناراض ہوتا ہے تو شعور سے محروم کر دیتا ہے۔ وہ انسان کے رویوں سے ظاہر ہوتا ہے، وہ انسان کے اندر ایک مقدس جذبہ پیدا کرتا ہے جو انسانیت سے پیار کرتا ہے۔ زندگی کے مختصر ہونے کا یقین موت سے کرواتا ہے، جب انسان کسی قریبی رشتہ دار کے جنازے میں شامل ہو کر ثواب دارین سے اپنے دامن کو پُر کرتا ہے اور اس ثواب دارین سے کچھ حاصل نہیں کرتا۔ جو لوگ سچ سے دست بردار ہو جاتے ہیں، جو چھپ کر سچ بولتے ہیں، چھپ کر گناہ کرتے ہیں، وہ جو خدا کا حکم نہیں مانتے خدا ان کے بخت کی حفاظت نہیں

کرتا۔

خدا اپنے بندوں سے ناراض نہیں ہوتا اور نہ ہی خدا کے بندے خدا سے ناراض ہوتے ہیں۔ خواہ ان کا کیسا ہی امتحان ان کا خدا ان سے لے، نہ جانے لوگ ایسے بندوں کا احترام کیوں نہیں کرتے جو ہر وقت خدا کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور بلاوجہ ان سے دور رہتے ہیں، ان کی غیبت کرتے ہیں، ان کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔۔۔ بلاوجہ کسی کے خلاف کوئی بات مت کرو بلکہ وجہ بھی ہو تو اسے خدا کے نام پر معاف کر دو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔۔۔

☆☆

وقت

جو وقت سے پہلے نتیجہ کے متمنی ہوتے ہیں وہ وقت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ وقت فیصلہ کرتا ہے جو وقت چاہتا ہے۔ جو وقت کو فریب دیتے ہیں وہ خود فریبی میں مبتلا رہتے ہیں۔ وہ بے نصیبی سے ہم کنار رہتے ہیں۔ جو وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کی تشخیص غلط کرتے ہیں وہ ہر وقت ذہنی طور پر بیمار رہتے ہیں۔ وقت کا علاج وقت کرتا ہے، جو لاعلاج ہوتے ہیں وقت ان کا کبھی علاج نہیں کرتا۔ جو وقت کی زبان سمجھتے ہیں وقت ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ جو وقت کو دھوکا دیتے ہیں وقت ان کو ہر وقت دھوکے میں رکھتا ہے۔ جو وقت کو ضائع کرتے ہیں وہ بخت کو ضائع کرتے ہیں۔ جو وقت کی بات نہیں سنتے وقت ان کے لیے بہرہ ہوتا ہے۔ جو وقت کی بات دھیان سے سنتے ہیں وہ کبھی ناکام نہیں ہوتے۔ جو وقت کے فیصلے وقت پر کرتے ہیں وقت ان پر رحمت کرتا ہے۔ جو وقت کی بات غور سے سنتے ہیں وقت غور سے ان کا خیال رکھتا ہے، وہ وقت کے ہم راز ہوتے ہیں بلکہ وقت ان کے نزدیک ایک راز ہے جس سے وہ ہمیشہ نتیجہ درست پاتے ہیں۔ صدیوں کا کرب لمحہ لمحہ وقت کی شہ رگ سے ٹپکتا ہے اور ہر لمحہ وقت کا ایک جواب ہوتا ہے۔ وقت شناس فرض شناس ہوتے ہیں۔ جو وقت کی رفتار کو غلط ماپتے ہیں وہ ہمیشہ فیصلے غلط کرتے ہیں۔

وقت کی پکار سنو اور اس کی ہر بات کو یقین مانو، جو وقت کہتا ہے وہی درست ہوتا ہے۔ جو وقت کو بہلاتے ہیں وہ خود بہل جاتے ہیں۔ وقت شناس لوگ وقت کو

پہچانتے ہیں اور اس کی قدر کرتے ہیں۔ جو وقت کی قدر نہیں کرتے وہ مایوسی سے کبھی نہیں نکلتے۔ جو وقت کو بے وقت کر دیتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ جو وقت کا اندازہ غلط لگاتے ہیں وہ دور جا نکلتے ہیں جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ جو وقت کی سُر اور لے سے واقف نہیں وہ وقت سے لطف اندوز نہیں ہوتے۔

جو وقت گزر جائے اس سے سبق حاصل کرو، جو موجود ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور جو آنے والا ہے اس کی منصوبہ بندی کرو، دیکھو تو وقت تمہارا کیسا ساتھ دیتا ہے۔ جو وقت ضائع کرتے ہیں وہ زندگی ضائع کرتے ہیں، بخت ضائع کرتے ہیں بلکہ انسانیت کا نقصان کرتے ہیں، ملک، قوم اور خاندان کے دشمن ہیں، اولاد پر ظلم کرتے ہیں۔

وقت پرست لوگ امن پرست ہوتے ہیں، نہایت ذمہ دار ہوتے ہیں، وہ وقت سے وقت کی زبان میں بات کرتے ہیں، وقت کا انتظار نہیں کرتے بلکہ وہ ان کا انتظار کرتا ہے، رکا رہتا ہے۔ زبان دراز وقت کو اذیت دیتے ہیں اور پھر وقت انہیں معاف نہیں کرتا، وہ ہمیشہ مصیبت میں رہتے ہیں۔

اے وقت کے قدر شناس لوگو! ان لوگوں کو وقت کی قدر سے آگاہ کرو جو وقت ضائع کر دیتے ہیں اور پھر افسوس کرتے ہیں، جب افسوس کا وقت نہیں ہوتا، ایسے بے قدر لوگ ساری زندگی اذیت اور کسمپرسی میں گزار دیتے ہیں۔ جو وقت کو فضول لڑائی جھگڑے، بدمزاجی اور بدامنی میں گزار دیتے ہیں وہ وقت کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کو بھی اذیت دیتے ہیں، لوگ تو وہی رہتے ہیں مگر وقت وہ نہیں ہوتا، جس وقت کی وہ بات ہوتی ہے۔ وقت کی بات وقت پر کرو اور ہر بات کا ایک وقت ہوتا ہے۔

☆☆

زندہ

وہ انسان زندہ ہے جو خدا کو سمیع و بصیر مانتا ہے اور اس پر یقین محکم رکھتا ہے۔ ایسا انسان جب کوئی کام سرانجام دیتا ہے تو اس میں زندہ ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ جو لوگ خلاف فطرت زندگی گزارتے ہیں وہ خدا کو خدا نہیں مانتے۔ جو لوگ دانستہ خدا کو ناراض کرتے ہیں وہ زندہ نہیں ہیں، وہ چلتے پھرتے کفن پوش مردہ ہیں اور وہ حیوان ہیں جو خدا کو سمیع و بصیر مانتے ہیں اور پھر اس کے برعکس عمل کرتے ہیں۔ جو لوگ حواس خمسہ کی تسکین کے لیے خدائی اصولوں سے انحراف کرتے ہیں وہ زندہ نہیں۔ زندہ وہ ہے جس کو ہر لمحہ احساس ہو کہ وہ، وہ تو نہیں کر رہا جس سے منع کیا گیا ہے۔ جب تک انسان اپنے اطمینان کو فریب دیتا رہے گا اس وقت تک نہ وہ زندہ ہو گا اور نہ ہی اسے سکون نصیب ہو گا۔ سکون صرف زندہ احساس انسان کو نصیب ہوتا ہے بلکہ سکون صرف ہے ہی اس کے لیے جو خدا کو سمیع و بصیر عملی طور پر مانتا ہے، اس پر یقین کامل رکھتا ہے۔

جب تک انسان اپنے آپ کو زندہ ہونے کا احساس نہیں دلائے گا وہ کبھی بھی زندہ نہیں ہو گا اور یہ اس وقت ممکن ہے جب انسان کو زندگی اور موت کے درمیان فرق کا احساس ہو گا۔ سانس لینا زندگی نہ ہے اور نہ ہی سانس بند ہو جانا موت ہے۔ سانس جاری ہو تو بھی انسان مردہ ہے اور سانس رک جائے تو بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے جب اس کے نزدیک مقصد عظیم اور نیک ہو وہ کسی اعلیٰ منزل کے لیے شہادت ہے۔ خدا ایسے بندہ کو زندہ کہتا ہے اور ہمیں کہتا ہے کہ تمہیں شعور نہیں۔ جس کو زندہ اور مردہ کے درمیان شعور

نہیں وہ اپنے آپ کو انسان کہے وہ اس کی مرضی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مرضی کو پسند نہیں کرتا۔ زندہ عمل سے ثابت کرنا ہے قول سے نہیں۔ قول کے مطابق سب زندہ ہیں۔ عمل کے مطابق وہ زندہ ہیں جنہوں نے شہید کی گواہی نوک نیزہ پر دی۔ زندہ کا زندہ کے ساتھ رشتہ ہے۔

☆☆

ایک سوال

ایک دن باپ نے اپنے چار بچوں سے سوال کیا، آپ کس سے راضی ہیں؟ ایک نے جواب دیا آپ سب میرے دشمن ہیں، دوسرے نے جواب دیا میں کسی سے راضی نہیں، تیسرے نے جواب دیا میں باپ اور ماں سے راضی نہیں، چوتھے نے جواب دیا میں سب سے راضی ہوں۔ اب جواب دو خدا کس سے راضی ہے؟ خدا اس سے راضی ہے جو سب سے راضی ہے خواہ سب اس سے ناراض ہوں۔ خدا جب راضی ہوتا ہے تو وہ انسان کے رویوں اور لہجوں سے ظاہر ہوتا ہے اور جب ناراض ہوتا ہے تو بدتمیز لہجے اور رویے اس کا نصیب بنا دیتا ہے اور پھر زندگی بھر ایسا انسان ان میں کڑتا رہتا ہے۔ جو والدین کی بددعائیں لیتے ہیں خدا ان کی دعائیں سنتا ہی نہیں، دھیان ہی نہیں دیتا۔ پھر ایسے لوگ اذیت ناک، کربناک اور غضب ناک زندگی بسر کرتے ہیں۔ والدین نہیں رہتے اور ایسے لوگوں کو معافی بھی نہیں ملتی اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔

ایسے لوگ ایسی زندگی کا خود انتخاب کرتے ہیں اور پھر ساری زندگی اس میں رہتے ہیں۔ جب وقت ہو تو اس پر نظرثانی کر لو، ماں باپ اولاد کے دشمن نہیں ہوتے مگر اولاد کو جب غلط فہمی ہو جائے تو وہ لاعلاج ہو جاتی ہے۔ وہ گھر تباہ ہو جاتے ہیں، وہاں سے خوش نصیبی کوچ کر جاتی ہے۔ اس گھر کا سکون برباد ہو جاتا ہے، وہاں بیماریوں کا ڈیرہ لگ جاتا ہے، وہاں مفلوج سوچیں قیام کر جاتی ہیں، وہاں جذبے مرحوم ہو جاتے ہیں، وہاں فکریں زنگ آلود ہو جاتی ہیں، وہاں فہم بند ہو جاتے ہیں، دکھ نصیبوں کو کھا جاتے ہیں۔ درد ہر وقت دل میں رہتا ہے اور پھر ایک ہی سوال ہوتا ہے یہ سب کیا ہے؟ کیوں ہے؟ اس کا ایک ہی جواب ہے، ہمارے لہجوں اور رویوں کا صلہ ہے۔

انسانیت

انسانیت کسی مذہب کا نام نہیں بلکہ سب سے اعلیٰ مذہب انسانیت ہے۔ جس مذہب میں انسانیت کا احترام نہیں وہ مذہب انسانوں کا نہیں، نہ ہی اس مذہب میں کوئی انسان ہے اور نہ ہی ایسے انسان میں مذہب نام کی کوئی شے ہے۔ ہر مذہب انسانیت کا درس دیتا ہے، جس مذہب کے پیروکار قتل کا درس دیتے ہیں وہ قاتل مذہب ہے اور قاتلوں کا مذہب ہے، دہشت گردوں کا مذہب دہشت گردی ہے۔ فرقہ واریت پھیلانے والوں کا مذہب فرقہ پرستی ہے خدا پرستی نہیں۔ خدا پرستوں کا مذہب انسانیت پرستی ہے۔ جو انسانوں کو مذہب کے نام پر اذیت دیتے ہیں ان کے مذہب کا نام اذیت پرستی ہے وہ اپنی ذات کو بھی اتنی ہی اذیت دیتے ہیں جتنی اذیت کا بندوبست دوسروں کے لیے کرتے ہیں۔

انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان، انسان بن کر رہے خواہ اس کے اردگرد حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ انسان کو انسانیت سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے خواہ زندگی داؤ پر لگانی پڑے، نہ جانے لوگ اپنی قیمت لگا کر انسانیت سے دستبردار کیوں ہو جاتے ہیں یقیناً وہ انسانیت کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

انسانیت انسان کے بھرم کا نام ہے، انسان کی عظمت کا نام ہے، انسان کے وقار کا نام ہے، انسان کی حیات کا نام ہے، نہ جانے لوگ انسانیت کا خیال کیوں نہیں رکھتے، جب دعوتوں میں کھانا کھاتے ہیں، جب بند پھاٹک پر گاڑیاں آمنے سامنے کھڑی کر دیتے ہیں، جب مال میں ملاوٹ کر کے نماز باجماعت کے لیے دوڑ کر نماز میں شامل

ہوتے ہیں، جب اپنے اطمینان کو فریب دینے کے لیے جھوم جھوم کر مذہب کی باتیں سنتے ہیں جن کے مطابق زندگی نہیں گزارتے، عمل نہیں کرتے۔ جب دانستہ گاہک کے اعتماد کو کھا جاتے ہیں، جب بات بات پر قسمیں اٹھا کر انسانیت کو باور کراتے ہیں کہ ہم انسان ہیں۔ افسوس ہے جب انسانیت شرمندہ ہوتی ہے تو لوگ خوش ہوتے ہیں، افسوس ہے---

☆☆

ذہنی پسماندگی

پسماندہ ذہن نہ ہی ترقی کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے سکون نصیب ہوتا ہے۔ ایسا آدمی سطحی سوچ کا حامل ہوتا ہے خواہ کتنا ہی دولت مند ہو اور تمام خواہشات اور ضروریات بلا تامل پوری ہوتی ہوں۔

ذہنی پسماندگی انسانیت کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ پسماندہ قوم ہو تو ملک پسماندہ رہتا ہے۔ آدمی پسماندہ ہو تو اس کا گھر پسماندہ رہتا ہے۔ انسان اس وقت بنتا ہے جب ذہنی پسماندگی دور ہو۔

تمام عبادات ذہنی پسماندگی دور کرنے کے لیے ہیں۔ جس عبادت کے بعد ذہنی پسماندگی دور نہ ہو وہ فضول عبادت ہے۔ جو لوگ عقیدہ پرست ہیں مگر وہ ذہنی پسماندگی دور نہیں کر رہے تو وہ اپنے عقیدہ کو اطمینان کا فریب دے رہے ہیں کیونکہ جس عقیدہ کے بس میں ہماری سوچوں کو بدلنے کی صلاحیت نہیں وہ عقیدہ غلط ہے یا ہم غلط ہیں۔ پسماندہ ذہن لوگ کبھی بھی انسانیت کی طرف سفر نہیں کر سکتے۔ وہ مطلب پرستی سے باہر نہیں نکل سکتے۔ وہ موقع کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے خواہ اس موقع میں انتہائی رسوائی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ پسماندگی کی انتہا ہوتی ہے۔ پسماندہ ذہن ہر وقت اپنے اندر وہ سوچ رکھتا ہے جو خدائی اصولوں کی نفی ہے۔

ذہنی آسودگی اصل دولت ہے۔ ذہنی طور پر آسودہ انسان اس وقت تک رہ سکتا ہے جب اس کے حواس خمسہ پوری طرح حالت ایمانی میں ہوں۔ جدھر اس کی نظر ہو ادھر

ہی اس کی توجہ ہو۔ جدھر اس کے کان ہوں ادھر ہی اس کی سماعتیں ہوں۔ کان اور آنکھ تجزیہ کرے انسان کے ذہن کو وہ چیز مہیا کریں جو اس کی پسماندگی کو دور کریں، اس کو آسودہ رکھیں، اسے صاف اور اجلا رکھیں۔ تمام دین اور انبیا علیہ السلام ذہنی پسماندگی دور کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔

ذہنی پسماندگی انسان کی اندر والی غلاظت کو دور نہیں ہونے دیتی اور ذہنی پسماندگی مطلب پرستی سے کبھی باہر نہیں نکلتی۔ ذہنی پسماندگی خدا پرستی سے دور رکھتی ہے جبکہ ذہنی آسودگی ہی اصل دولت ہے اور سارے مذاہب ذہنی آسودگی کے لیے ہیں جبکہ تمام مذاہب کے ٹھیکیدار ذہنی آلودگی اور پسماندگی پھیلانے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

انسان جب گفتگو کرتا ہے تو اس کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ کیا وہ کوئی ایسی بات تو نہیں کر رہا جس میں سچائی کے ہوتے ہوئے سچ نہیں بول رہا۔ حقیقت کے ہوتے ہوئے صداقت کی گواہی نہیں دے رہا تو یہ سب ذہنی پسماندگی ہے۔ ایمان سے انحراف ہے۔ سچ نہ بولنا ذہنی پسماندگی ہے۔ ملاوٹ کرنا، رشوت لینا، دو نمبر کام کرنا، ہر وقت جائز اور ناجائز فائدہ کی ٹوہ میں رہنا، غیبت کرنا، حسد، بغض، نفرت یہ سب ذہنی پسماندگی کی وجہ سے ہیں۔ کچھ ذہنی پسماندگی یہ ہے جو تمہاری ذات کے لیے نقصان دہ ہے اور کچھ وہ ہے جو سارے معاشرہ کو پسماندہ رکھتی ہے مثلاً وقت ہو اور انسان ضائع کر دے۔ کاہلی، سستی، مایوسی، فضول گفتگو۔ یہ ذہنی پسماندگی کی انتہائی بیماریاں ہیں۔ انسان کو زندگی کو زندگی سمجھ کر گزارنا چاہیے جس میں زندہ شعور ہو، زندہ احساس ہو، زندہ جذبہ ہو۔ ہر وقت زندگی کے مقصد پر نظر ہو۔ فضول اور واہیات حرکات سے دور رہے تب جا کر انسان کے ذہن سے پسماندگی دور ہو سکتی ہے۔ انسان کے پاس دنیا کی تمام آسائش ہو مگر ذہنی طور پر پسماندہ ہو تو وہ انتہائی ذہنی غریب ہے۔ ذہنی غریب انسان اپنی ذات کو اذیت دیتا ہے جس کا اسے خود بھی معلوم نہیں ہوتا۔ اس سے بڑی کسمپرسی اور کیا ہے کہ انسان اپنے بارے میں بہت کم جانتا ہو۔ جو انسان اپنے بارے میں بہت کم جانتا ہے وہ

پسماندہ ذہن ہے۔ اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ جو کر رہا ہے کیوں کر رہا ہے؟ اگر گناہ کر رہا ہو اور اسے احساس تک نہ ہو تو اس سے آگے ذہنی پسماندگی نہیں ہو سکتی۔ جب احساس گناہ نہ رہے تو یہ پسماندہ ہونے کی آخری حد ہے۔ یہ ترقی یافتہ، ترقی پسند اور پسماندہ کا معیار ظاہری ترقی نہیں۔ جو ذہنی طور پر پست ہیں وہی ذہنی پسماندہ ہیں۔ اصل انسان وہی ہے جو ذہنی پسماندہ نہیں گو انتہائی غریب ہے۔ اے لوگو! سب سے زیادہ توجہ اور خیال ذہنی پسماندگی کی طرف رکھو۔

تمام تعلیمی اور علمی ادارے ذہنی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں اگر پھر بھی ذہنی پسماندگی دور نہیں ہو رہی تو ان کا کوئی فائدہ نہیں ماسوائے مالی فائدہ کے۔ مالی فائدہ ہو مگر ذہن پسماندہ ہو جائے تو یہ اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ نقصان ہے۔ حکومتی سطح پر اگر پسماندگی ہے تو عوام میں اس کا ہونا ضروری ہے۔ اگر حکومتی ذمہ داران لوٹ مار کرتے ہیں تو عوام کو کیسے روکا جا سکتا ہے۔ اگر حکومت پسماندگی دور نہیں کرے گی تو عوام پسماندگی میں رہیں گے۔ اگر کرسی پر پسماندہ ذہن ہے تو کرسی کے سامنے کھڑے ہوئے انسان کو پسماندگی کا طعنہ نہیں دیا جا سکتا۔ اگر پیش امام پسماندہ ذہن ہے تو مقتدی کو پسماندہ ہی ہونا چاہیے۔ اگر مقرر پسماندہ ذہن ہے تو سامعین کو پسماندہ ہونا چاہیے۔ ذہنی پسماندگی کی وجوہات یہ ہیں کہ انسان سچ کے ہوتے ہوئے سچ نہیں بول رہا، حقیقت کے ہوتے ہوئے حقیقت سے انکار کر رہا ہے۔ اپنے گھر سے برائی دور نہیں کر رہا اور دوسروں کے گھر کی برائی کے بارے میں فکر مند ہے۔ یہ سب پسماندہ ذہن کی کارستانی ہے۔ جو خود نہیں کرتا وہ دوسروں کو کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

ذہنی طور پر پسماندہ انسان جواز تلاش ہوتا ہے خواہ دنیا کی سطح پر ہو، ملکی سطح ہو یا گھریلو سطح ہو، خواہ ترقی یافتہ ہو، ترقی پذیر ہو یا ترقی پسند۔ ذہنی پسماندگی دور کرنے کے لیے انسان کی بنیادی ضروریات کا پورا ہونا ضروری ہے۔ بنیادی ضروریات ذاتی طور پر ہوتی ہیں اور قومی طور پر بھی ہوتی ہیں۔ انسان کو اس کا انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ قومی طور پر

ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں تو ذاتی طور پر بھی ان سے دستبردار ہو جائے۔ انسان کو اپنی ذات کی حد تک نہایت ذمہ داری سے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ذہنی طور پر پسماندہ نہ رہے۔

اخلاقی قدروں کی پامالی ذہنی پسماندگی ہے۔ دنیا کی کسی سطح پر بھی ایسا کوئی ادارہ نہیں جہاں اس امر کا درس دیا جانا چاہیے کہ انسان کو انسانیت سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے مگر کیا ہے کہ انسان خودغرضی کی اس حد تک چلا گیا ہے کہ دعوت میں پسماندہ ذہن کا مظاہرہ کرتا ہے، ریلوے پھاٹک پر یا جب ٹریفک رک جائے تو وہاں ہارن بجا کر، گندگی پھیلا کر اس بات پر یقین رکھتا ہے وہ پسماندہ ہے۔

یہ ہمارے اردگرد سارے مسائل ہماری ذہنی پسماندگی ہے ورنہ تو کوئی مسئلہ نہیں۔ انسان کو عقل سلیم دی ہے جس سے وہ تمام مسائل کو حل کر سکتا ہے۔ انسان اتنی جلدی میں ہے کہ جس کا بہت خیال رکھنا ہے اس کا بہت کم خیال رکھ رہا ہے اور وہ ذہنی پسماندگی ہے۔ ضروریات اور چیز ہیں فضولیات اور چیز ہیں عادات بالکل دیگر شے ہے۔ انسان کو کسی حالت میں بھی ذہنی پسماندگی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ذہنی طور پر پسماندہ انسان کو کبھی سکون نہیں ہو گا خواہ اس کی ہر خواہش اس کی دہلیز پر ہو۔ اس لیے حتمی نقطہ یہ ہے کہ انسان کو ذہنی پسماندگی کے مقابلہ میں ہر چیز قربان کر دینی چاہیے مگر اسے قبول نہیں کرنا چاہیے خواہ معاشرہ اور ذات کا کوئی پہلو ہو۔ رزق کی کمی سے نہیں ڈرنا چاہیے، بیماری کی پرواہ نہین کرنی چاہیے، مشکلات کو نظر میں نہیں رکھنا چاہیے۔ اگر یہ سب کچھ ہو مگر ذہن پسماندہ نہ ہو تو ان کا مقابلہ نہایت عمدہ اور احسن طریقہ سے کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے اردگرد تمام مسائل، پریشانیاں ہماری ذہنی پسماندگی، آلودگی، گراوٹ کی وجہ سے ہیں۔ جس انسان کے پاس زندگی گزارنے والے اعلیٰ کلیات اور نمونے ہوں اسے یہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔ خدا ہم پر اور ہمارے ذہنوں پر رحم کرے۔ آمین

ناموس رسالت کی آڑ میں لوٹ مار کرنا، جلاؤ گیراؤ اور توڑ پھوڑ ذہنی پسماندگی

ہے۔ ناموس صحابہ کی آڑ میں فرقہ واریت کو فروغ دینا ذہنی پسماندگی ہے جب کہ صحابہ کرام کے وقت میں کوئی فرقہ واریت نہ تھی۔ بس لوگ اپنی مرضی کو سب کچھ سمجھ رہے ہیں اور اپنے ذہنی معیار کو معیار دنیا سمجھتے ہیں۔ قوم کے معیار کو ماپنے کا کلیہ ذہنی معیار ہو گا تو فیصلے درست ہوں گے۔

پسماندہ قوم یا فرد کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک ذہنی طور پر صحت مند نہیں ہو گا۔ بیمار قومیں دراصل ذہنی پسماندگی کا شکار ہوتی ہیں۔ مادی ترقی ذہنی پسماندگی دور نہیں کرتی بلکہ روحانی ترقی دراصل ترقی ہے جو ذہن کو آلودہ نہیں ہونے دیتی۔ ذہنی آلودگی ذہنی پسماندگی ہے۔ جس قوم اور مذہب کے پاس کلیات حقیقی ہیں، کامل نمونے ہیں اسے زیب نہیں دیتا زندگی کے کسی شعبہ، سطح پر ایسے مظاہرہ کرے کہ انسانیت شرمندہ ہو جائے۔ انسان جب تک اپنے اندر اعلیٰ فکری صلاحیت پیدا نہیں کرتا پروردگار اس کی ذہنی صلاحیتوں کو جلا نہیں بخشتا۔ پھر وہ ذہنی طور پر پسماندہ رہتا ہے۔ اولاد کی تربیت کے وقت اس پہلو پر بہت زیادہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ پرورش میں ذہنی پسماندگی داخل نہ ہو جائے۔ انسان کو گھر اور ماحول پسماندہ بناتا ہے۔ مضبوط قوت ایمانی پسماندگی سے انسان کو دور رکھتی ہے۔ کامل اور مضبوط فکر انسان کو کبھی بھی پسماندہ ذہن نہیں رہنے دیتی۔ انسان کی اصل دولت ذہنی آسودگی ہے جس پر وہ بہت کم توجہ دیتا ہے اور ہر وقت دولت مند بننے کی کوشش میں رہتا ہے حالانکہ ذہنی آسودگی اصل اور اعلیٰ دولت ہے جس میں سکون اور اطمینان ہے۔ پروردگار ہمیں ذہنی پسماندگی سے بچانا، آمین۔

غیر ذمہ دار آدمی بُری طرح ذہنی پسماندگی کا شکار ہوتا ہے۔ وہ ہر کام کو دوسرے وقت کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ قوم ہو یا فرد جو وقت کا کام وقت پر نہیں کرتا اس کی وجہ ذہنی پسماندگی ہے۔ جب انسان کا ذہن اجلا، صاف ہو گا تو انسان کے سوچنے اور کام کرنے کی صلاحیت درست اور مکمل ہو گی۔ پسماندہ ذہن کبھی بھی فیصلہ درست نہیں کرتا اور نہ ہی وقت پر کرتا ہے۔ پسماندہ ذہن نارمل نہیں ہوتا بلکہ کاہلی اور سستی اس کی عادات کا حصہ

بن جاتی ہیں۔ پسماندہ ذہن کبھی بھی مسائل سے باہر نہیں نکلتا۔ اکیلے اور تنہائی میں بھی مسائل اس کی سوچ اور خیال پیدا کرتے ہیں رہتے ہیں۔ وہ کبھی بھی کسی فیصلہ اور نتیجہ میں اپنے خدا کو شامل نہیں کرتا۔ وہ ہر اس فیصلہ اور نتیجہ کو حتمی اور فائدہ مند سمجھتا ہے۔ جو وہ کرتا ہے وہ کسی جائز بات پر دلیل کا قائل نہیں ہوتا۔ وہ ہر معقول دلیل کے مقابلہ میں اپنی خود ساختہ عاجزی سے اپنے اطمینان کو فریب دیتا ہے مگر ذہنی پسماندگی سے باہر نہیں نکلتا۔ اپنی سوچ، خیال، فکر، لباس اور خوراک سے اپنی پسماندگی کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے اردگرد ماحول کو صاف ستھرا رکھنا اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتا بلکہ آلودگی پھیلانا، آلودگی میں رہنا اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتا ہے۔

قانون کا احترام نہ کرنا ذہنی پسماندگی ہے۔ کرپشن، سفارش کی وجہ ذہنی پسماندگی ہے۔ جب ساری قوم ذہنی پسماندگی کا شکار ہو جائے تو اس سے نہ ختم ہونے والے مسائل شروع ہو جاتے ہیں، اس قوم کے سارے افراد غیر ذمہ دار ہوتے ہیں۔ جہاں سارے غیر ذمہ دار ہوں وہاں سے ذہنی پسماندگی کبھی دور نہیں ہوتی۔ اصل زندگی ذہنی آسودگی ہے اور اصل عبادت ذہنی آسودگی کے بغیر ناممکن ہے۔ پسماندہ ذہن ہمیشہ جھوٹ کی طرف مائل رہتا ہے بلکہ ہر وقت جھوٹ بولتا ہے۔ پسماندہ ذہن کبھی بھی باشعور نہیں ہوسکتا۔ یقیناً۔۔۔

مذہب پرست اور مذہب شناس اگر پسماندہ ذہن ہے تو پھر اس نے اپنے مذہب کو اطمینان کا فریب دیا ہوا ہے۔ پسماندہ ذہنوں میں جو مذہب ہے وہ پسماندہ مذہب ہے اور پسماندہ ذہن مذہب میں ہیں وہ اپنی ذہنی پسماندگی کی وجہ سے ہیں حالانکہ مذہب کی پیروی اس لیے ہے کہ ذہنی پسماندگی دور ہو جائے۔ انسان اپنی مرضی اور خواہشات مذہب میں شامل رکھنا چاہتا ہے اس لیے پسماندگی دور نہیں کر رہا ہے۔ اگر مذہب کے مطابق اپنی خواہشات اور مرضیات کو رکھے تو یقیناً ذہن کو وسعت نصیب ہو۔ لوگ مذہبی کہلواتے ہیں مذہبی بنتے نہیں۔ مذہب کے مطابق اپنی روز مرہ زندگی کو نہیں ڈھالتے اور مذہب کے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ اس وجہ سے پسماندگی کو دور

نہیں کرتے۔ مذہب اور مرضی ملا کر کبھی بھی پسماندگی دور نہیں ہو گی۔ جب تک انسان اغراض کی تہہ میں جما ہوا ہے اس وقت تک اسے ذہنی وسعت نصیب نہیں ہو گی۔ انسان یہ چاہتا ہے کہ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہو مگر اس کے باوجود بھی ذہنی پسماندگی دور نہیں ہو گی بلکہ سب سے بُری اور بڑی پسماندگی انسان کی مرضی ہے۔ مرضی کرنے کے باوجود اگر مطمئن نہیں تو یہ پسماندہ ہونے کی آخری حد ہے۔ جہاں انسان کا اطمینان ختم ہو جائے وہاں سے پسماندگی شروع ہو جاتی ہے۔ سکون اور اطمینان کا نام ذہنی آسودگی ہے، اس کا تعلق غربت اور امارت سے نہیں۔ مذہب اور لا مذہب سے نہیں۔ کافر اور مسلمان نہیں۔ مشرق اور مغرب کے فاصلہ سے نہیں۔ جب انسان کو احساس ہو جائے وہ پسماندہ ہے تو اس کی اصلاح شروع ہو جاتی ہے۔

دراصل ذہنی پسماندگی وہ بیماری ہے جس کا انتخاب انسان خود کرتا ہے۔ جب اس کا یقین پختہ ہو گا کہ محنت رائیگاں نہیں جاتی، سخاوت کا صلہ ملتا ہے۔ نفرت کرنے سے انسان اپنا نقصان کرتا ہے، دشمنی اچھی چیز نہیں تو پھر اس کی ذہنی وسعت کو اطمینان نصیب ہو گا۔ ذہنی اطمینان ذہنی وسعت ہے اور تنگ ذہنی، ذہنی پسماندگی ہے۔

بس انسان کے اس شعور کو بیدار کرنا ہے جو پسماندگی کو دور کر دے اور سکون نصیب کر دے۔ لہٰذا اس بات پر یقیناً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ذہنی پسماندگی کی وجہ سے معاشرہ میں بے چینی ہے اور تمام اخلاقی گراوٹوں کی وجہ ذہنی پسماندگی ہے۔ جہاں جہاں ذہنی پسماندگی ہو گی وہاں ماحول آلودہ ہو گا، گندگی ہو گی، ٹریفک بند ہو گی، دعوتوں میں کھانے کے ساتھ بدتمیزی ہو گی، نذر و نیاز کی تقسیم میں توہین کا پہلو ہو گا، مذہبی تہواروں میں ہنگامہ ہو گا۔ تقدیس والی جگہوں پر بدتمیزی ہو گی۔ یہ تمام اسباب یہ ظاہر کرتے ہیں کہ معاشرہ کتنا پسماندہ ہے اور لوگ کتنے بے حس ہیں۔ بے حسی پسماندگی کی پہلی شرط ہے۔ معاشرہ کے مطالعہ کے بعد اس امر پر یقین ہو گیا ہے کہ پسماندہ ذہن معاشرہ کو خراب کرنے اور اسے زہر آلودہ کرنے میں ذمہ دار ہیں۔ ہر انسان کو اپنے کردار اور عمل کا محاسبہ کرنا ہو گا تب جا کر

ذہنی پسماندگی دور ہو گی ورنہ اسی ماحول میں باشعور انسان روزانہ بلکہ ہر وقت مرے گا۔

پسماندہ ذہن کی خوشی میں بھی پسماندگی ہوتی ہے ایسے لوگ اس بات پر ہنستے ہیں جو رونے والی ہوتی ہے اور ایسی بات پر خوش ہوتے ہیں جس میں شرمندہ ہونے والی بات ہوتی ہے۔ ہر وقت مایوسی پر داد مانگتے ہیں اور مایوس لوگوں کو داد دیتے ہیں۔ ہر بات پر تنقید کرتے ہیں، جواز پوچھنے پر بتا نہیں سکتے۔ ان کی خوشی میں مایوس اداسی ہوتی ہے۔ جب کوئی معقول دلیل نہیں رکھتے اور نہایت خود ساختہ عاجزی اور مسکینی ظاہر کر کے اپنی پسماندگی کو چھپاتے ہیں۔

ترقی یافتہ، ترقی پذیر اور ترقی پسند کے علاوہ وہ ہوتے ہیں جن کو پسماندہ کہتے ہیں۔ پسماندہ لوگ ترقی یافتہ، ترقی پذیر اور ترقی پسند کے سخت خلاف ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ تبدیل ہونا ہی نہیں چاہتے۔ مواقع اگر میسر آ بھی جائیں تو یہ فائدہ اٹھانے کے لیے ہمت ہی نہیں کرتے بلکہ ہمت اور حوصلہ کو مایوس کرتے ہیں پسماندہ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ پسماندہ ذہن باشعور انسان کو اذیت دے کر خوش ہوتا ہے۔

کافر ہو مگر پسماندہ ذہن نہ ہو تو اس مسلمان سے بہتر ہے جو پسماندہ ذہن ہے جس کو ذہنی وسعتوں کا سبق یاد کروایا گیا ہے جسے ہدایت کے لیے کتاب مبین عطا کی ہو، جسے کائنات کے عظیم انسان کی راہنمائی نصیب ہوئی ہو مگر اس نے اپنے کو بدنصیب ظاہر کر کے بے نصیب بنایا ہو، پسماندگی سے نہ نکلا ہو۔ بس یہی انسان کی بدنصیبی ہے کہ اچھے کے ہوتے ہوئے بُرے کا انتخاب کرے جبکہ اس کے پاس مواقع بھی ہوں اور وقت بھی۔

انتہائی بدنصیبی یہ ہے کہ انسان مسلمان ہو اور ذہنی طور پر پسماندہ ہو۔

☆☆

افکارِ قلب

جو باتوں کو محفوظ رکھتے ہیں وہ محفوظ وقت کے لیے باتیں رکھتے ہیں۔ پھر ایسا انسان اپنے آپ کو باتوں سے محفوظ رکھتا ہے لہٰذا بات کرنے سے پہلے بات پر غور کرنا چاہیے۔ بات ہی عزت ہے اور بات ہی رسوائی۔ لوگ باتوں کا خیال نہیں رکھتے لہٰذا باتیں لوگوں کا بالکل خیال نہیں رکھتیں۔ جو انسان بات کی حفاظت کرتا ہے باتیں اس کی حفاظت کرتی ہیں۔ خاموش باتوں سے انسان کا کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ پہلے بات انسان کی اپنی ہوتی ہے جب زبان سے نکل جائے تو بات دوسرے کی ہو جاتی ہے جبکہ جواب دہی بات کرنے والے کی ہوتی ہے۔ بات کم کرو اور بات پر غور زیادہ کرو۔ غور شدہ بات آپ کا کم از کم نقصان کرے گی۔ خدا انسان کو ان باتوں سے محفوظ رکھتا ہے جو انسان نہیں کرتا۔ لوگ بے شک ایسی بات پر اعتبار نہ کریں تاہم انسان کو کوئی فرق نہیں اس کے خلاف خواہ کتنی ہی باتیں کی جائیں، وہ جو باتوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں وہی جانتے ہیں اس میں کیا فوائد ہیں؟ جو انسان بات کرنے میں جتنا محتاط ہو گا اتنی ہی اس کی جواب دہی کم ہو گی۔

☆☆

ہم جو کرتے ہیں یہ سوچ کر کرتے ہیں کہ یہ ہمارے لیے بہتر ہے، ہمارے

خیال میں ایسا ہوتا ہے مگر جو خدا کرتا ہے وہ بہتر ہوتا ہے جس پر ہمارا یقین نہیں کیونکہ ہم اپنے انتخاب کو بہتر کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا امر بہتر ہے۔

☆☆

انسان کو اپنے پیشے سے مخلص رہنا چاہیے مگر اس میں اخلاقی گراوٹ کی آمیزش نہیں ہونی چاہیے ورنہ اس میں برکت ختم ہو جائے گی۔ رزق تو حاصل ہو گا مگر اس میں سکون نہیں ہو گا۔ انسان تو رہے گا مگر انسانیت ختم ہو جائے گی۔

☆☆

ہر آدمی دوسرے آدمی کا وزن اپنے ظرف پر کرتا ہے جبکہ انسان، انسانیت کے ظرف سے ماپتا ہے اور لوگ، لوگوں کے معیار پر تولتے ہیں۔ اس وجہ سے معاشرہ میں اعلیٰ انسان کی قدریں احترام سے محروم ہو گئی ہیں۔ لوگوں کے اندر شعور اور ضمیر مر چکے ہیں۔ کفن پوش مردے زندہ لاشوں کی صورت میں چل پھر کر اپنی زندگی کے ایام پورے کر رہے ہیں۔ ہر کوئی اپنے ظرف میں نظر رکھے ہوئے ہے دوسرے کے ظرف کا خیال نہیں کر رہا۔ انسان اس وقت تک انسان ہے جب تک اس میں انسانیت ہے۔ جس معاشرہ میں انسانیت نہیں وہاں عبادتیں، سخاوتیں، غلاظتیں سب ایک جیسی ہیں فرق صرف اشکال کا ہے، صورتوں کا ہے کردار سب ایک جیسے ہیں۔

☆☆

وہ معاشرہ قطعاً اسلامی نہ ہے اور نہ ہی وہ مسلمان ہے جو گناہ سے دولت حاصل کرتا ہے اور دولت سے گناہ خریدتا ہے۔ وہ دولت بھی اتنی ہی اذیت ناک اور جواب دہ ہے جتنا لوگوں کا وہ فعل ہے جس سے وہ دانستہ اپنے خدا کو ناراض کرتے ہیں۔ اسلام انسانیت کی

تعمیر کا نام ہے۔ جہاں انسانیت شرمندہ ہو وہاں اسلام نہیں اور نہ ہی وہ مسلمان ہے جس میں انسانیت نہیں۔ جس معاشرہ میں دانستہ جھوٹ کی پیروی کی جائے وہ معاشرہ جھوٹ کی پیداوار ہوتا ہے۔ گناہ سے دولت حاصل کرنا اور دولت سے گناہ خریدنا گناہ ہے، دگنی سزا ہوگی۔

☆☆

غیر ذمہ دار آدمی مضبوط اعصاب رکھتا ہے اور ذمہ دار آدمی بڑا احساس ہوتا ہے۔ غیر ذمہ دار آدمی غیر ضروری کاموں کو ضروری کاموں پر فوقیت دیتا ہے اور ذمہ دار آدمی ضروری کاموں کو غیر ضروری کاموں کے مقابلہ میں اہم سمجھتا ہے اور سرانجام دیتا ہے۔ ذمہ دار وقت شناس اور وقت پرست ہوتا ہے۔ غیر ذمہ دار دھاڑی دار ہوتا ہے۔ غیر ذمہ دار نہ تعلق نبھا سکتا ہے اور نہ ہی دوستی کے قابل ہوتا ہے۔ غیر ذمہ دار آدمی کی عبادت، سعادت، قیادت سب فضول ہیں وہ دما دم مست قلندر ہوتا ہے۔

☆☆

جب شریف بزدل نکل آئے تو بزدل کو شریف کون کہے گا۔ بزدل کتنا بھی شریف ہو سچی بات سے اجتناب کرے گا اور دلیر آدمی کیسا بھی ہو سچی بات سے باز نہیں آئے گا۔ دلیر ہوتا ہی وہ ہے جو سچا ہوتا ہے۔

☆☆

لوگ شکل سے پیار نہیں کرتے اپنے مفاد سے پیار کرتے ہیں۔ لوگ اپنے جیسے لوگوں میں سے ان سے پیار کرتے ہیں جو ان کے مفاد کا خیال رکھتے ہیں۔ انسان، انسان کی سیرت سے پیار کرتا ہے صورت سے نہیں۔ سیرت کا احترام قطعاً مفاد پرستی نہیں، لوگ سیرت کی بات کرتے ہیں، سیرت کو راہنما نہیں بناتے۔ جو اعلیٰ سیرت کے پیروکار

ہیں ان کو اعلیٰ سیرت کا اپنانا لازمی ہے ورنہ وہ اپنی ذات کے ساتھ دھوکا دہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جو سیرت سے پیار کرتے ہیں ان کو باسیرت ہونا چاہیے۔

☆☆

جتنی مرضی ہے غلطیاں کریں مگر ایک غلطی دو بار مت کریں ورنہ انسان کی ترقی کرنے والی قوت پروان نہیں چڑھے گی۔ ہر غلطی ہماری راہنما ہے۔ غلطی رحمت ہے اگر اس سے نیا راستہ ملے۔ غلطی عذاب ہے اگر اس سے کوئی سبق حاصل نہ کیا جائے۔ جو ایک جیسی غلطیاں کرتے ہیں وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

☆☆

جو اولاد والدین کی سچائیوں اور خلوص پر اعتبار نہیں کرتی ان کے لیے دنیا جہنم ہے۔ والدین کے بعد ان کی توبہ بھی قبول نہیں ہو گی۔ جو والدین دیانتداری سے فرائض پورے کرتے ہیں ان کے خلاف بولنے والی اولاد دنیا میں جہنم والی آگ سے بدتر زندگی گزارے گی، بدنصیبی ان کے مقدر میں لکھ دی جائے گی۔

☆☆

جن کا غیر اخلاقی پیشہ ہے وہ غیر اخلاقی رزق کماتے ہیں۔ اولاد کو جیسا رزق کھلایا جاتا ہے ذہنی طور پر ویسی اولاد ہوتی ہے۔ حرام رزق سے حلال سوچ ممکن نہیں مگر لوگوں کا اس عقیدہ پر یقین نہیں جبکہ انسان یہ جانتا ہے کہ یہ حقیقت ہے۔

☆☆

جو والدین کی نیت پر شک کرتے ہیں وہ اپنے فیصلوں میں غلطی کرتے ہیں۔ والدین

کے فیصلہ کے برعکس جو اپنے فیصلہ کو بغیر کسی دلیل کے درست قرار دیتے ہیں وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے والدین کو اذیت دیتے ہیں اور خود ساری زندگی اذیت میں رہتے ہیں۔

☆☆

جو انسان کسی کے خلوص کو دھوکا دیتا ہے وہ اپنے پروردگار کو دھوکا دیتا ہے اور جو دانستہ اپنے پروردگار سے دھوکا دہی کا مرتکب ہوتا ہے وہ اپنی ذات کو دھوکا دیتا ہے، جو اپنی ذات کو دھوکا دیتا ہے وہ شیطان کی نظر میں فارغ ہے کیونکہ جو کام اس نے شیطان سے ہم مشورہ ہو کر کرنا تھا وہ اپنی ذات سے ہم مشورہ ہو کر کرتا ہے۔ شیطان مخلص انسان کو ورغلا نہیں سکتا جبکہ انسان مخلص انسان کو دھوکا دینے سے باز نہیں آتا ایسا انسان شیطان سے بدتر ہے اور انسان ہوتے ہوئے حیوان ہے، زندہ ہوتے ہوئے مردہ ہے، عقل ہوتے ہوئے بے عقل ہے، بے شعور اور احمق ہے۔ ایسے انسان کی عبادات اس کے اعمال پر اثر انداز نہیں ہوں گی، وہ اعمال صالح نہیں ہوں گے مشقت ہے جس کا کوئی حاصل نہیں۔ مخلص انسان کے ساتھ زیادتی کرنے والے کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ مخلص انسان اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دوست کو نقصان پہنچانے والا خود بخود ختم ہو جائے گا۔

☆☆

جو کسی کو دکھ دیتے ہیں وہ اپنے لیے دکھوں کا خود انتخاب کرتے ہیں۔ یہ وہی دکھ ہیں جن کا یوم حشر حساب مانگا جائے گا اور ایسے لوگ وہاں بھی دکھ محسوس کریں گے۔ نہ کسی کو دکھ دو اور نہ ہی دکھ لو۔ اعلیٰ انسان کو دکھ اعلیٰ ترین انسان بنا دیتے ہیں اور ادنیٰ لوگوں کو دکھ برباد کر دیتے ہیں۔ دکھ سے انسان کو گھبرانا نہیں چاہیے، دکھ راہنما ہوتے ہیں۔

☆☆

وہ بدنصیب اولاد ہے جو والدین کو سمجھنے میں غلطی کرتی ہے۔ والدین اولاد کے بارے میں نہ غلط سوچتے ہیں اور نہ ہی عمل کرتے ہیں۔ انسان کی بقا کے لیے غلط فہمی کا وجود لازمی ہے۔ بس غلط فہمی کو دور کر لینے سے تمام مسائل بہت حد تک حل ہو جاتے ہیں۔ جب اولاد اور والدین کے درمیان اغراض کی دیواریں کھڑی ہو جائیں تو ان کو گرانا مشکل ہو جاتا ہے۔ بس یہ زمانوں کا بھی فرق ہے جو جس زمانے میں پیدا ہوا ہے وہ وہی قدریں اہم سمجھتا ہے۔ اولاد اور والدین کے درمیان قدروں کے فرق کو غلط فہمی کہتے ہیں۔

☆☆

جو لوگ روزانہ زندگی میں تغیر و تبدل محسوس نہیں کرتے وہ فطرت کے خلاف زندگی گزارتے ہیں اور وہ رکے رہتے ہیں۔ رکی ہوئی زندگی تعفن پیدا کر دیتی ہے۔ یہ گھریلو جھگڑے رکی زندگی کے اسباب ہیں۔ فطرت کے ارتقا کو محسوس کیا جائے تو انسان کی ضروریات بدلتی رہتی ہیں۔ انسان اگر ان بدلتی ضرویات سے پیچھے رہ جائے تو وہ ترقی نہیں کر سکتا اور بے مقصد مسائل میں پھنسا رہتا ہے۔ ہمارا موجودہ معاشرہ بے مقصد مسائل میں پھنسا ہوا ہے۔ بے مقصد مسائل جرائم کو جنم دیتے ہیں اور لوگ بجائے آگے بڑھنے کے الٹے مڑ جاتے ہیں اور زندگی کے مقصد سے دور ہو جاتے ہیں جو جسمانی، جذباتی، دماغی اور روحانی تبدیلیوں کو محسوس نہیں کرتے۔ یہ تبدیلیاں اصل زندگی ہے۔

☆☆

حسن اور خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے مگر خوبصورت رویے اور لہجے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ خلوص کبھی ماند نہیں پڑتا، ہم ان پر کبھی توجہ نہیں دیتے جبکہ اپنے چہرے کو بار بار پالش کرتے ہیں اور طرح طرح کے لباسوں سے اپنے حسن کو اطمینان کا فریب دیتے ہیں۔ ہم فیشن کرتے ہیں ہم اپنی بری عادات کیوں نہیں بدلتے؟ اچھی عادات دائمی حسن

اور خوبصورتی ہے جس سے انسانیت کا احترام ہوتا ہے۔ ہونٹوں پہ خوبصورت تبسم باعث تکریم ہے وہ ہم کیوں نہیں رکھتے؟

☆☆

کمینے لوگوں کی روح کی غذا خوشامد ہے کیونکہ وہ خوشامد پر بہت خوش ہوتا ہے۔ اکابر قسم کے لوگ جب خوشامد پسند ہو جائیں تو ان کا کیا نام ہونا چاہیے۔

☆☆

جو انسان اپنے اندر دیکھنے کا حوصلہ نہیں رکھتا وہ اچھی زندگی نہیں گزار سکتا۔ اندر دیکھنے سے انسان اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ صرف دوسروں کو دیکھنے سے اور ان پر تنقید کرنے سے اس کی اپنی اصلاح ناممکن ہے۔ جو سوچتے کم ہیں وہ بولتے زیادہ ہیں اور جو بولتے زیادہ ہیں وہ سوچتے کم ہیں۔ متوازن گفتگو بہترین طرز زندگی ہے۔

☆☆

جس عادت کی انسان کو بڑی قیمت چکانی پڑے اس عادت سے دستبردار ہو جانا عقل مندی ہے۔ نہ جانے لوگ زندگی برباد کر لیتے ہیں مگر عادت نہیں چھوڑتے۔ بار بار ایک عادت کی قیمت چکاتے چکاتے صاحب عادت کنگال ہو جاتا ہے مگر اس کا لاشعور اسے عادت سے نکلنے نہیں دیتا۔ عادت کو اصولوں کا حصہ مت بناؤ۔

☆☆

ثواب یہ ہے کہ انسان قرآن اور سنت پر عمل پیرا ہو، نیکی یہ ہے کہ حقوق العباد پورے کیے جائیں۔ دونوں ہوں گے تو آخرت میں نجات ہو گی اور دنیا میں سکون ہو گا۔

قول کے برعکس عمل سے ثواب نہیں ملتا اور انسانیت سے پیار کے بغیر نیکی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ثواب سے انسان بنتا ہے اور نیکی سے انسانیت کی تعمیر ہوتی ہے۔

جس کام کو سرانجام دینے کے بعد روح کو سکون آ جائے اسے "نماز" کہتے ہیں۔ روح کو سکون اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک اس کا رابطہ اپنے خالق سے نہ ہو۔ اپنے خالق سے روح کا رابطہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے خالق سے کیے گئے وعدہ پر قائم رہتی ہے، جب وہ اپنے رب سے پناہ مانگتی ہے، اس کے حکم کے برعکس کوئی فعل سرزد نہیں کرتی اور صراط مستقیم پر رہتی ہے۔ اپنے پروردگار سے کبھی غافل نہیں ہوتی۔ وہ یاد "نماز حقیقی" ہے جو ہر وقت باری تعالیٰ کے خیال میں رہتی ہے، جس یاد میں انسان یہ نہ بھولے کہ اس کا پروردگار سمیع و بصیر ہے۔

☆☆

جو انسان وعدہ اور وقت کی قدر سے آشنا ہے حالات اس کو شکست نہیں دے سکتے بلکہ ایسا انسان حالات کا رخ موڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ خدا اس لیے خدا ہے کہ وہ وعدہ اور وقت سے کبھی انحراف نہیں کرتا۔ وعدہ وہ ایک لفظ ہے جس سے انسان کی پہچان ہے اور وقت وہ ایک قدر ہے جس سے انسان زندگی میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔ جس فرد یا قوم میں وعدہ اور وقت کی قدر نہیں وہ ناکام قوم اور ناکام افراد ہیں۔ انسان خدا کو مانتا ہے مگر اس کے وعدہ اور وقت پر یقین سے عاری ہے۔ وعدہ اور وقت کی قدر کرنے والے کے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ ان کی حیا سے انسان کا ذہن اجلا اور صاف رہتا ہے، جس میں اطمینان اور ذہن میں سکون رہتا ہے۔ وعدہ اور وقت کی قدر عظیم عبادت ہے۔ یہ احترام کے دو بنیادی ستون ہیں۔ یہ کامیاب زندگی کے دو اعلیٰ اصول ہیں بلکہ ان دو سے زندگی ہے۔ یہ مقصد حیات ہیں۔

جس انسان کی وجہ سے انسانیت کا احترام ہے اس انسانیت کو چاہیے اس انسان

کا احترام کرے۔ جو جس کی وجہ سے محترم بنا ہے اسے اس محترم کا احترام کرنا چاہیے۔ کبھی اس کو اپنے جیسا اور کبھی اپنے کو اس جیسا کہنا قطعاً اچھی بات نہیں۔ جب تک لوگ روایات کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اس وقت تک وہ اندھے ہیں وہ حقیقت کو دیکھ نہیں سکتے خواہ حقیقت ان کی نظروں کے سامنے ہو۔ بس انسان کو روایات نے اندھا کر دیا ہے، شعور کو بہرہ، ضمیر کو مردہ کر دیا ہے، روح کو بیمار کر دیا ہے، لاعلاج کر دیا ہے، خیالوں کے ساتھ مضبوط باندھ دیا ہے، سوچوں کو جکڑ دیا ہے، فکر کو سلا دیا ہے، ان ساری کیفیات نے انسان کو بے حس بنا دیا ہے۔ سانس لینے کو زندگی سمجھ رہا ہے۔ دولت اکٹھی کرنا زندگی کا مقصد بنا رکھا ہے۔ سکون کو دولت پر قربان کر رہا ہے جبکہ دولت سکون کے لیے بنا رہا ہے۔ جو وہ چاہتا ہے دولت سے وہ کچھ خرید نہیں سکتا مگر اس پر دولت خرچ کرتا ہے۔ دولت سے ثواب خریدتا ہے، دولت سے نیکی خریدی نہیں جا سکتی، نیکی عمل سے حاصل ہوتی ہے، عمل کے لیے صالح کردار اور رزق حلال ضروری ہیں۔ رزق حلال کے لیے وعدہ اور وقت کا احترام لازمی ہے، وہ وعدہ جو تم اپنے خدا سے کرتے ہو اور وہ وقت جو تمہارے خدا نے تمہیں نیک کام کے لیے دیا ہے۔ بس انسان پر لازم ہے کہ وہ انسانیت کا احترام کرے اور خود انسانیت میں رہے، کسی کا احترام کرے گا تو خود محترم رہے گا۔ جو کسی کا احترام نہیں کرتا کوئی اس کا احترام نہیں کرتا۔ روایات کو چھوڑ و حقیقت کا ساتھ دو، اعلیٰ کو اعلیٰ اور ادنیٰ کو ادنیٰ رہنے دو۔

☆☆

جو ضروری باتیں سنبھال کر رکھتے ہیں وہ ضروری مواقع پر ان کا استعمال کرتے ہیں۔ جو لوگ خاص باتیں عام لوگوں میں کرتے ہیں وہ باتیں عام ہو جاتی ہیں جن کی وقعت اور معیار نہیں رہتا۔ انسان کو بات کرتے وقت بات کا خیال رکھنا چاہیے ورنہ بات اس کا بالکل خیال نہیں رکھے گی۔ بات کرنے سے پہلے انسان کی اپنی ہوتی ہے اور بات

کر دینے سے دوسرے کی ہو جاتی ہے۔ دوسرے کی بات پر کذف نہیں لگتا۔ بات ہی انسان کی حفاظت کرتی ہے اور بات ہی رسوا۔ بات، بات کا فرق ہوتا ہے، باتوں کا خیال بھی رکھو اور سنبھال بھی۔

☆☆

باتیں بہت اچھی ہوں اور عمل کوئی نہ ہو تو ایسی فضول باتیں ہوتی ہیں۔ جو فضول باتوں کو بہت زیادہ وقت دیتے ہیں وہ اپنی ناکامی دوسروں کے سر تھوپ دیتے ہیں۔ کم باتوں سے گزارہ ہو جاتا ہے مگر کم عمل سے انسان کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ کم عقل انسان بہت باتیں کرتا ہے اور عمل کم تر۔ عمل ہی ہمارے کردار پر صادق گواہ ہوتا ہے۔ ہماری باتیں ہمارے کردار اور عمل کی گواہ ہوتی ہیں۔ باتیں بہت اچھی کرو مگر عمل ان سے اچھا کرو تاکہ صداقت زندہ رہے۔

☆☆

برائی کرنے کے لیے منصوبہ بندی کرنی پڑتی ہے جبکہ اچھائی کرنے کے لیے کسی منصوبہ بندی کی ضرورت نہیں، وقت کی پابندی نہیں، جگہ کا انتخاب نہیں، لوگوں کی ضرورت نہیں، بتانے کی ضرورت نہیں، اعلان کا تکلف نہیں۔

☆☆

وہ جھوٹ بہت بڑی عبادت ہے جو سچ کے مقابلہ میں کسی کی پردہ پوشی کے لیے بولا جائے۔ خدا بڑا پردہ پوش ہے اور وہ سچ بہت بڑا جھوٹ ہے جس کے بولنے سے انسانیت کی تذلیل ہو۔ لوگ سچ اور جھوٹ میں فرق محسوس نہیں کرتے۔

☆☆

جو حماقت کی قیمت ادا کر دیتے ہیں اور حماقت نہیں چھوڑتے ان کا کوئی بھی نام رکھ لو انہیں زیب دے گا۔ انہیں شریف کہہ لو خواہ وہ اپنے کردار سے شرافت ثابت نہیں کرتے۔ معزز کہہ لو گو معزز نہیں ہوتے۔ انسان کہہ لو گو انسان نہیں ہوتے۔ احمق وہ ہوتا ہے جو خود اپنا دشمن ہوتا ہے اور وہ اس دشمنی کو اپنی صفت کہتا ہے۔

☆☆

خاموشی بہترین مصلحت اندیشی ہے۔ دراز گوئی خجالت کا سبب ہوتی ہے۔ عیوب پر شور شرابا کرنا لوگوں کی متوجہ کا سبب ہوتا ہے یہ کوئی عقل مندی نہیں ایسے طرز عمل کی بنیاد یقیناً احساس کمتری ہے۔

جو "فرض" کر کے حماقت کرتے ہیں حماقت ان میں ہوتی ہے، رہتی ہے اور ایسے لوگ حماقت سے نہیں نکلتے جو ماضی کی حماقتوں کو بھولتے نہیں اور مستقبل کی حماقتوں کا خدشہ دل سے نکالتے نہیں وہ ہر بات کا نتیجہ فرض سے نکالتے ہیں کہ فرض کرو۔۔۔؟

☆☆

بے ضرورت صاف گوئی کبھی بہت زیادہ نقصان کر دیتی ہے۔ صفائی دینے سے بہتر ہے نیت صاف رکھو۔ فرد ہائے جرم انسان کو خود اپنے اوپر عائد نہیں کرنی چاہیے۔

☆☆

تاریک سوچوں میں سب کچھ چھپ جاتا ہے اور تاریک ذہنوں کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ بدبختی کا انتخاب ہم خود کرتے ہیں جب آنکھیں ہوتے ہوئے اور تاریک

راہوں کا انتخاب کرتے ہیں، جب روشنی کے ہوتے ہوئے اندھیرا محسوس کرتے ہیں۔ جب بخت کے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو بدنصیب کہتے ہیں۔ جب اپنے محل کو غریب خانہ کہتے ہیں اور اپنے آپ کو امیر کہتے ہیں۔

☆☆

پردہ اخفا میں رہنا مجبوری ہو سکتی ہے اسے مزاج کا حصہ مت بناؤ۔ جہاں حق بات سامنے آ جائے وہاں پردہ اخفا سے باہر نکل آؤ ورنہ بڑے نقصان کے لیے تیار ہو جاؤ۔

☆☆

انسان کی اس وقت تک اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک غیر ضروری باتیں کرنے کی عادت ترک نہیں ہو گی۔

☆☆

مجھے اپنا نصیب معلوم ہے لوگو، میرے نصیب پر شرطیں مت لگاؤ۔ میں نے مصلہ چھوڑ کر کرسی کا انتخاب کو لیا ہے۔ کرسی نصیب نہ ہے دیکھو اس پر کوئی بے نصیب تو نہیں بیٹھا ہے جو انصاف نہیں ہو رہا۔

☆☆

یار لوگ (مولوی) جب بدی پر مائل ہوں تو آسمانی صحیفوں میں سے بھی اپنے مطلب کے موتی چن کر اپنے جیسے بہتوں کے بھلے کے لیے مارکیٹ میں لا پھینکتے ہیں۔ ہم کون ہیں؟ اس بات کا علم ہمیں اس وقت ہوتا ہے جب وقت گزر چکا ہوتا ہے اور ہم

باقی رہنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ یہ لوگ کسی دوسرے کے ایجنڈے پر کام کرتے ہیں اور انہیں بھی معلوم نہیں ہوتا۔ دوستوں کو فعال نہیں کرتے دشمنوں کو بھڑکاتے ہیں اور اس طرح فطرت کے بنیادی دستور کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

نماز کیا ہے؟ وہ عہد ہے جو اللہ کا بندہ اللہ سے کرتا ہے اور اس پر قائم رہتا ہے۔ نماز قائم کرنے کا حکم ہے۔ وعدہ پر قائم رہنا نماز ہے۔

☆☆

عالم کون ہے؟ عالم وہ نہیں جو بہت کچھ بیان کرتا ہے، عالم وہ ہے جس کو علم ہے کہ انسانیت کی خدمت کیسے کی جائے جس سے انسانیت کا فائدہ ہو۔ صرف زبانی کوئی چیز بیان کر دی جائے اور اس کے مطابق عمل نہ کیا جائے وہ عالم نہ ہے۔ عالم وہ ہے جو عالم کی باتیں جانتا ہو اور کر سکتا ہو۔ ہمارے نزدیک عالم وہ ہے جو صرف اپنے مذہب کے بارے میں جانتا ہو اور اس کے مطابق زندگی نہ گزارتا ہو۔ قول اور عمل میں یکسانیت نہ ہو عالم تو کجا انسان نہیں بن سکتا جبکہ عالم وہ ہوتا ہے جو اعلیٰ ہوتا ہے۔ رزیل عالم رسوائی کا موجب ہوتا ہے اور بدکردار عالم ہو ہی نہیں سکتا۔

☆☆

کلمہ پڑھ لینے سے مسلمان بن جاتا ہے مگر مسلمانوں جیسے کام کرنے سے مسلمان رہتا ہے۔ مسلمان بننا مشکل نہیں مگر مسلمان رہنا مشکل ہے۔ ایک منٹ میں مسلمان بن جاتا ہے اور ایک ہی منٹ میں مسلمانی نکل جاتی ہے جب دانستہ خدا کو ناراض کرتا ہے۔ جب اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر فوقیت دیتا ہے جب خدا کے روبرو گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور لوگوں سے اپنے گناہ چھپاتا ہے پھر اس کا خدا اس کی پردہ پوشی کرتا

ہے۔ نہ جانے لوگ کلمہ پڑھنے کے بعد کلمہ پر قائم کیوں نہیں رہتے؟ شاید وہ خدا کو ویسا خدا نہیں مانتے جیسا ہے بلکہ اپنے جیسے خداؤں کی طرح مانتے ہیں بلکہ ان سے بھی کم، جو خدا تمہارے افعال اور نیتوں سے آگاہ نہیں۔ بس کلمہ پڑھنے کے بعد ان خداؤں سے مت ڈرو۔ کلمہ اس لیے پڑھا جاتا ہے کہ ان خداؤں کا خوف تمہارے دلوں سے نکل جائے جو تم نے خود بنائے ہیں یا بنے بنائے تمہارے بڑوں نے تمہیں دیئے ہیں۔ بڑوں کی عزت کرو بڑوں کو خدا مت سمجھو۔ کلمہ مساوات کا درسِ عظیم ہے۔ کلمہ پڑھنے سے ایک کافر دوسرے لمحے مسلمان بن جاتا ہے مگر نہ جانے کلمہ پڑھانے والے، کلمہ پڑھنے والے کو کافر کیسے کہتے ہیں اور کیوں کہتے ہیں شاید کلمہ پڑھنے والا ان جیسا مسلمان نہیں بنتا، جو قرآن میں سے اپنی مرضی کی دل دکھانے والی تاویلوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ کلمہ کامل اقرار ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے کامل انسان ہیں ان کے درمیان فالتو لوگ ہیں جو کلمہ کے ٹھیکیدار ہیں اور کلمہ کی حفاظت کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے خود عمل نہیں کرتے اور دوسروں کو ہدایت دینے سے باز نہیں آتے۔ کلمہ عبادت نہیں، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کلمہ ہے، اللہ کا حکم کلمہ ہے اس پر عمل کلمہ ہے، اس کے مطابق زندگی گزارنا کلمہ ہے، اس کے رسول کا حکم ماننا، عمل کرنا کلمہ گوئی ہے۔ نہ جانے لوگ کلمہ پڑھنے کے بعد مسلمانوں جیسے کام کیوں نہیں کرتے؟ شاید ان کے خدا کو ان کے کلمہ پر اعتبار نہیں اس لیے توفیق نہیں دیتا۔ جو کلمہ جیسے کام کرتا ہے، کلمہ والے کی حفاظت کرتا ہے وہ سب سے بڑا کلمہ گو ہے، نہ جانے لوگ کافر کیوں کہتے ہیں۔۔۔

☆☆

جب انسان کو معلوم ہو جائے کہ اس کی عزت کو خطرہ ہے تو پھر عزت پر سب کچھ قربان کر دینے میں کوئی گھاٹا نہیں۔ انسان کی تمام جدوجہد ایک عزت کے لیے ہے کہ معاشرہ میں اسے عزت والا مقام ملے نہ جانے لوگ عزت کے بدلے میں ملنے والے

مقام سے پیار کیوں کرتے ہیں؟ ایک عزت انسان کی نظر میں اپنی ہے جب انسان اپنی ہی نظروں سے گر جائے تو اسے دوسرے سہارا نہیں دیتے اور پھر اسے عزت کی طلب نہیں کرنی چاہیے، یہ انسان کے کردار کی وجہ سے ہوتا ہے جب انسان اپنے عمل کو اپنے کردار پر صادق گواہ نہیں بناتا۔ انسان کا کردار اس کی عزت کا اصل محافظ ہے۔ بغیر اعلیٰ کردار کے انسان باکردار کہلوا نہیں سکتا۔ جب انسان اپنی عزت کا خیال نہیں رکھتا تو دوسرے اس کی عزت کا خیال چھوڑ دیتے ہیں بلکہ خدا بھی ایسے لوگوں کی عزت کی حفاظت سے دستبردار ہو جاتا ہے۔

☆☆

کمینے لوگوں کی عزت کا خیال مت رکھو خواہ وہ تمہارے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ ایسے لوگ خود اپنی عزت کا دھیان نہیں کرتے بلکہ ایسے لوگ عزت اور بے عزتی کے فرق کو جانتے ہی نہیں۔ جو عزت اور بے عزتی کے فرق کو نہیں جانتا اسے " کمینہ " کہتے ہیں۔ کمینہ پیدا نہیں ہوتا اس کا فعل اس کی کمینگی پر دلالت ہوتا ہے۔

انسانوں اور لوگوں میں فرق ان کی سوچ، فکر اور خیال کا ہوتا ہے ورنہ تو سب آدمی ہیں، اولادِ آدم ہیں۔ خدا کی مہربانی اور فضل سے انسان بنتا ہے۔ بڑا مکان فضل ربی نہیں بڑا انسان فضل ربی ہے مگر کسی انسان نے اپنے گلے میں یہ تختی نہیں لٹکا رکھی "انا فضل ربی" ، اگر ایسا ہوتا تو بہت سے لوگ بھی ایسے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے راز رکھا ہے کیسے انسان، لوگ اور آدمی کے لیے کیسی عزت ہونی چاہیے۔ جیسے عزت ملتی ہے ویسے عہدے نصیب ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ میرا بندہ ہے، کمینے لوگوں کو اللہ کبھی اپنا بندہ نہیں کہتا ہزار نمازیں پڑھے کتنے حج کرے؟

☆☆

وہ دکھ بڑا عظیم ہے جس سے برداشت میں استقامت اور حوصلے بلند ہوتے

ہیں، جس سے انسان بلند تر مقصد سے دستبردار نہیں ہوتا، بار بار انسان جس دکھ میں رہنا چاہتا ہے اور سہنا چاہتا ہے، جس سے اطمینان پاتا ہے۔ جس دکھ کی وجہ سے انسان، انسانیت میں رہے وہ دکھ اصل دوا ہے جس سے انسانیت کی حیات نو ہے۔

☆☆

جس معاشرہ میں ظالم اپنے ظلم پر خوش ہوتا ہے وہاں مظلوم اپنے خدا کے رحم پر نازاں ہے، جب ایسے معاشرہ میں مظلوم اپنے موقف سے دستبردار نہ ہوتا ہو۔ مظوم حق کا علمبردار ہوتا ہے اور ظالم حق کا قاتل ہے۔ ظالم حق کا باغی ہوتا ہے اور مظلوم حق کا پاسدار۔ جب مظلوم اس فیصلہ پر یقین کر لے کہ اسے حق کی خاطر جان قربان کرنی ہے تو سمجھ لو ظالم کے انجام کا وقت آ گیا ہے۔ ظالم بار بار جنم لیتا ہے جبکہ مظلوم وہی ہوتا ہے پھر بھی رسوائی ظالم کے مقدر میں لکھی جا چکی ہوتی ہے۔ ظالم کا ضمیر مردہ ہوتا ہے اور اگر مظلوم کا ضمیر بھی مردہ ہو جائے تو پھر ظلم کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ ظلم اس لیے جاری ہے کہ مظلوم بیدار نہیں ہو رہا۔

اللہ تعالیٰ جب ناراض ہوتا ہے تو انسان سے شعور چھین لیتا ہے اور اس کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیتا ہے کہ وہ بڑا عقل مند ہے پھر ایسا انسان اپنے آپ کو "سیاسی" کہتا ہے۔ سیاسی وہ ہوتا ہے جس کے نزدیک اخلاقی قدروں کا کوئی معیار نہ ہو بلکہ اپنی ہر مرضی کو درست تسلیم کرتا ہو اور اس کی ہر مرضی کے پاس ایک جواز ہو۔ انسان کے تمام کارہائے زندگی شعور کو پانے کے لیے ہونے چاہیں اگر انسان کو سب کچھ میسر ہے مگر شعور سے عاری ہے تو وہ خالی ہاتھ ہے خواہ وہ اپنے آپ کو کتنا ہی معزز قرار کیوں نہ دے اور لوگ اسے کتنا ہی معزز کیوں نہ سمجھیں۔

☆☆

قولی عبادت گزار اس لیے عملی عبادت گزار سے بدتر ہیں جو اپنے وعدہ پر قائم رہتے ہیں اور اپنا مقصد پانے کے لیے حق سے دستبردار نہیں ہوتے، جو مفاد کے ہوتے ہوئے مفاد پرست نہیں ہوتے، موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ حق کا ساتھ دیتے ہیں، جو حقیقت کو چھپاتے نہیں بلکہ حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں اور اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ جو لوگ قولی عبادت تو کرتے ہیں مگر سچ اور حق کا ساتھ نہیں دیتے وہ ان عملی عبادت گزاروں کے مقابلہ میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے جو اصول پرست ہیں۔ اصول پرست ہی دراصل خدا پرست ہوتا ہے اور عمل سے ظاہر ہوتا ہے انسان کتنا خدا پرست ہے۔ اچھے عمل کے لیے اچھی جگہ پر جانا اتنا ضروری نہیں جتنا اچھے عمل میں رہنا ضروری ہے۔ انسان کو اچھے عمل میں رہنا چاہیے، اچھے عمل کے لیے بلانا اتنا ضروری نہیں جتنا اچھا عمل کرنا ضروری ہے، عمل لازمی ہے عمل کے اقرار کے مقابلہ میں۔

جو احترام کو نہیں جانتے ان کا کوئی احترام نہیں کرتا اور جو کسی سے محبت نہیں کرتے ان سے کوئی محبت نہیں کرتا۔ جو پیار سے نفرت کرتے ہیں وہ نفرت سے کبھی پیار نہیں کرتے خواہ وہ کتنا قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو؟ پیار کسی وجہ سے کیا جاتا ہے جبکہ محبّت، محبت ہے اس کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ بس یہ ایک جذبہ ہے جس کا کوئی پیمانہ نہیں، یہ انسان کی جبلت میں ہے مگر شعور سے محبت سب سے پیاری محبت ہوتی ہے۔

☆☆

انتہائی بدنصیبی یہ ہے کہ گھر میں سب کچھ ہو مگر سکون نہ ہو، شاید لوگ اس سے آگاہ نہیں کہ سکون کا تعلق شعور سے ہے اور شعور کا تعلّق حقیقت سے ہوتا ہے، جس سے انسان بار بار انحراف کرتا ہے۔ حقیقت کو تسلیم کرنے سے خلش دور ہو جاتی ہے۔ ایک خلش انسان کی صحت کی تباہی اور سوچوں کی بربادی کے لیے کافی ہے کہ ایک انسان دوسرے

انسان کا اعتقاد، اعتماد اور اعتبار کھا جائے پھر سکون نصیب نہیں ہوتا۔ بس سکون نصیب نہ ہونا بدنصیبی ہے اور سب کچھ ہوتے ہوئے یہ برباد ہو جائے تو یہ انسان کے اپنے فعل پر منحصر ہے۔ بس یہ شعور سے محرومی ہے، یہ مرضی کی کارستانی ہے یہ لوگوں کی اپنی پیدا کردہ بدامنی ہے۔

☆☆

بتاؤ اسے جسے نظر نہ آ رہا ہو اور جو سب کچھ دیکھ کر سمجھ نہ رہا ہو اسے نہ بتانے کی ضرورت ہے اور نہ سمجھانے کی، وہ اس کا حسن انتخاب ہے جو اسے بصیرت سے محروم رکھے ہوئے ہے۔ لوگ اندھے نہیں ہوتے ان کے پاس آنکھیں ہوتی ہیں مگر وہ ان سے کچھ دیکھنا نہیں چاہتے کیونکہ وہ بدنصیبی سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے۔ جب عروج ہو تو زوال کو نظر میں رکھو۔ جب صحت ہو تو بیماری کے لیے تیار رہو۔ جب عزت ہو تو اس کی حفاظت کا خیال ہر وقت رکھو۔ اگر خوش نصیبی کا احساس نہیں ہوتا تو بدنصیبی کا بالکل نہیں ہو گا، یہ دونوں ایک دوسرے کے پڑوس میں ہیں مگر ایک دوسرے کو جانتی نہیں۔ لوگ وہی ہوتے ہیں مگر کبھی خوش نصیب ہوتے ہیں اور کبھی بدنصیب، یہ ان کے اعمال پر منحصر ہے، ان کی نیت کا صلہ ہے، یہ ان کے کردار کا جواب ہے، یہ ان کے لہجوں اور رویوں کا معاوضہ ہے، صرف نظر کا فرق ہے۔ جو لوگ دوسروں کے گھر تباہ کرتے ہیں ان کے گھر خود بخود تباہ ہو جاتے ہیں بلکہ وہ خود اپنے گھر کو تباہ کرنے کی "نیوں" رکھتے ہیں۔ دوسروں کے لیے دعا کرو تا کہ دوسرے تمہارے لیے دعا کریں۔

☆☆

بزدل اور کمینہ آدمی نہ رشتہ دار اچھا ہے اور نہ ہی اچھا دوست ثابت ہو گا۔ وہ ایک اعلیٰ انسان کے مقابلہ میں حاسد اور بغض پرست ہو گا اور ایسے آدمی سے تعلقات اور

دوستی رکھنے والا انسان ویسا ہوتا ہے کیونکہ یہ اخلاقی جرأت کی نفی ہے جس میں اخلاقی جرأت نہیں وہ بزدل اور کمینہ ہوتا ہے۔

انتہائی افسوس اس وقت ہوتا ہے جب لوگ، انسانوں پر تنقید کرتے ہیں اور انتہائی خوشی اس وقت ہوتی ہے جب انسان، لوگوں کی باتوں کو برداشت کرتے ہیں، وہ لوگ جن کا نہ شعور بیدار ہے اور نہ ہی احساس زندہ ہے۔ جس انسان کی موت لہجے اور رویے سے ہو جائے اس کے بارے میں نہ جانے لوگ بکواس کیوں کرتے ہیں؟ انسان وہی ہوتا ہے جس میں عزم، حوصلہ اور برداشت ہوتی ہے۔

☆☆

انسان کا **faith** ہی اس کا کل سرمایہ ہے، دین اور دنیا میں اس کا اعلیٰ معیار اور اعلیٰ عمل ہوگا تو انسان ناکام نہیں ہوگا۔ لاکھوں کیفیات پر ایک **faith** بھاری ہوتا ہے، اس کے بغیر انسان کی زندگی کوئی زندگی نہیں۔ **sincere trust** دیگر بات ہے بھروسہ اور اعتماد اور بات، یقین اصل بات ہے۔ جب تک انسان یقین کی منزل سے نہیں گزرے گا اس وقت تک انسان نہیں بن سکتا۔ **faith** انسان کو انسان بنانے کے لیے نہایت اہم ہے۔

☆☆

جس کی وجہ سے انسان معتبر اور معزز کہلواتا ہے اس کا احترام واجب ہے۔ جو انسان ہر لحہ اپنے محاسبہ میں رہتا ہے وہ کبھی اپنے نظر سے گرتا نہیں اور جو اپنی نظر سے گر جائے اس کے پلے کچھ رہتا نہیں۔ جس کے پلے کچھ نہیں وہ اپنی نظر سے گرے ہوئے لوگ ہیں۔ جو دوسروں کی وجہ سے اپنی عزت گنوا دیتے ہیں ان کی اپنی عزت کبھی نہیں ہوتی۔

اس بڑھاپے میں جوانی نظر آتی ہے جس جوانی میں بڑھاپا دیکھا جائے۔ بوڑھی سوچیں جوان ذہن میں حسین لگتی ہیں اور جوان سوچیں بوڑھے ذہین میں بدصورت۔ جب انسان بوڑھا ہو جائے تو بڑھاپا تسلیم کر لینا چاہیے اور جب جوانی ہو تو اس پر نازاں نہیں ہونا چاہیے اس کو بڑھاپا ضرور آنا ہے۔ انسان کی سوچ ہی بوڑھی اور جوان ہوتی ہے، بڑھاپے اور جوانی کے درمیان فرق سوچ ہے۔ انسان کو اپنی سوچ کا باغی نہیں ہونا چاہیے، جو درست سوچتے ہیں وہ بوڑھے نہیں ہوتے۔ بوڑھی سوچیں جوان سوچوں کی راہنما ہوتی ہیں۔

☆☆

دلیر وہ ہوتا ہے جو رزق حلال کھاتا ہے، عمل صالح بجا لاتا ہے اور سچ بولتا ہے۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتا سوائے خدا کے اور اس کے اندر کوئی خوف نہیں ہوتا سوائے خوف خدا کے۔ وہ عزت کی موت کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے اور زندگی کو موت کے مقابلہ میں حقیر سمجھتا ہے۔ سچائی، رزق حلال اور عمل صالح دلیر انسان کی ذات کے لازمی جز ہیں اس کے بغیر انسان دلیر ہو نہیں سکتا۔

☆☆

بدبخت عورت وہ ہے جو اپنا سکون برباد کر کے دوسرے لوگوں کی خوشیوں کو اطمینان کا فریب دیتی ہے، لوگوں کی باتوں کو اہمیت دیتی ہے اور اسے مایوس کرتی ہے جو اس کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے جبکہ دوسرے صرف زبانی ہمدردی ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔

جو مسائل انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آتے ہیں ان کا حل اللہ تعالیٰ خود نکال دیتا ہے، انسان کی نیت درست ہو اور جو مسائل انسان اپنے لیے خود پیدا کرتا

ہے اس کا حل اسے خود تلاش کرنا ہے۔ نیت میں کہاں خرابی ہے؟ نہ جانے لوگ ہر وقت مسائل میں کیوں رہنا چاہتے ہیں؟ یقیناً وہ اپنی ذات کا محاسبہ نہیں کرتے اور اپنے محاسبہ کا انتظار کرتے ہیں۔ ہر انسان کی کارکردگی کا محاسبہ ہوتا ہے مگر وقت معین نہیں، انسان اس امر پر یقین نہیں کر رہا۔

☆☆

کردار انسان کے سکون کا ترجمان ہے جب انسان فیصلہ کر لے کہ اس کو سکون میں رہنا ہے اور سکون اس میں رہنا ہے تو پھر ہر لمحہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے، رزق حلال کی جستجو میں رہے، اپنے ضمیر کی آواز پر کان دھرے، اپنی فکر کو زندہ رکھے، اپنے کردار پر گواہ صادق رہے تو یہ نہیں ہوسکتا وہ بے سکون رہے۔

☆☆

جس کا شعور بیدار نہیں اس کی باتوں میں لذت نہیں، اس کے کردار پر اعتبار نہیں۔ انسانیت کا سرمایہ حقیقی شعور ہے۔

☆☆

انسان کی فکر اور شعور جتنا بلند ہوتا جائے گا اتنا ہی وہ خاموش ہوتا جائے گا، ایسی خاموشی میں تدبر ہوتا ہے، ہر وقت اپنے محاسبہ کا پہلو اس میں عیاں رہتا ہے۔

☆☆

انسان بڑا عجیب ہے منفی قوتوں کی اتنی بڑی قیمت ادا کرتا ہے مگر ان سے دستبردار نہیں ہوتا جبکہ مثبت قوت کی کوئی قیمت نہیں دینی پڑتی مگر وہ اپنانے کے لیے تیار

نہیں مثلاً جھوٹ کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، ضمیر فروخت کرنا پڑتا ہے، شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے اس کے متعلق بار بار سوچنا پڑتا ہے جبکہ سچ بولنے کے لیے یہ سب کچھ نہیں ہوتا مگر انسان جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا۔ یقیناً ایک منفی قوت سے دستبردار ہونے سے زندگی کے 99% مسائل حل ہونے چاہئیں۔ شاید انسان مسائل سے نکلنا نہیں چاہتا اور عارضی زندگی کو ہمیشہ والی زندگی پر ترجیح دیتا ہے اس لیے بار بار منفی قوتوں کو مثبت قوتوں پر ترجیح دیتا ہے۔ پروردگار کے راہنما اصول منفی قوتوں کو شکست دینے کے لیے ہیں۔ مسلمان کلمہ بھی پڑھے اور منفی قوتوں کی پیروی بھی کرے ان دونوں میں سے ایک غلط ہے، ایک سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ مثبت سوچ جنت ہے اور منفی سوچ جہنم ہے، جہنم لوگوں کا اپنا انتخاب ہے، اپنی مرضی ہے، اپنے رویے ہیں۔

☆☆

انسان کو اپنی اقدار کی قیمت وصول نہیں کرنی چاہیے۔ انسان کا کل سرمایہ اس کی قدریں ہیں کیونکہ اسی سے اصول بنتے ہیں، وہ اصول جس سے کردار بنتا ہے اور وہ کردار جو انسان کی کارکردگی ظاہر کرتا ہے، وہ کارکردگی جس سے انسان کی زندگی بدلتی ہے۔ قدریں انسان کی اصل زندگی ہے نہ جانے لوگ قدریں فروخت کر کے عزت دار کیسے کہلواتے ہیں۔ غرضیں ضرور پوری کرو مگر قدروں کو فروخت کر کے مت بڑے آدمی بنو۔ انسان کو سوچنا ضرور چاہیے مگر اعلیٰ فکر سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے۔ انسان کی اعلیٰ فکر اعلیٰ قدروں کی پاسدار ہے۔ تمام اصول اور فروع قدروں کی پاسداری کے لیے ہیں، نہ جانے لوگ روایات کو حقیقت پر ترجیح کیوں دیتے ہیں؟

☆☆

انسان جیسے سوچتا ہے ویسے ہو جاتا ہے، سوچتے وقت یہ ضرور سوچو کہ آپ کیا

سوچ رہے ہیں، اگر منفی سوچ رہے ہیں تو خدا حافظ اور اگر مثبت سوچ رہے ہیں تو "خدا حافظ"۔ ہماری سوچ ہمارے خدوخال پر پوری طرح اثر انداز ہوتی ہے، جسم، صورت، سیرت، جذبات، کام، کارکردگی، تعلقات، رشتے، فرائض، ذمہ داری سب پر اس سوچ کا اثر ہوگا۔ انسان کی سوچ اس کے اعتماد پر اثر انداز ہوتی ہے، اعتقاد متاثر ہوتے ہیں جو مثبت سوچتے ہیں وہ مثبت نتیجہ پاتے ہیں۔ خوبصورتی انسان کی سوچوں میں ہوتی ہے۔ جو انسان سوچتا ہے وہی انسان دیکھتا ہے۔ جب انسان اچھا سوچے گا تو انسان کو اچھا نظر آئے گا۔

☆☆

دوسروں کو بُرا کہنے سے یہ آسان ہے کہ آپ اپنے اندر اچھا ہونا ثابت کریں۔ جب انسان خود اچھا ہو جائے گا تو باہر سے سب اچھے نظر آئیں گے۔

جو وعدہ وفا نہیں کرتے وہ لفظوں کی حیا نہیں کرتے۔ جو لفظوں کی حیا سے عاری ہیں وہ کسی احترام کے قابل نہیں۔ لفظوں کا احترام ہی معیار انسانیت ہے۔ لفظ ہی کارہائے زندگی ہیں۔ لفظ ہی انسان کا سرمایہ حقیقی ہے، لفظ ہی وعدہ ہے ایک "ہاں" سے رشتہ بنتا ہے اور ساری زندگی رہتا ہے اور ایک لفظ سے ٹوٹ جاتا ہے وہ "طلاق" ہے۔

☆☆

انسان زندگی کے بارے میں جتنا جانتا ہے اس سے آگے زندگی نہیں گزار سکتا۔ اگر انسان جانتا ہے کہ اس کے حواس خمسہ کی پاکیزگی اصل زندگی ہے تو وہ زندگی میں کم سے کم پریشان ہوگا۔ ہمارے حواس خمسہ ہماری تمام تر پریشانیوں کا باعث ہیں کیونکہ ہم اپنے حواس خمسہ سے تمام منفی قوتوں کو پروان چڑھاتے ہیں جبکہ یہی حواس خمسہ مثبت قوتیں حاصل کر سکتے ہیں مگر ہم جاننے، سننے اور دیکھنے میں فرق محسوس نہیں کرتے۔

☆☆

بُرے اور برائی کو دہرائیں مت کیونکہ اس طرح انسان اذیت سے نکل نہیں سکتا۔ بُرے کو ذہن سے نکال دو اور برائی کو ذہن میں آنے مت دو اس سے زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ جو لوگ ہر وقت بروں کی باتیں کرتے ہیں خواہ وہ بُرے نہ ہوں تاہم بُرے ان کے ذہن میں ہوتے ہیں۔ اچھے عمل سے انسان اچھا بنتا ہے مگر اچھے ذہن میں ہونے سے بھی فرق پڑتا ہے۔ جو برائی کا پیچھا کرتے ہیں برائی ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی، جو برائی میں رہنا چاہتے ہیں ان کو برائی میں سے کوئی نکال نہیں سکتا۔ برائی کی باتیں وہی کرتے ہیں جو بروں کو جانتے ہیں۔ برون کو اپنا اچھا وقت مت دو بلکہ اچھا وقت اچھوں کے لیے رکھو ایسا کرنے سے سکون ہوتا ہے۔

☆☆

نہ جانے لوگ معاشرہ کا شکوہ کیوں کرتے ہیں؟ جو کچھ معاشرہ کو دیا جا رہا ہے وہی معاشرہ ہمیں دے گا، جیسا انسان اپنے اندر داخل کرے گا ویسا اس کے اندر سے خارج ہو گا اگر انسان کے اندر برائی ہے تو برائی ہی نکلے گی۔ اگر انسان اپنے اندر اچھائی ڈالے گا تو اچھائی نکلے گی۔ انسان کرتا کچھ ہے اور چاہتا کچھ اور ہے حالانکہ اس کو وہی ملے گا جو اس نے کیا ہے۔ بس پھر ایسے ماحول میں انسان کو شکوہ نہیں کرنا چاہیے جو لوگ اپنے آپ کو اطمینان کا فریب دیتے ہیں وہ بلاوجہ دوسرے کے ساتھ برائی کرتے ہیں اور وہ برائی دوسروں کی نسبت ان کے لیے زیادہ اذیت ناک ہے جس کا انتخاب انہوں نے خود کیا ہے۔ جو لوگ اپنے ذہن میں کوئی چیز مثبت نہیں ڈالتے ان کے ذہن میں سے کوئی مثبت چیز نہیں نکلے گی۔ جو منفی سوچتے ہیں وہ منفی نکالتے ہیں بس جیسا عمل ہوتا ہے اس سے تھوڑا زیادہ ردعمل ہو گا؟ معاشرہ وہی ہے جو ہم ہیں یہ نہیں ہو گا کہ معاشرہ ہمارے علاوہ ہو گا۔

☆☆

جو لوگ ناکامیوں اور مشکلات کے بعد کامیابیاں حاصل کرتے ہیں وہ باقی زندگی شکست کے بغیر گزار سکتے ہیں۔ دکھ اور تکلیف نئے دور کو جنم دیتی ہے اور ہر کامیابی کے پیچھے بہت سی ناکامیاں ہوتی ہیں۔ یہ انسان کے حوصلہ پر منحصر ہے کہ وہ حالات کا مقابلہ کیسے اور کتنا کر سکتا ہے۔ پُر عزم انسان ناکامی سے کبھی تعلق نہیں رکھتا وہ مسلسل جدوجہد کو زندگی کا منشور جانتا ہے اور اس پر عمل پیرا رہتا ہے۔ جو انسان رک جاتا ہے اور واپسی کے بارے میں سوچتا ہے وہ کبھی کامیاب زندگی کا تصور نہیں کر سکتا۔ زندگی کی مشکلات اور ناکامیوں کو پورے حوصلے اور وقار سے قبول کریں تو انسان کے اندر ایک نیا حوصلہ جنم لیتا ہے جو انسان کو کامیابی کی راہ پر گامزن کرتا ہے جس میں تحمل اور استقامت ہوتی ہے۔

مدمقابل میں خوبیاں تلاش کریں تاکہ آپ کو خوبیوں کا احساس ہو۔ جب انسان مدمقابل میں کمزوریاں اور برائیاں تلاش کرتا ہے تو وہ اپنے اندر والی کمزوریوں اور برائیوں سے اس کا موازنہ کرتا ہے جس سے انسان کو انسان بننے میں دقت ہوتی ہے کیونکہ انسان دوسروں کے کردار کے عکس کو اپنے اندر دیکھنے کا متمنی رہتا ہے جبکہ اعلیٰ کردار کے لیے اعلیٰ عمل کے اصولوں سے حاصل ہوتا ہے۔

☆☆

جو انسان حالات کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے مصائب کو اپنے تک محدود رکھے۔ اپنے مصائب کسی کو بتانے سے نہ حل ہوتے ہیں اور نہ ہی دور۔ انسان جو اپنے اندر سے توانائی حاصل کرتا ہے وہ مصائب کا مقابلہ بہتر طریقہ سے کر سکتا ہے، اپنا احتساب، دیانتداری، درگذر، حوصلہ، محتاط گفتگو، انداز بیاں میں نفاست۔ عجلت مصائب میں اضافہ ہے۔ نیت کا بڑا عمل دخل ہے، اس کا درست ہونا لازمی ہے۔

☆☆

جو انسان جذباتی، ذہنی اور روحانی طور پر صحت مند ہے وہ بوڑھا نہیں ہوتا۔ انسان کے رویے انسان کو بوڑھا کر دیتے ہیں اور پھر انسان خود اپنے لیے عذاب تحریر کرتا ہے۔ غصہ، ناراضگی، تنقید، نفرت، حسد، بغض، یہ ناپسندیدہ اور بیمار رویے ہیں جس سے بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ فشار خون، کمزور قوت مدافعت یہ بیمار رویوں کی وجوہات ہیں۔ جو انسان فطرت کے حسن سے رزق حاصل کرتا ہے وہ روحانی بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔ اچھا ادب پڑھنے سے انسان تازہ رہتا ہے، اپنی فکروں سے نکل کر دوسروں کی فکروں سے رزق حاصل کرتا ہے۔ صدقہ خیرات اور سخاوت سے انسان صحت مند رہ سکتا ہے۔ محبت تقسیم کرنے سے محبت حاصل کر سکتا ہے، انسان خود اپنے آپ کو تکلیف دیتا ہے اور دوسروں سے اس کا گلہ کرتا ہے۔ انسان کے اپنے رویے اس کے دشمن ہیں۔ ہم اپنے لہجوں سے مشکلات پیدا کرتا ہے۔ انسان بوڑھا نہیں ہوتا لہجے اور رویے بوڑھے ہوتے ہیں بس اس کا بہت خیال رکھنا ضروری ہے۔

☆☆

وہ زندگی میں کبھی پریشان نہیں ہوتے جو اللہ تعالیٰ کو اپنی زندگی میں شامل رکھتے ہیں۔ ہماری ناکامیاں ہماری اپنی وجہ ہیں اور ہماری کامیابیاں اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہیں۔ ہم جتنا اللہ تعالیٰ کو اپنی سوچوں، خیالوں، تنہائیوں میں شامل رکھیں گے وہ اتنی ہماری مدد فرمائے گا۔ جو جانتا ہے پریشانی کیوں ہے؟ وہی جانتا ہے یہ دور کیسے ہو گی۔ وہ اسباب پیدا کرتا ہے ہم پریشانیوں کا سبب خود پیدا کرتے ہیں۔

جہاں انصاف زندہ نہیں رہتا وہاں ہر چیز مر جاتی ہے۔ جہاں ناانصافی ہو رہی ہو وہاں ساری دنیا کو اس سے خطرہ لاحق رہتا ہے۔ انصاف وہ نہیں ہوتا جسے ہم انصاف کہتے ہیں انصاف وہ ہوتا ہے جسے دنیا انصاف کہے اور دنیا کو نظر آئے۔ جب انصاف خطرے میں

ہو گا تو کوئی چیز محفوظ نہیں ہو گی انسان، انسانیت، گھر، خاندان، ملک، دنیا۔ انصاف ہمارا محافظ ہے۔

☆☆

بہادری کا تعلق عمر سے نہیں ہوتا اسے حالات اور عزم جنم دیتا ہے یا پھر یہ قدرت کا ایک تحفہ ہوتا ہے جو اعلیٰ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ مارنے والا بہادر نہیں ہوتا۔ ظلم کا صبر سے مقابلہ کرنے والا بہادر ہوتا ہے، وہ بہادر ہوتا ہے جو بے اصولوں کے مقابلہ میں اصول پرستی سے دستبردار نہیں ہوتا، جو حالات کا مقابلہ کرنے اور ان کا رخ موڑنے کا حوصلہ رکھتا ہے، جو موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہے، جو اقتدار کو اعلیٰ اصولوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھتا ہے، جو اصول پرستی کو خدا پرستی کہتا ہے، مانتا ہے اور اس پر کاربند ہے۔ بہادر وہ ہوتا ہے جو حالات کے رخ کو کنٹرول کرتا ہے۔ بہادر کبھی خوف زدہ نہیں ہوتا اور ہر وقت خوف خدا میں رہتا ہے اور اپنے خدا کو وہی کچھ جانتا ہے جیسا وہ ہے بصیر ہے سمیع ہے۔ انسان کے اندر خود اعتمادی، قوت فیصلہ کی طاقت اصل بہادری ہے اس سے ناممکن، ممکن ہو جاتا ہے۔ بہادری یہ نہیں کہ تم بے عزتی کتنی کرتے ہو بلکہ بہادری یہ ہے کہ تم عزت کتنی کرتے ہو۔ بہادر انسان وہ ہوتا ہے جو عزت دار ہوتا ہے۔

☆☆

گالیاں دے کر لوگ اپنے آپ کو اذیت دیتے ہیں اور دوسروں کے جذبات کو ابھارتے ہیں جو جھگڑے کا باعث بنتی ہیں۔ گالیوں کے بغیر بھی ناراضگی کا اظہار ہو سکتا ہے جبکہ لوگ ایسے رویے سے ناآشنا ہیں۔ جو انسان سمجھ جائے گالی اچھی بات نہیں وہ ایسے رویے سے کبھی نقصان نہیں اٹھائے گا۔ قتل میں گالی کا سب سے اہم کردار ہے۔ گالی دینے والے کو "زبان دراز" کہتے ہیں۔ زبان درازی ماحول کو آلودہ کرتی ہے، انسانیت

کو شرمندہ کرتی ہے، وقار کو گرا دیتی ہے، عزت کو برباد کرتی ہے۔ گالی دینے والا برا ہے مگر گالی لینے والا اصل برا ہے۔ گالی کلچر میں آپ اردگرد جائزہ لیں انسانیت نظر نہیں آئے گی۔ درس گاہیں، تربیت گاہیں، عبادت گاہیں اس کی تربیت پر کوئی توجہ نہیں دیتیں۔ گالی سخت قابل تعزیز جرم قرار دیا جانا چاہیے۔ قانون کی محافظ گاہ، گالی کی جائے پیدائش ہے، سب گالیاں وہاں سے جنم لیتی ہیں۔ جہاں احترام ہونا چاہیے وہاں گالیاں ہوں تو انصاف کہاں ملے گا۔

☆☆

نورانی چہروں پر جب "برائے فروخت" لکھا ہوا ہو تو کس ضمیر اور صاحبِ ضمیر کی بات کریں۔ سستے داموں فروخت ہو یا مہنگے داموں خریدا جائے وہ ضمیر قابل اعتبار نہیں جس کی قیمت مقرر ہو جائے۔ بس بدبخت دولت بھی کیا ہے؟ جب چاہے خرید لے، لیکن بڑی بخت والی ہے عیب چھپا لیتی ہے اور حاجت پوری کر دیتی ہے۔

☆☆

سیاست وہ ہوتی ہے جس میں کوئی کسی کا دشمن نہیں ہوتا نہ اس میں کوئی اصول ہے اور نہ ہی باضمیر انسان، صبح ایک جگہ، شام دوسرا مقام، سیاسی ضمیر کے مسافر ہیں کبھی ان کا ضمیر سفر کرتا ہے کبھی یہ خود مسافر ہوتے ہیں۔ کبھی یہ کفر کا فتویٰ دیتے ہیں کبھی ایک گھاٹ سے پیتے ہیں۔ جو خود گم راہ ہیں وہ دوسروں کے راہنما ہیں۔ جب کوئی برا نہ منائے تو نہ جانے لوگ تھک کر خاموش کیوں ہو جاتے ہیں۔

☆☆

جو آپ کو سمجھتا نہیں آپ ایسی کوشش مت کریں کہ وہ آپ کو سمجھ جائے خواہ

تمہاری بیوی ہو، بچے ہوں، بہن بھائی ہوں بشرطیکہ آپ کو یقین ہو کہ آپ کوئی کام اور عمل وہ نہیں کر رہے جو آپ کے ضمیر کے منافی ہے، جو آپ کے فرائض میں غفلت تصور ہو۔ فرض کو فرض اور حق کو حق سمجھ کر ادا کریں۔ اپنے رویوں سے یہ ظاہر مت ہونے دیں کہ آپ کو کوئی سمجھ نہیں رہا۔ ایک انسان دوسرے انسان کے بارے میں اپنے ادراک سے آگے کچھ نہیں سمجھتا اور نہ ہی دوسرے کو اس کے ادراک سے آگے سمجھانے کی ضرورت ہے۔ انسان اپنی اغراض کے آگے اندھا ہے، وہ بصیرت سے محروم ہے لہٰذا سمجھدار انسان وہ ہے جو دوسروں کے رویوں کی وجہ سے اپنے آپ کو کم از کم تکلیف دیتا ہے، یہ نہایت مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنا کرم کرتا ہے تو انسان ایسا سوچتا ہے اور ہو جاتا ہے۔

☆☆

بدبختی وہاں سے شروع ہو جاتی ہے جب آپ تمام فرائض پورے کریں اور اولاد آپ سے مطمئن نہ ہو اور آپ کو سمجھنے میں غلطی کرے ایسی اولاد زندگی میں ناکامی کو خود دعوت دیتی ہے اور والدین کے نہ ہونے کے بعد ان کو والدین بہت یاد آتے ہیں، جب وقت گزر جاتا ہے اور زندگی ہوتی ہے جس میں والدین پر شک کیا جاتا رہا۔ خدا جب مہربان ہوتا ہے تو اولاد والدین کی ہر بات پر یقین کرتی ہے۔ جو اولاد فرض شناس والدین کو اذیت دیتی ہے وہ ساری زندگی اذیت میں رہتی ہے اور اس اذیت کا جواز دوسروں میں تلاش کر کے اپنی ذات کو اطمینان کا فریب دیتے ہیں۔ خدا جس پر مہربانی کرتا ہے اس کو صالح اور تابعدار اولاد دیتا ہے۔

☆☆

جو زندگی میں انصاف نہیں کرتے، موت ان کے ساتھ انصاف نہیں کرتی۔ جو

زندگی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں موت ان کے ساتھ انصاف کرتی ہے۔ اپنے حصہ سے زیادہ ایک لقمہ بھی انسان کے نصیب میں نہیں۔

☆☆

وہ کتنا بے نصیب ہے جو یومِ حشر دوسروں کے گناہ کا حساب دے گا، جو اپنے کردہ گناہوں کے علاوہ ہوگا۔

☆☆

جب کسی کے خلوص میں کمی آ جائے تو اس سے ہر امر کی توقع رکھو، یہ مطلب پرست لوگوں کے کردار کا حصہ ہوتا ہے۔

☆☆

جب اولاد آپ کی بات پر توجہ نہ دے تو آپ اپنی سوچ پر غور فرمالیں، اس طرح انسان کے اندر اصلاح کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ فکر کی بنیاد یہ ہے کہ انسان اپنے اندر اصلاح کا عمل جاری کرے۔ اپنی عادات کے ساتھ ضد کرنے والے لوگ اپنے آپ کو اذیت سے نکالنا نہیں چاہتے۔ بار بار دوسرے کو سمجھانے کی بجائے بار بار اپنے ردِعمل پر غور کرو۔

☆☆

دو طرح کے لوگ انتہائی غریب ہوتے ہیں ایک کمینہ دولت مند اور دوسرا ان پڑھ دولت مند۔ دولت سے نہ کمینہ پن دور ہو سکتا ہے اور نہ ہی شعور خریدا جا سکتا ہے، نہ

جانے لوگ دولت پر فخر کیوں کرتے ہیں اور دولت کو اپنا حوالہ کیوں ظاہر کرتے ہیں۔ دعا کرو غریب ہو مگر ان پڑھ اور کمینہ نہ ہو۔

☆☆

جن لوگوں کو ان کی حیثیت سے زیادہ عزت دی جائے وہ عزت کو بے عزتی سمجھتے ہیں اور ایسا احترام کرنے والے کو حقیر جانتے ہیں۔ وہ اپنے معیار زندگی سے آگے کسی عزت کا تصور نہیں رکھتے۔ چھوٹے اور جھوٹے لوگوں کو ضرورت اور حیثیت سے زیادہ عزت مت دو، وہ عزت کی بے عزتی کرتے ہیں۔

☆☆

ہر تبدیلی کی پشت پر کوئی نظریہ ہوتا ہے۔ معاشرہ پستی کی طرف کیوں رواں دواں ہے اس کی پشت پر نظریہ کمزور ہے۔ معاشرہ میں بسنے والے لوگ قدروں پر اغراض کو مقدم سمجھ رہے ہیں۔ قومی مسائل کو ذاتی مسائل کے مقابلہ میں اہمیت نہیں دیتے۔ ملک کی نظریاتی بنیادوں کو اپنے ذاتی مفاد کے مقابلہ میں کم تر جانتے ہیں اس لیے کسی بڑی تبدیلی کا امکان نہ ہے۔

☆☆

جو انسان زمانہ کی بات دھیان سے نہیں سنتا ہے زمانہ اسے فراموش کر دیتا ہے۔ پھر وہ زمانہ میں بے شک ہے مگر رسوائی اس کے مقدر میں لکھ دی جاتی ہے۔ زمانے کے ساتھ ساتھ چلو اور زمانے کا خیال رکھو پھر زمانہ تمہارا خیال رکھے گا۔ زمانہ سب جانتا ہے مگر لوگ سمجھتے ہیں زمانے کو کوئی خبر نہیں "زمانہ خدا ہے"۔

عقل مندی یہ ہے کہ آپ جب عمل صالح بجا لانا چاہتے ہیں تو دوسرے کو یہ نہ کہیں کہ آؤ نماز پڑھ لیں بلکہ اسے کہیں کہ آپ نے نماز ترک کی ہوئی ہے۔ ہر عمل کا ایک ردعمل ہے۔

☆☆

جس قانون کی، انصاف کی، عمل کی بات کرتے ہو اس سے انحراف مت کریں ورنہ آپ کے تمام دعوے فاسد ہو جائیں گے اور ثواب کی بجائے گناہ عظیم ہو گا، عقل مندی کا یہ تقاضا ہے، عقل مندی کا یہ مسلمہ اصول ہے۔

☆☆

دنیا کی اذیت قبر کے عذاب سے کم نہیں، جب انسان سچ دیکھ رہا ہو اور اس کی گواہی نہ دے سکے۔ اس کے لیے قبر کا عذاب کیا ہے؟ جب وہ اپنی روح کو اذیت دیتا ہے۔ عذاب جسم پر ہے، اذیت روح پر ہوتی ہے، دُکھ روح محسوس کرتی ہے، درد جسم کے لیے ہے۔ غم کا ایک وقت ہوتا ہے، اگر دُکھ درد اور غم دنیا میں ہیں تو یہ اذیت عذاب قبر سے زیادہ ہے۔ قبر کا عذاب دوسرے محسوس نہیں کریں گے۔

☆☆

جب باشعور انسان خاموش ہو جاتا ہے تو اس کا شعور گفتگو کرتا ہے اور جب انسان کا شعور گفتگو کرتا ہے تو دنیا کے عقل مند زمانے میں اس گفتگو کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ یہ راز فکر خاموشی میں ہیں۔

☆☆

جو دانستہ اپنے فرائض منصبی سے کوتاہی کرتے ہیں وہ ذمہ داری کو دھوکا دیتے ہیں اور اپنے آپ کو اطمینان کا فریب دیتے ہیں۔ وہ کسی تحقیر کے مستحق نہیں ہوتے جو ہر جلدی والی لائن میں اپنے آپ کو کھڑا رکھنا چاہتے ہیں۔ استحقاق کا خیال نہ رکھنے والے جو دوسروں کے لیے اذیت سمجھے وہ ان کے لیے انتہائی ندامت ہے، جب وہ اپنے ضمیر میں کوئی جواب رکھے۔

☆☆

مرنے والے مر جاتے ہیں، درد اور دُکھ ساتھ لے جاتے ہیں اور غم دے جاتے ہیں۔ جو غم محسوس کرتے ہیں وہ ہر روز مرتے ہیں۔ جن کو کوئی غم نہیں اس کی کوئی زندگی نہیں۔ غم زندگی ہے اور زندگی غم ہے۔ خوشیاں فریب ہیں جو لوگ اپنی خواہشوں کو دیتے ہیں۔

☆☆

جبلت ایک الگ بات ہے، شعور ایک علیحدہ بات ہے، قادر مطلق نے انسان کو شعور عطا کیا ہے اور باقی ذی نفس کو جبلت سے نوازا ہے۔ انسان کو وہ کرنا چاہیے جس کی تصدیق انسان کا شعور کرتا ہے۔ باقی ذی نفس اپنی جبلت سے ہٹ کر کوئی کام نہیں کرتے۔ جب انسان میں وہ صفت ہوگی، جو کسی ذی نفس کی ہے تو وہ ویسا حیوان ہوگا۔ انسان کو کوئی وہ بات نہیں کرنی چاہیے جو انسانیت کو زیب نہیں دیتی، بس جبلت اور شعور میں یہی فرق ہے۔

☆☆

اصولوں کے ساتھ زندہ رہو تاکہ اصول آپ کو زندہ رکھیں۔ بے اصول لوگ کبھی

بھی خدا پرست نہیں ہو سکتے۔

☆☆

بدزبان لوگوں کی زبان پر کبھی اچھی بات نہیں آئے گی۔ ایسے لوگ ہر وقت لاشعور میں رہتے ہیں، پھر شکوہ کرتے ہیں، ان جیسے لوگ ان کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ایسے لوگ عزت والے الفاظ سے ناآشنا ہوتے ہیں۔

☆☆

جو لوگ دوسروں کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات پر یقین کر لیں دوسرے اس کی اس سے زیادہ مخالفت کرتے ہیں۔ نہ کسی کو دُکھ دو اور نہ کسی سے دُکھ لو۔

☆☆

خیالات کی بلندیوں پر اڑنے والوں کو معلوم ہوتا ہے خیالات کی پستی میں رہنے والے کیسے ہوتے ہیں۔ اعلیٰ خیالات ادراک کی حدود کو چھونے کی تمنا رکھتے ہیں، پانے کا حوصلہ رکھتے ہیں، حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان میں رہنے کی خواہش کرتے ہیں۔ وہ خباثتوں سے بلند سوچتے ہیں۔ وہ حماقتوں سے دور رہتے ہیں۔ وہ لطافتوں کے قریب رہتے ہیں۔ وہ کثافتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ جو بلند سوچتے ہیں وہ بلند رہتے ہیں۔

☆☆

سچ بولنے اور دیانتداری سے انسان ذہنی طور پر تندرست رہتا ہے۔ زیتون کے تیل اور صاف پانی کے استعمال سے انسان صحت مند رہتا ہے۔

☆☆

آپ بچوں سے جتنا پیار کرتے ہیں آپ سے بچے اتنا پیار کریں گے۔ آپ بڑوں سے جتنا پیار کرتے ہیں وہ اتنا پیار کریں گے جتنی ان کی مرضی ہے اور جتنی ان کی اغراض آپ سے وابستہ ہیں۔

جو کچھ ہم دیکھ اور سمجھ نہیں سکتے وہ ہمارے لیے بے معنی ہے۔ ہم بے معنی ہیں کیونکہ ہم اپنے اندر نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے آپ کو سمجھ رہے ہیں، جبکہ انسان کا دنیا میں آنے کا کوئی مقصد ہے جس کا کوئی مقصد نہ ہو وہ بے مقصد اور بے معنی ہوتا ہے۔

☆☆

زیادہ سے زیادہ جاننے کی جدوجہد میں انسان کا اعتماد پوشیدہ ہے۔ وہ جتنی فکر کرے گا اتنا اس میں اعتماد پیدا ہوگا کیونکہ وہ کسی حقیقت کو پانے کی جہدوجہد میں رہتا ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد کسی خاص حقیقت کو پانا ہے جو اس کے رجوع کو اس کے خالق سے غافل نہ کرے۔

☆☆

جو سوچنے میں غلطی نہیں کرتے وہ عمل میں غلط نہیں ہوتے۔ جو غلط ہوتے ہیں وہ غلط سوچتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو درست سمجھتے ہیں۔

☆☆

زندگی شعور کا نام ہے اور موت لاشعوری ہے۔ چلتا پھرتا مردہ اس امر سے بے نیاز ہے کہ انسانیت کا کیا پروگرام ہے۔

☆☆

جو زندگی کی بے ثباتی سے آگاہ ہیں وہی موت کی معرفت کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ موت کی حقیقت انسان کو معرفت سے آگاہ کرتی ہے جس سے انسان کی زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ انسان اس لیے پریشان ہے کہ وہ حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔

☆☆

جوانی کو تسلیم کرایا جائے بڑھاپا کیا ہے؟ تو جوانی آسان ہو جاتی ہے، کردار صالح ہو جاتا ہے، اعمال درست ہو جاتے ہیں، جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں، نفرت دور ہو جاتی ہے، منفی قوتوں کو شکست ہو جاتی ہے جس کے لیے انسان تمام عبادات بجا لاتا ہے۔

☆☆

یہ لازم نہیں جو مرتے ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں بلکہ ختم وہ ہوتے ہیں جو زندہ تو ہوتے ہیں مگر کفن پوش مردہ ہیں۔

☆☆

جب آپ ایک عمل کے بارے میں سوچتے ہیں تو اس کے ردعمل کے بارے میں ضرور سوچیں تا کہ آپ درست فیصلہ کر سکیں کیونکہ ہر عمل کا ایک ردعمل ہے۔

☆☆

جب تم کسی کے جذبات سے کھیلتے ہو تو اس بات پر یقین کر لو تمہارے جذبات سے کھیلنے کو کوئی تیار بیٹھا ہے۔

☆☆

جس انسان کو دنیا کی بے ثباتی پر یقین ہو جاتا ہے وہ اپنی زندگی کو نہایت آسان بنا لیتا ہے اور موت کو اس سے زیادہ آسان جانتا ہے۔

☆☆

جب مجھے اپنی حیثیت معلوم ہو جائے گی تو مجھے اپنی اہمیّت کا علم ہو جائے گا۔

☆☆

چالاک، ہوشیار، مکار، فریبی، ذہین، آپ کیا ہیں؟ آپ کو اپنے بارے میں جاننے میں آسانی ہو جائے گی اور دوسروں کو جاننے میں دقت نہیں ہو گی۔

☆☆

جو انسان عزم لے کر اٹھتا ہے وہ مقصد کو پانے تک بیٹھتا نہیں؟

☆☆

جب تک انسان وقت کی قدر نہیں کرے گا اس وقت تک وقت اس کی ترقی میں رکاوٹ رہے گا۔ وقت کی اعلیٰ قدر کا نام "ترقی" ہے۔

☆☆

جھوٹے، بُرے، کمینے اور بزدل لوگ اچھے اور اعلیٰ انسان کی مخالفت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ بھی پہچانے جائیں کہ وہ کسی کو کیا سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی کمزوری اوز بزدلی کو اس طرح اطمینان کا فریب دیتے ہیں کہ ان میں وہ سب کچھ ہے جو ایک اچھے اور اعلیٰ انسان میں ہوتا ہے۔ وہ بھی کسی سے کم نہیں حالانکہ وہ ایسا کر کے اپنی ذات کو دھوکا دیتے

ہیں اور اصولوں سے انحراف کرتے ہیں۔ اعلیٰ کو اعلیٰ جاننا، ماننا شرافت ہے مگر بدمعاش لوگ دوسروں کے لباس کو تار تار کر کے خود بالباس شریف ہونا چاہتا ہے۔ ایسے کرداروں کی وجہ سے معاشرہ میں ایک کرب اور بے چینی روپذیر ہوتی ہے، بے اعتمادی کا شکار ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دروزے ان پر بند کر دیتا ہے، ان کے احساس کو مفلوج کر دیتا ہے مگر لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کیونکہ لوگ آنکھوں کے ساتھ اندھے ہیں اور عقل کے ساتھ مجذوب ہیں۔ جس معاشرہ میں شریف انسان کی عزت نہیں وہ زیادہ دیر قابل احترام نہیں رہتا پھر خدا پر اسرار رویوں سے اسے تباہ کر دیتا ہے۔

☆☆

کمینے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ہر وقت وہ بات کریں جو انسانیت کو زیب نہیں دیتی اور ایسے لوگ اپنی کمزوریوں کو چھپانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات سے اپنی اَنا کو مجروح کرتے رہتے ہیں۔ اپنی گھٹیا حرکات سے اپنی ذات کو ظاہر کرتے ہیں۔ اپنی عزت کا تو انہیں پہلے ہی خیال نہیں ہوتا مگر دوسروں کی عزت کا قطعاً خیال نہیں رکھتے۔ ہر وقت لالچ ان کے ذہن میں رہتا ہے۔ پیٹ بھرا ہوا بھی ہو تو آنکھیں بھوکی رہتی ہیں۔ ان کی اپنی زندگی عذاب ہوتی ہے مگر ان کو محسوس تک نہیں ہوتا کیونکہ یہ سب کو اپنے جیسا دیکھتے ہیں۔ جہاں سب کمینے اکٹھے ہوں وہاں انسان کی کیا قدر ہوگی۔

☆☆

جو میری وجہ سے میرے رشتوں کا احترام کرتا ہے مجھے اس کی وجہ سے اس کے رشتوں کا احترام کرنا چاہیے۔ جو جس کا احترام کرتا ہے اسے اس کا احترام کرنا لازمی ہے۔ یہ معاشرہ میں اعلیٰ ترین رویہ ہے کہ جو آپ کی سلامتی چاہتا ہے، آپ اس کی سلامتی کو یقینی

بنائیں۔ جب اس پر عمل ہو گا تو سمجھ لو خدا ہم پر راضی ہے۔ خدا کبھی بھی اجر سے محروم نہیں کرتا۔ معاشرہ زوال پذیر اس وجہ سے ہے کہ معاشرہ خلق کرنے والے خدائی اصولوں سے انحراف کرتے ہیں اور معاشرہ کا شکوہ کرتے ہیں جس میں وہ اپنے حصّے کا کردار ادا کرتے ہیں۔

☆☆

آؤ! ہم جائزہ لیں ہمارے اردگرد کیا ہو رہا ہے؟ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ ہم ایسا کیوں کرتے ہیں؟ انشا اللہ ہمیں جواب مل جائے گا۔

☆☆

معاشرہ میں حیوانی رویے انسانی رویوں کو اس وجہ سے اذیت دیتے ہیں کہ ان کو شعور نہیں زندہ اور مردہ میں فرق کیا ہے؟ حیوانی رویوں کے ہوتے ہوئے کبھی انسانیت کا احترام نہیں ہو گا۔ ایسا مظاہرہ ریلوے پھاٹک پر دیکھ سکتے ہیں، نذر نیاز یا خیرات بانٹتے وقت جائزہ لیں یا دیگر کسی کھانے کی دعوت میں دیکھیں۔ ایک سوال انسان کو اپنے اندر کرنا چاہیے مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اور میں کیا کر رہا ہوں؟ پھر وہ اپنے رویوں کی اصلاح کر سکتا ہے۔

☆☆

جہاں بہت سارے لوگ مشورہ دیں گے وہاں بہت ساری غلطیاں سامنے آئیں گی اور کسی غلطی کی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا اور ہر غلطی کا جواب دوسرے میں تلاش کرے گا، یہ لوگوں کے باطن کی خباثت ہے۔ نیک دل انسان نیک دل عمل کرتا ہے۔ جو نیک دل عمل نہیں کرتے وہ کبھی پرسکون نہیں ہوں گے خواہ وہ ہزار ہا عبادات بجا

لائیں اور ہر روز اللہ کے نام پر فضول خرچی کریں۔ خدا دل میں رہتا ہے اور دلوں کا حال جانتا ہے۔ انسان کے رویے اس کے کردار پر گواہ ہوتے ہیں۔

میرے اردگرد لوگ علم اور معرفت کی دکانیں لگائے بیٹھے ہیں مگر انہیں معلوم نہیں وہ کیا بیچ رہے ہیں اور میرے شعور کے پاس وہ ظرف نہیں جس کو پھیلا کر میں وہ پا سکوں۔ بغیر دولت کے عقل اور شعور حاصل کیا جا سکتا ہے شاید میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا یا میں سمجھتا ہوں میرا اس کے بغیر گزارہ ہو جاتا ہے ورنہ تو انسان کے یقین میں یہ موجود ہے کہ ہر بُرے فعل کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا مگر میں بُرے فعل کو اچھے عمل پر ترجیح دیتا ہوں۔ شاید مجھے اس سے فائدہ ہے حالانکہ علم اور معرفت میں ایسا نہیں۔ خدا ان کو توفیق نہیں دیتا جو توفیق لیتے نہیں یا توفیق کے قابل نہیں۔ خدا ان پر مہربان ہوتا ہے جو مہربان ہوتے ہیں اور مہربانیاں تقسیم کرتے ہیں، اپنے ارادوں اور رویوں میں، سوچوں اور خیالوں میں، اپنے عمل اور قول میں، اپنے ظاہر اور باطن میں یکساں ہوتے ہیں۔ شعور کی دولت انتہائی دولتوں میں سے انتہائی دولت ہے جو انسان کو یقین کی بلندی تک لے جاتی ہے کہ ایک دن انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے جب ان کے اعمال کا وزن ان کی ہتھیلیوں پر رکھ کر کیا جائے گا۔ خدا بُرے لوگوں کی مدد نہیں کرتا جب کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خود ساختہ عزت خدا نے بنائی ہے۔ عزت صرف وہ ہے جو خدا لوگوں کے دلوں میں اپنے بندہ کے لیے پیدا کرتا ہے، جو بندے اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور اس کے دیئے ہوئے رزق پر شکر بجا لاتے ہیں، دولت اور عزت پر غرور نہیں کرتے، عاجزی کو تھامے رکھتے ہیں، گناہ نہیں کرتے پھر بھی وہ توبہ کے طلب گار رہتے ہیں۔ رات کو معافی طلب کر کے بستر مرگ پر جاتے ہیں، زندگی کے ہر لمحہ کو آخری سمجھتے ہیں اور ہر لمحہ خدا کو اپنے سانسوں میں موجود پاتے ہیں۔ خدا ان سے غافل نہیں ہوتا جو خدا سے غافل نہیں ہوتے۔

انسان کی فکر اس وقت بیدار ہوتی ہے اور شعور جنم لیتا ہے جب کوئی دُکھ اس کے اندر چھپے کرب کو ظاہر کرتا ہے تو پھر وہ اپنے ہر عمل اور رویے پر نظر رکھتا ہے۔ جو اپنے عمل اور رویوں پر نظر رکھتے ہیں وہ زندگی میں ہر قدم پھونک کر رکھتے ہیں اور ان کا خدا ان کی مدد اور راہنمائی کرتا ہے۔ خدا اپنی مخلوق سے غافل نہیں، مخلوق اپنے خدا سے غافل ہے۔ وہ رزق اور صحت دیتا ہے۔ ہم نے اس کی نعمتوں کا صرف شکر بجا لانا ہے جو ہم نہیں کرتے۔ ہم احسان فراموش ہیں۔ خدا کو ہماری ضرورت نہیں کہ ہم خدا کو مانیں گے تو وہ خدا ہوگا بلکہ خدا ہے ہم مانیں یا نہ مانیں اور خدا رہے گا، خدائی سے دستبردار نہیں ہوگا اور رحمت کا دروازہ بند نہیں کرے گا خواہ ہمیں توفیق نہ ہو کہ ہم اس پر دستک دیں۔

☆☆

ایک ہی دفعہ پہنچنے سے بہتر ہے کہ آپ دیر سے پہنچیں اور دیر سے پہنچنے سے بہتر ہے کہ آپ گھر سے جلدی نکلیں۔ وہ زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے جو وقت کی قدر سے نا آشنا ہیں اور نتیجہ وقت سے پہلے مانگتے ہیں۔

☆☆

جو موت کو جانتا ہے وہ سب جانتا ہے۔

☆☆

جن کو پروردگار فکر کی صلاحیت عطا کرتا ہے ان کو برداشت کی اس سے زیادہ دیتا ہے۔ جو فکر نہیں کرتے وہی برداشت نہیں کرتے۔ جن میں قوت برداشت نہیں ان میں قوت فیصلہ کی کمی ہے اور ان کے پاس وہ علم نہیں ہے جس سے اعلیٰ فکر جنم لیتی ہے۔

انسان کو ہر لمحہ اس فکر میں رہنا چاہیے کہ اس کا خالق اس کے کسی عمل سے ناراض نہ ہو تو پھر وہ قوت فیصلہ اور قوت برداشت عطا کرتا ہے۔

☆☆

غیر ذمہ دار معاشرہ ہو یا فرد وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ ایسے معاشرہ میں وہ لوگ بد نصیب ہیں جو اس کام کی ذمہ داری قبول کر لیتے ہیں جس سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کے لیے اپنے تمام وسائل صرف کر دیتے ہیں اور اس کا نام "خدمت" رکھتے ہیں۔ یہ سفارشی کلچر کی پیداوار ہے اور پھر اکثریت ایک دوسرے کی احسان مند نہیں ہوتی۔ ایسے معاشرہ میں ایسے لوگوں کا حسن انتخاب ہے کہ وہ "خدمت" کے نام پر دروازے کھلے رکھتے ہیں جن کی بدولت وہ ضمیر کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے ہیں۔ جب تک انسان ذمہ داری محسوس نہیں کرے گا وہ ذمہ دار نہیں کہلوا سکتا۔ معاشرہ میں ایسے لوگوں کا وجود ذمہ داری کے جذبہ کو مرحوم کر دیتا ہے، خود اعتمادی کو ختم کر دیتا ہے بلکہ وقت بے قدر ہو جاتا ہے۔

☆☆

جن کا پیشہ جھوٹ سے وابستہ ہے وہ جھوٹا رزق کھاتے ہیں۔ جو جھوٹا رزق کھاتے ہیں ان کی اولاد سچ سے دور رہے گی ورنہ اصولوں پر ایمان اٹھ جائے گا۔ جس طرح کا کوئی کاروبار کرتا ہے اس طرح کا وہ ذہنی طور پر ہو جاتا ہے اور جیسا انسان ذہنی طور پر ہوتا ہے اس سے مختلف، اس کے نزدیک معقول نہیں ہوتا۔ انسان کو اپنے رزق کے انتخاب سے پہلے کاروباری اصولوں کے انتخاب میں غلطی نہیں کرنی چاہیے۔ رزق ایک ہی ہے یہ لوگوں کا فعل ہے اسے جیسے جی چاہے بنا لیں۔ دیانتداری سے بہتر طریقہ سے حاصل ہوتا ہے اور بدیانتی سے بہت سا بھی مل جائے تو بہتر نہیں ہوتا۔ یہ ساری لوگوں کے اندر رزق کی کارستانی ہے جو معاشرہ میں افراتفری اور بے چینی ہے۔ حرام اور حلال

اور چیز ہے، صالح اور پاکیزہ رزق اور ہے، اس کا تعلق انسان کی سوچ اور فکر سے وابستہ ہے۔ بہرحال انسان کو رزق اور فکر کے معاملہ میں اصولوں سے انحراف نہیں کرنا چاہیے۔ معدہ اور دماغ میں جب صالح اور پاکیزہ رزق ہو گا تو انسان کو زندگی اور موت کے درمیان فرق کم محسوس ہو گا۔ دنیا کو آخرت سے کم اور آخرت کو دنیا کا حاصل سمجھے گا پھر انسان نہ بے چین ہو گا اور نہ ہی بے سکون۔ بے چینی، بے اطمینانی، بے سکونی سب لوگوں کی اپنی پیدا کردہ ہے اور لوگ اس میں سے نکلنا نہیں چاہتے اس لیے پیشہ کے انتخاب کے وقت اصولوں کا خیال نہیں رکھتے۔ پیشہ اگر صفائی ہے تو دیانتداری سے اس گندے پیشے سے اعلیٰ رزق مہیا ہو سکتا ہے کیونکہ صفائی آدھا ایمان ہے۔ ہم اپنا آدھا ایمان صفائی والے کو دے دیتے ہیں اور آدھے ایمان میں ملاوٹ کر کے اپنے اور اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں لہٰذا ہمیں معاشرہ کو الزام نہیں دینا چاہیے کیونکہ ہم معاشرہ ہیں۔

☆☆

جو بغیر کسی دلیل کے آپ کی بات سے اتفاق نہ کرے اس سے بحث مت کرو؟ وہ آپ کا وقت بھی لے گا اور آپ کے شعور کو اذیت دے گا، ایسے لوگ وہ کچھ نہیں ہوتے جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

☆☆

جن لوگوں کا اندراج اور اخراج کا پیمانہ درست نہیں وہ ذہنی اور جسمانی طور پر صحت مند نہیں ہوتے۔ بس وہ چل پھر کر، کھا پی کر، گپ شپ کر کے، اپنے آپ کو اطمینان کا فریب دیتے ہیں کہ دوسرا ذہنی طور پر ٹھیک نہیں اور جو وہ کر رہا ہے وہی درست ہے۔ ایسے لوگ جب چاہیں ممکن بات کو ناممکن سمجھنے لگیں۔ کوئی بات ناممکن نہیں جو اصولی

طور پر درست ہے اسے عملی طور پر درست بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، اس کے لیے انسان کے ظاہر اور باطن کے فرق کا کم ہونا لازمی ہے۔ اندر کی خباثتیں اور باہر کی غلاظتیں جب لوگ اپنی ذات کا حصّہ بنالیں گے تو معاشرہ کا شکوہ کرنے کی ایسے لوگوں کو کوئی ضرورت ہے۔ خدا کا رحم ہر وقت مخلوق کے لیے موجود ہے مگر مخلوق خدا ہر وقت خدا کے رحم کے لیے تیار نہیں۔ اپنی کمزوری کا جواز دوسروں کی ذات میں تلاش کرنے والے کبھی اصلاح نہیں پائیں گے خواہ پانچ وقت کی بجائے ہزار دفعہ روزانہ انہیں اصلاح اور فلاح کی طرف پکاریں۔ جب اصلاح یافتہ اور فلاح یافتہ پکاریں گے تو لوگ جوق در جوق انسانوں کے قافلہ میں شامل ہو جائیں گے۔ اپنے اندراج اور اخراج کا پیمانہ درست کرلو۔

☆☆

انسان اس وقت فکر کے عمل سے گزرتا ہے جب وہ یہ باور کرلیتا ہے کہ اس کی حاجت رفع ہو گئی ہے۔ انسان کے اندر حاجتوں کا اجتماع ہے، نکلتی نہیں اور داخل کرتا جا رہا ہے۔ بس پھر انسان کا ذہن اور معدہ خراب ہو جاتا ہے اور اپنی ذات میں عذاب ہو جاتا ہے۔ اے پروردگار ہماری فکر کے عمل کو تازہ کر دے۔

☆☆

لوگ وہ ہوتے ہیں جو ہر اس بات کو غلط سمجھتے ہیں جو ان کی طبیعت کے موافق نہیں اور ہر اس بات کو درست تسلیم کرتے ہیں جو صرف ان کے نزدیک فائدہ مند ہے خواہ ان کے عقیدہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، وہ عقیدہ جس کے لیے وہ مرنے مارنے پر تیار بیٹھا ہے مگر اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے ہر گز تیار نہیں۔ مگر ہم نہ ایسے لوگوں کو سمجھ سکتے ہیں نہ سمجھا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے بغیر رہ سکتے ہیں۔ لوگ باتیں کرتے ہیں پھر انکاری ہو جاتے ہیں کہ جو بات انہوں نے کی ہے وہ ان کی طبیعت کے

موافق نہ تھی۔ لوگ پرندوں کی طرح اکٹھے ہوتے ہیں اور درندوں کی طرح مردار پر ٹوٹ کر پڑ جاتے ہیں حالانکہ ان کی جبلت میں ایسا نہیں مگر وہ اپنے عمل اور کردار سے ایسا ثابت کرتے ہیں مگر عقیدہ سے جدا نہیں ہوتے۔ ان کو یقین ہے وہ جنت کے لیے کافی ہے اور نہایت ضروری ہے کہ عمل کے بغیر بھی بخشش ہو جائے گی، بس لوگوں کی بات لوگ سمجھتے ہیں۔

☆☆

جتنا وقت ہم دوسروں کو مطمئن کرنے کے لیے دیتے ہیں اس سے کم وقت ہمیں اپنے آپ کو مطمئن کرنے میں لگے گا۔ جب ہمیں اطمینان ہو گا تو دوسرے خود بخود مطمئن ہو جائیں گے۔ ہم ایک دوسرے کو مطمئن کرتے کرتے اطمینان سے دور ہو جاتے ہیں۔ دور دور رہنے سے بھی کافی حد تک معاملہ اطمینان کو پا سکتا ہے، بس ایک دوسرے کی ذات میں دخل مت دو صرف بات کی حد تک رہو، اطمینان رہے گا۔

☆☆

ایمان انسان کے اندر کو اُجلا اور صاف کر دیتا ہے، فکر اور سوچ میں نکھار پیدا کرتا ہے، اندر اور باہر یکساں روشن ہو جاتے ہیں اگر یہ کچھ نہیں ہوا تو ایمان پر نظر ثانی کر لو۔ وہ ایمان ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے گا جس سے دنیا میں انسان کی اصلاح نہیں ہو رہی ہے، جس سے انسان اپنی زندگی میں انقلاب محسوس نہیں کر رہا، برپا نہیں کر رہا۔ ایمان دلوں اور دماغوں کو روشن کرتا ہے اور دل اور دماغ ایمان سے روشن ہوتے ہیں، جذبے زندہ ہوتے ہیں، فکریں توانائیاں حاصل کرتی ہیں، حوصلے بلند ہوتے ہیں، کامیابیاں قدم چومتی ہیں، اطمینان اور سکون قدم بوسی کرتے ہیں، عزت اور احترام دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ بس دیکھ لو ایمان میں کہاں کمی ہے؟ ایمان میں تم رہو گے تو ایمان تم میں رہے

گا۔ ایمان کو جھوٹی تسلی مت دو اس سے حقیقی پیار کرو، اس سے حقیقی سکون حاصل کرو۔ ایمان سے اپنے اندر اور باہر کو روشن کر لو اس سے حاجتیں رفع ہوتی ہیں، اس سے مرضی اور خواہشیں دفع ہوتی ہیں، اس سے مصیبت اور تکلیف دور ہوتی ہے۔

جس راستے پر بار بار ٹھوکریں لگیں انسان کو وہ راستہ بدل لینا چاہیے اور اگر اس پر چلے گا تو بار بار ٹھوکریں کھائے گا۔ انسان کی زندگی میں بار بار مواقع نہیں آتے اور بار بار زندگی انسان کو باور نہیں کراتی کہ وہ کہاں غلطی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ایک غلطی انسان کو انسان بناتی ہے اور ایک ہی غلطی انسان کو انسان نہیں رہنے دیتی۔ بس انسان کو ہر وقت ایسی غلطی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے کہ خدا کی مرضی پر اپنی مرضی کو فوقیت نہیں دینی، انسان بار بار ٹھوکریں کھانے سے بچ جاتا ہے۔

☆☆

میں کتنا خدا پرست ہوں کہ اپنی ایمان پرستی میں ایمان فروش کو اجازت دے دی کہ میرا ایمان ٹٹول کر دیکھے مگر ایمان فروش کتنا بددیانت ہے، ایمان کو ٹٹولتے ہوئے اس نے میری جیب تراش لی ہے۔ میں نے اس دن سے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں ایمان فروشوں کے میلے میں نہیں جاؤں گا اور گھر بیٹھ کر اپنے ایمان میں رہ کر اپنے ایمان کی حفاظت کروں گا۔ نہ کسی کے ایمان پر شک کروں گا اور نہ دوسرے کو اپنے ایمان میں شک کی گنجائش دوں گا۔ خدایا ایمان پرستوں کو جیب تراشوں سے محفوظ رکھنا جو ایمان کے نام پر عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جو عالی شان محلات میں رہائش پذیر ہیں، گاڑیوں کے بیڑے ہیں، مسلح محافظ ہیں اور غریب کو جنت کا فریب دے رہے ہیں، درس نظام سے درس مقام تک پتہ دے رہے ہیں۔ صبح سے شام تک یہ اپنے آخری مقام تک یہ، ایمان کی گٹھڑی اٹھائے فروخت کی آوازیں لگا رہے ہیں مگر کوئی سن ہی نہیں رہا

شاید خدا پرست بیدار ہو رہا ہے۔ پروردگار! مجھے میرے ایمان میں رکھنا اور میرے ایمان کو مجھ میں رہنے کی توفیق عطا کرنا میں بھی نیک نیتی سے کوشش کروں گا بلکہ عمل سے ثابت کروں گا۔ اللہ نگہبان۔

☆☆

طاقت ور ہونا ایک بات ہے، کمینہ ہونا ایک اور بات ہے اور طاقت ور کمینہ ہونا ایک وَکھری اور علیٰحدہ ٹائپ کی بات ہے۔ جس معاشرہ میں ایسے لوگوں کی عزت ہے دراصل وہ معاشرہ رہنے کے قابل نہیں۔ اگر ہم خود ایسا معاشرہ بناتے ہیں تو پھر کوئی بات نہیں ہم اس میں رہیں یا وہ ہماری وجہ سے رہے۔ طاقتور کو طاقتور رہنا چاہیے تا کہ معاشرہ میں انصاف رہے، کمینہ نہیں ہونا چاہیے، کمینہ طاقتور کبھی انصاف نہیں کرسکتا؟

☆☆

خدا ان پر رحم کر دیتا ہے جو رحم کے قابل ہوتے ہیں جو رحم والا عمل نہیں کرتے اور صرف رحم طلب کرتے ہیں خدا ان کو ویسا ہی اجر دیتا ہے خدا عادل ہے جو انسان کے ساتھ ہو رہا ہے وہی انسان کے رویے ہیں۔ جب تک انسان اپنے رویوں پر نظر نہیں کرے گا خدا اس وقت تک اسے نظر انداز کرے گا، مگر اپنے فضل سے محروم نہیں کرتا کیونکہ وہ پروردگار ہے۔ رحم بھی طلب کرو اور رحم والے عمل سے اپنے آپ کو ضرور گزارو پھر رحمت ہی رحمت ہے۔

جو دوسروں کو سکون برباد کرتے ہیں ان کو خود سکون نصیب نہیں ہوتا۔ جو دوسروں کی عزت نیلام کرتے ہیں ان کی اپنی کوئی عزت نہیں رہتی۔ عزت گلے میں ڈال کر عزت تلاش کرتے ہیں، سکون برباد کر کے سکون مانگتے ہیں۔

☆☆

جب چھوٹے لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں، بڑے لوگوں کو تو کوئی فرق نہیں پڑتا مگر چھوٹے لوگ تہ زمین چلے جاتے ہیں۔ معاشرہ میں سب سے مہلک بیماری غلط فہمی ہے۔ گھروں کی بربادی، خاندانوں کی تباہی غلط فہمی ہے۔

☆☆

جو محبت کرتے ہیں ان کو اجر طلب نہیں کرنا چاہیے۔ جو پیار کرتے ہیں وہ پیار چاہتے ہیں۔ جن کے دل میں نفرت ہوتی ہے نہ وہ محبت کر سکتے ہیں اور نہ ہی پیار ان کے نصیب میں ہے۔ خدا محبت والے دلوں پر رحم کرے اور پیار والے دلوں کو شفا دے۔ محبت اور پیار والا انسان کبھی دل کا مریض نہیں ہوتا۔ محبت اور پیار قوت فیصلہ کو مضبوط بناتے ہیں۔ محبتیں تقسیم کرو، محبت وصول کرو۔ خدا محبت والے دل میں رہتا ہے۔

☆☆

بدزبان عورت بدنصیب بھی ہے اور بدبخت بھی، ایسی عورت کسی خدا پر ایمان نہیں رکھتی اور خاوند کی نافرمان اور بدتمیز عورت جہنم کا ایندھن ہے، اس خاوند کی وجہ سے جو اس سے اس کی بدزبانی کی وجہ سے نفرت کرتا ہے مگر اس کی ضروریات زندگی پوری کرتا ہے۔ خدا ایسی عورت کے لیے سخت جہنم لکھ دے گا۔

☆☆

بدبخت عورت وہ ہے جس کی بدزبان ہونے کی وجہ سے اس کا خاوند اس سے نفرت کرے اور بدترین عورت وہ ہے جس کا خاوند ہو اور وہ بیوہ جیسی زندگی گزارے۔ اس کے بیمار رویے اس کے لیے عذاب ہوں۔ اس کی زبان زہریلی ہو، ذہن کند اور اس کو اپنی عقل مندی کا گمان ہو، اپنے آپ کو ایک لحظہ کے لیے تبدیل نہ کرے۔ جس کو دنیا

میں بدبخت اور بدزبان عورت نصیب ہے اس کو جہنم میں اس سے کم اذیت ہوگی کیونکہ وہاں شعور نہیں ہوگا۔ شعور کی قاتل عورت ساری زندگی بدنصیبی کے ساتھ گزارے گی۔ ایسی عورت حج کرے، ہزار نمازیں پڑے اسے سکون نصیب نہیں ہوگا۔ عورت کی بدنصیبی اس کی روایتی عورت پرستی ہے۔

☆☆

جب چڑیل عورت، چڑیل عورت کو گود لے گی تو اس گھر کو برباد ہونے سے بچایا نہیں جا سکتا۔ عورت کی ضد گھر کی بربادی کا نام ہے، سکون کی تباہی کا نام ہے۔ عورت مظلوم نہیں، عورت خود اپنی ذات پر ظلم کر کے خوش ہوتی ہے اور اسے انتقام سمجھتی ہے۔ وہ گھر بدنصیب ہیں جس گھر میں بدبخت عورت ہے، وہ بدبختی جس کا وہ خود انتخاب کرتی ہے، جب وہ دوسری عورتوں کو دیکھ کر اپنا گھر برباد کرتی ہے حالانکہ دوسری عورتیں اس کی مدد نہیں کریں گی۔ جس گھر میں سمجھ دار اور ذمہ دار عورت ہے وہ کبھی زوال پذیر نہیں ہو گا۔

چڑیل عورت وہ ہوتی ہے جو بات بات پر چڑ جائے۔

☆☆

پیغام رساں عورتیں دوسروں کے گناہ کی گٹھڑی اپنے کاندے پر اٹھا کر اپنے ہی گھر میں زندگی گزارتی ہیں اور جواب دوسروں کی زندگی کا دیں گی بس بدنصیب عورتوں نے خود اپنے مقدر میں یہ تحریر کیا ہے۔

☆☆

عورت جب تک اپنی زندگی اپنے مرد پر قربان کرنے کا جذبہ نہیں رکھے گی اس

وقت تک عذاب زندگی میں سے گزرے گی۔ اپنی زندگی کی تمام ذمہ داری مرد پر ڈال دے اور حوصلہ رکھے، مرد کو یہ احساس دلائے کہ وہ صرف اس کے لیے زندہ ہے تو یہ ہرگز ممکن نہیں کہ وہ زندگی میں کامیاب نہ ہو۔ ناکام عورتیں ناپاک رویوں سے اپنی زندگی کے علاوہ اپنے خاوند کی زندگی تلخ بنا دیتی ہیں اور پھر کف افسوس ملتی ہیں جب وقت گزر جاتا ہے۔ عورت مرد کو یہ احساس دلائے کہ گھر دارالامان ہے، سکون خانہ ہے، انتظار گاہ نہیں، پناہ گاہ ہے، حفاظت خانہ ہے، پیار گاہ ہے، محبت کی جاہ ہے۔ بس عورت کی بدنصیبی ہے جب وہ ضد اور جھوٹی انا پر سب کچھ قربان کر دیتی ہے۔

عورت کو آزادی ملنی چاہیے مگر ذہنی طور پر نہیں ورنہ وہ راستہ بھول جائے گی اپنے گھر کا۔ یورپ کی عورت صرف اپنے گھر کا راستہ بھولی ہوئی ہے اور ابھی تک گھر تلاش نہیں کر سکی۔ دربدر کی ٹھوکریں کھا رہی ہے مگر ذہنی آزادی سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ عورت میں عورت پن نہ رہے تو وہ عورت نہیں رہتی۔

☆☆

مایوس لوگ سب سے بڑے نقاد ہوتے ہیں کیونکہ ان کے پاس اس کو دور کرنے کے لیے کوئی اصول نہیں ہوتے صرف اپنے ذہن کے مطابق جواز تراش ہوتے ہیں۔ جب ان کو بہتر نظریہ پیش کرنے کے لیے کہا جائے تو ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہوتا وہ صرف اپنی موجودگی ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور اپنے وجود ظاہریہ کو اطمینان کا فریب دیتے ہیں کہ جس پر وہ تنقید کر رہے ہیں اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں۔ بس ایسے لوگ مایوس بھی ہوتے ہیں، مایوسی بھی پھیلاتے ہیں۔

☆☆

کمینے لوگ اپنے مقام سے ہٹنا اپنی توہین سمجھتے ہیں خواہ ان کو اپنے ان رویوں پر ساری عزت قربان کرنی پڑے۔ وہ دلیل اور اصول کے قائل نہیں ہوتے۔ وہ جھوٹے انا پرست ہوتے ہیں۔ ساری ذلالت ان کے مقدر میں لکھ دی جاتی ہے۔ پریشانی میں خوشی محسوس کرتے ہیں مگر اپنی کمینی عادات سے دستبردار نہیں ہوتے۔

☆☆

لوگ بڑے عجیب ہوتے ہیں کبھی اعلیٰ انسان کے ساتھ گزارہ نہیں کرتے اور کبھی کمینے لوگوں کے ساتھ زندگی گزار دیتے ہیں مگر احساس تک نہیں ہونے دیتے کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟

☆☆

جو لوگ ہر وقت دوسروں کی بُرائیاں ڈھونڈتے ہیں وہ اپنی بُرائیاں چھپا نہیں سکتے بلکہ ہر وقت بُرائیوں میں رہتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنا بڑا سا وقت خرچ کرتے ہیں، جس سے وہ کچھ حاصل نہیں کر سکتے مگر حاصل کی تمنا سے باز نہیں آتے۔ اپنا سارا وقت دوسروں کو دیتے ہیں لہٰذا ان کی اپنی اصلاح کے لیے وقت نہیں بچتا، جو دوسروں کی بُرائیوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔

☆☆

حقوق سے آگاہی، فرائض سے لاپرواہی، مسلمانوں کی رسوائی، جہاں چاہا شریعت کو درمیان میں لے آئے اور جہاں اپنی مرضی پر کوئی حرف آئے وہاں شریعت کو سامنے مجبوری اور معاشرہ میں اپنی ناک کی حفاظت کا مسئلہ پیش کر دیا۔ قول اور فعل میں تضاد، مسلمان کے اندر فساد؟ جوانی میں بدمعاشی اور چور بازاری، بڑھاپے میں مسجد اور

خانقاہ۔ جوانی میں گناہ اور جرائم کا ارتکاب اور جب کرنے کے قابل نہ رہے تو صرف توبہ اور معافی، ذہن میں وہی فتور اور زبان پر اللہ کا ورد۔ بس یہ خود فریبی اور اطمینان فریبی ہے بلکہ ایمان فریبی ہے۔ مسلمان کو کوئی حق نہیں دیا گیا بغیر ذمہ داری اور فرائض پورے کرنے کے، جو حق ادا کرتا ہے مرضی وہ بھی نہیں کر سکتا۔

☆☆

دنیا میں وہ لوگ کامیاب ہیں جو توازن اور اعتدال قائم رکھتے ہیں۔

☆☆

عبادت اتنی کثرت سے کرو کہ آپ کی ذمہ داری اور فرائض پر اثر انداز نہ ہو۔ ذمہ داری اور فرائض پورا کرنا بھی عبادت ہے۔

☆☆

اچھا انسان ہونا اور بات ہے اچھا مسلمان ہونا ایک دیگر بات ہے۔ اچھا انسان حقوق العباد پورے کرتا ہے۔ اچھا مسلمان حقوق اللہ پورے کرتا ہے لیکن حقیقی مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں توازن سے بجا لاتا ہے۔ دین زندگی کو احسن طریقے سے گزارنے کا نام ہے۔ دین دنیا کے لیے آیا ہے نہ کہ دنیا دین کے لیے بنی ہے۔ پہلے حقوق اللہ ہیں اور بعد میں حقوق العباد ہیں بہرحال دونوں عبادات ہیں۔ اچھا انسان اس وقت بنے گا جب حقیقی مسلمان بنے گا۔ کسی کا مال چوری کر لو اور اس میں سے مسجد کی خدمت کر کے بخشوایا نہیں جا سکتا اور دُعا کرنے سے رزق میں برکت نہیں ہوتی، نیت کو درست کرنے میں برکت ہے۔ حقوق اللہ ادا ہوں گے تو حقوق العباد کو سمجھا جا سکتا ہے۔ حقوق اللہ سے حقوق العباد سے آگاہی ہوتی ہے۔

☆☆

زندگی کی تمام لطافتیں متضاد قوتوں کی وجہ سے ہیں۔ اگر زندگی میں انسان کے اندر ایک ہی قوت ہو تو انسان کی زندگی بے لطف ہے مثلاً نر ہو اور مادہ نہ ہو، شور ہو اور خاموشی نہ ہو۔ بدی اس لیے ہے کہ آپ کو معلوم ہو سکے نیکی کیا ہوتی ہے؟ یہ سب کچھ انسان کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے ہے۔

☆☆

جو ماتھے پر پسینہ لے کر مرے گا حالات اس کو شکست نہیں دے سکتے، یہ مومن کی نشانی ہے۔ مومن محنت کو اپنی زندگی کا جز سمجھتا ہے۔ لوگ محنت کو زندگی کی ضرورت قرار دیتے ہیں جبکہ محنت عبادت ہے۔ کوئی شخص محنت اور مزدوری سے نہیں مرتا مگر کاہلی اور سستی مرنے کا نام ہے۔ کام کرنے اور ذمہ داری نبھانے سے انسان ترو تازہ رہتا ہے نہ جانے لوگ محنت اور ذمہ داری سے جی کیوں چراتے ہیں؟

☆☆

اپنے آپ کو ناقابل برداشت آزمائش میں ڈال کر ذلیل مت کرو کیونکہ یہ مومن کے لیے مناسب نہیں۔ مومن محنت کرے اور خدا کی رضا پر راضی رہے پھر وہ مومن ہے جس کی زندگی میں اطمینان اور سکون ہے۔ آرام کے وقت آرام کرے مگر کام کے وقت کام کرے۔ جو کام اور آرام میں فرق محسوس نہیں کرتے وہ اپنی زندگی نہیں گزارتے، وہ ناقابل برداشت آزمائش میں رہتے ہیں۔

☆☆

سونے کے وقت سونا چاہیے اور کام کے وقت کام کرنا چاہیے، آرام کے وقت آرام کرنا چاہیے۔ سونا آرام کرنا نہ ہے سونا نیند کرنا ہے باقی اونگھنا ہوتا ہے۔

☆☆

انسان کے تین کردار ہیں۔ ایک وہ جو دنیا کو دکھاتا ہے، ایک وہ جو وہ بزعم خود رکھتا ہے اور ایک اصل کردار ہے لہٰذا کسی کے بارے میں صاحب کردار ہونے کی وکالت مت کریں۔ سب کردار ایک جیسے بھی ہیں اور علیٰحدہ بھی، کسی کے کردار کی ضمانت نہیں دی جا سکتی کیونکہ انسان کے پاس اپنے کردار کی ضمانت کے لیے ثبوت نہیں، اس وجہ سے انسان کا حسنِ انتخاب ہے جس سے وہ انحراف نہیں کرتا۔ آپ اس وقت تک پوتر ہیں جب تک آپ کا کردار ظاہر نہیں ہوتا۔

☆☆

زیادہ دولت کی ہوس ان کو رہتی ہے جن کے پاس پہلے بہت دولت ہوتی ہے، مگر دولت انہیں صحت مند نہیں رہنے دیتی۔ جتنی زیادہ دولت ہوتی ہے اتنا کم کھاتے ہیں جتنا سوچنا چاہیے اس سے زیادہ سوچتے ہیں، اس لیے بیمار رہتے ہیں۔ دولت ایک بیماری ہے جیسے غربت۔

جب کسی قوم یا فرد کا بھرم اٹھ جائے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور جب خدا کا بھرم قوم اور فرد سے اٹھ جائے تو زندگی میں کنارہ نہیں ملتا۔ ہمارا خدا سے اور خدا کا ہم سے رابطہ نہیں رہتا، سب کچھ ہے مگر پریشانی دور نہیں ہو رہی۔

☆☆

انسان کے اندر چھپی حیوانی جبلت ہر وقت باہر آنے کی تڑپ میں رہتی ہے، نہ جانے لوگ کردار کا دم کیوں بھرتے ہیں۔

☆☆

انسان کا اپنے بارے میں ہر فیصلہ درست ہوتا ہے مگر اپنے آپ کو اہم بنانے

کے لیے دوسروں کو اہم بنانا پڑتا ہے۔

☆☆

وہ عورت بدنصیب ہے جسے مرد کا پیار اور احساس ہے مگر وہ اپنے رویوں سے ان کا جواب منفی دے، کہیں وقت کے گزرنے کا انتظار تو نہیں کرتی ایسی عورت بدنصیبی خود اپنے لیے منتخب کرتی ہے، جب منفی رویوں سے مثبت رویوں کا جواب دیتی ہے۔

☆☆

جو مائیل سٹون پر بیٹھ کر سوچتے ہیں وہ مائیل سٹون پر مائیل سٹون کی طرح رہتے ہیں۔ منزل پر چلتے رہو منزل ضرور ملے گی۔ زندگی کے سفر میں کسی مائیل سٹون کا سہارا مت لو۔

☆☆

جو محبت کے دروازے کھلے رکھتے ہیں وہ نفرت کے دروازے بند رکھتے ہیں اور جو نفرت کے دروازے کھلے رکھتے ہیں محبت کے دروازے ان پر خود بخود بند ہو جاتے ہیں۔ محبت کو اپنے تک پہنچنے دو اور محبت تک پہنچنے کی جدوجہد جاری رکھو تا کہ زندگی آسان ہو جائے۔ نفرت زندگی کو تلخ بنا دیتی ہے مگر ان لوگوں کا کیا کیا جائے جو نفرت میں زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں انہیں خدا حافظ اور جو لوگ اپنی کمزوری نفرت سے دور کرتے ہیں وہ نفرت والی کمزوری میں ہمیشہ رہتے ہیں۔ محبت کے راستے کھلے رکھو نہ جانے کب کوئی لوٹ آئے۔

☆☆

خود پرست انسان نہ خود خوش رہ سکتا ہے نہ دوسروں کو خوش رکھ سکتا ہے اور نہ

دوسروں کو خوش رہنا دیتا ہے، وہ اپنی انا کی صلیب پر لٹکا رہتا ہے، لوگوں کو اپنی نظر میں حقیر سمجھتا ہے اور اپنی نظروں سے گرتے وقت اسے معلوم ہی نہیں ہوتا۔ خود پرستی وہ سزا ہے جو انسان خوش فہمی میں اپنے آپ کو دیتا ہے۔ محبت اور خوشی کو موقع دو آپ کو ڈھونڈے، یہ اس وقت ممکن ہے جب انسان خود پرستی سے خدا پرستی میں داخل ہوتا ہے۔

جو ہمیں رزق دینا نہیں بھولتا ہم اس کا رزق کھا کر اسے بھول جاتے ہیں۔ خدا خدائی والے کام کرتا ہے اور مخلوق خدا لوگوں جیسے فعل کا ارتکاب کرتی ہے، لوگ ایک دوسرے کا احسان نہیں مانتے حالانکہ انہیں یاد دلایا جاتا ہے، خدا تو اپنا احسان بھی نہیں جتلاتا مگر ہم اس کا گلہ کرنے سے باز نہیں آتے۔ ہم معافی مانگتے ہیں وہ دے دیتا ہے، ہمیں باور ہی نہیں کراتا کہ تم نے پہلے بھی معافی مانگی تھی۔ ہم توبہ کرتے ہیں وہ قبول کر لیتا ہے، ہم پھر توبہ توڑ دیتے ہیں، وہ پھر توبہ کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ اللہ توفیق دیتا ہے لوگ ناجائز حرکات سے باز نہیں آتے کیونکہ وہ خدا ہے، ہمارا خالق ہے، ہمیں مخلوق ہونے کا احساس ہونا چاہیے۔

☆☆

جو دولت ہم آسودگی کے لیے کماتے اور جمع کرتے ہیں کیا یہ لازم ہے کہ وہ ہمیں آسودہ ہی رکھے گی اور اگر اس دولت کے ہوتے ہوئے ہم مصیبت میں رہیں تو کیا وہ مصیبت اس آسودگی سے بہتر ہے۔ نہیں خدا پرستو! آسودگی ذہنوں میں ہوتی ہے۔ جہاں ذہنی آسودگی ہے وہاں ذہنی مصیبتیں نہیں ہوتیں۔ آپ کا رزق اور آپ کی زندگی آپ کا حق ہے جب تک آپ زندہ ہیں حصہ کا ضرور ملے گا۔ فکر وہ کرو جو تمہارے بس میں ہے۔ اس کا فکر مت کرو جو تمہارے بس میں نہیں۔

☆☆

دنیا والوں کا حق مار مار کر اپنے گھر والوں کے لیے آسانیاں پیدا کر کے تم کہو کہ سکون نصیب ہو گا ہرگز نہیں۔ دنیا والوں کو ان کا حق دے کر یہ نصیب ہو گا۔ جیسے اپنے بارے میں اعتماد رکھتے ہو دوسروں کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھو۔ ظلم سے کمائی ہوئی دولت ظلم پر خرچ ہو گی۔ عزت سے کمائی ہوئی دولت عزت پر خرچ ہو گی۔ ظلم سے کمائی ہوئی عزت ظالم عزت ہوتی ہے اس سے بچنا چاہیے۔ ایسی آسانیاں دوسروں کے لیے بھی پیدا کرو جیسی آسانیوں کا تم اپنے لیے انتخاب کرتے ہو۔

☆☆

وقت طویل یا مختصر نہیں ہوتا بلکہ اس کا استعمال اسے طویل اور مختصر بنا دیتا ہے۔ بہت حد تک معاشرتی مسائل وقت کی وجہ سے جنم لے رہے ہیں۔ جب وقت کا احساس نہیں ہو گا انسان اپنے آپ کو رکا ہوا محسوس کرے گا بلکہ انسان بے شمار ذہنی بیماریوں اور اعصابی تناؤ کا شکار رہے گا، دل کا مرض، بلڈ پریشر، بدمزاجی جیسے مسائل جنم لیں گے۔

☆☆

کھانے کے لیے زندہ نہ رہو بلکہ زندہ رہنے کے لیے کھاؤ۔ نہ جانے لوگ دعوتوں میں اپنے پیٹوں سے مذاق کیوں کرتے ہیں؟ بھوک سے کوئی نہیں مرتا، کھا کھا کر مرتے ہیں بلکہ کھانے کے لیے مرتے ہیں۔ جہاں کھانے والی جگہوں پر رش ہو گا وہاں کلینکوں میں اتنا ہی رش ہو گا۔ کھاؤ پیو مگر حد کا خیال رکھو تا کہ صحت قائم رہے۔

جسم اور رویوں کی اصلاح کے لیے متوازن غذا اور متوازن سوچ نہایت اہم ہے، نہ جانے لوگ کھاتے وقت اور سوچتے وقت ان چیزوں کا خیال کیوں نہیں رکھتے جو ان کے لیے نقصان دہ ہیں۔ ہم اپنا ذہنی اور جسمانی نقصان خود کرتے ہیں، پھر کہتے ہیں

کہ عبادت میں بھی سکون نہیں۔ اصل سکون مثبت سوچ اور حلال رزق میں ہے جو آسانی سے جسم میں حل ہو جائے۔ خدا کی مہربانی یہ ہے کہ انسان ہر وقت رویوں کی اصلاح کے لیے تیار رہے۔ رویے ہمارا سرمایہ ہیں۔ ہمارے احترام کا نام ہمارے رویے ہیں۔

جھوٹ کے لیے ہزار دلیل دیں جھوٹ رہے گا۔ سچ کے لیے کوئی دلیل نہ دیں سچ رہے گا۔

☆☆

جو احساس سے محروم ہوتے ہیں ان کا اپنے خدا سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے اور جو ضمیر کی آواز نہیں سنتے وہ خدائی آواز سے محروم ہو جاتے ہیں۔ خدائی حکم ہمارا ضمیر ہمیں پہنچاتا ہے۔ انسان کا ضمیر انسان کے اندر خدا کا نمائندہ ہے۔ انسان کو ہر وقت اس سے مشورہ گیر رہنا چاہیے۔

☆☆

ایک اچھا انسان بننے کے لیے عبادات سے اپنے آپ کو اذیت دینا ضروری نہیں۔ اچھا انسان بننے کے لیے سب سے نہایت اہم یہ ہے کہ آپ اپنے فرائض پوری طرح ادا کریں اور اللہ کے حکم کی پاسداری عمل سے ظاہر کریں پھر زندگی میں کامیابی کے لیے معاف کرنا، درگزر کرنا اور بخش دینا کے فارمولا کو اپنائیں، ان کے صلہ کی تمنا نہ رکھیں ۔ پروردگار اچھا انسان بننے کی توفیق سے نواز دے گا۔ اچھا انسان بنا ہے منوانا نہیں۔ کسی کے اچھا کہنے سے اچھا نہیں بنتا، جیسے کسی کے بُرا کہنے سے بُرا نہیں بنتا۔ عمل اچھائی اور بُرائی پر خود گواہ ہوتا ہے، قسمیں اٹھا اٹھا کر اچھا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

☆☆

سنجیدگی اور قہقہے کے درمیان گفتگو نہایت پر لطف ہوتی ہے۔ نہ جانے لوگ قہقہے لگا لگا کر کون سی بات سمجھاتے ہیں اور سنجیدہ رہ کر کون سی بات چھپاتے ہیں۔ سنجیدہ رہو مگر لب پر تبسم رہے۔ قہقہے لگاؤ مگر اتنے جتنا ساتھ والا محظوظ ہو۔ باتوں کی منادی مت کرو، اپنی ذات کی غمازی مت کرو۔

☆☆

شعور تمیز عطا کرتا ہے، عقل صلاحیت سے نواز دیتی ہے۔ اچھے اور بُرے کی تمیز شعور ہے۔ بُرائی کے ہوتے ہوئے اچھائی کا انتخاب کرنا عقل ہے۔ بدلہ اور معافی جو عقل کہتی ہے وہ درست ہے، جو شعور کہتا ہے اس پر فکر کرلو، فیصلہ درست ہوگا۔

☆☆

جس معاشرہ میں مظلوم میں بے بسی کا احساس دور نہیں ہو رہا سمجھ لو وہاں انصاف نہیں ہے۔ جس معاشرہ میں انصاف نہیں وہ معاشرہ زندہ رہنے کے قابل نہیں اور جو اس میں رہ رہے ہیں وہ زندہ نہیں مردہ ہیں۔ بے بس اور مسکین کی پکار میں خدا کے ناراض رویے ہوتے ہیں جو ظالم کو سنائی نہیں دیتے، ظالم بہرہ بھی ہوتا ہے اور اندھا بھی۔

☆☆

جو لوگ شرمندہ نہیں ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ درست ہے۔ بس پھر ایسے لوگوں کو "بے شرم" کہتے ہیں۔ بے شرم معاشرہ میں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی لہٰذا لوگ اپنے جیسے لوگوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوتے۔ جب دونوں بے شرم ہوں تو کسی کو شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔ شرمندگی تو وہاں ہوتی ہے جہاں حیا ہو۔ حیا شرمندگی کی پردہ پوش ہے۔ جس معاشرہ میں حیا ختم ہو جائے وہاں سب ننگے ہیں۔

ننگے ایک دوسرے سے شرمندہ نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے کو بے شرم کہتے بھی نہیں۔ شرمندہ وہ ہوتے ہیں جو اپنی اصلاح چاہتے ہیں۔

☆☆

بُرائی کو ختم کرنے کے لیے شعور کو بیدار کرنا پڑے گا۔ لوگ اندھے ہیں اگر ان کو راستہ بتانا ہے تو پہلے ان کا شعور بیدار کرنا ہوگا۔ وہ اعلیٰ علم سے ممکن ہے جو ہر انسان کے اندر ہے اور اسے اجاگر کرنے کے لیے بیداری شعور سنٹر ہر محلہ میں قائم کیے جائیں یا عبادت گاہوں میں باشعور لوگوں کو موقع مہیا کیا جائے جو لوگوں کے بند فہم کھولنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ بُرائی کیوں ختم نہیں ہو رہی؟ شعور پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے، کبھی مذہب کے نام پر، کبھی ثقافت کے نام پر، کبھی تہذیب کے حوالہ سے۔ جب شعور بیدار ہوگا تو انسان اپنے بارے میں بہتر فیصلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرے گا تو جو فائدہ کا حق استعمال کرے گا، نقصان کا حق استعمال نہیں کرے گا۔ لوگ بُرائی کیوں کرتے ہیں؟ ان کو بُرائی کا شعور نہیں۔ جب بُرائی کا شعور ہوگا بُرائی نہیں ہوگی۔ افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب اچھائی کے نام پر بُرائی ہوتی ہے، وہ شعور کی عدم بیداری ہے۔ شعور بیدار کرنے والے خود سوئے ہوئے ہیں یا خدایا انہیں بیدار کر دے۔

☆☆

شعور ہو اور دولت مند نہ ہو وہ اس سے بہت بہتر زندگی گزار سکتا ہے جو دولت مند ہو مگر شعور سے عاری ہو۔ شعور زندگی ہے اور لاشعور موت ہے۔ جو فکر نہیں کرتے وہ عمل میں اکثر غلطی کرتے ہیں۔ فکر شعور کی بیداری کے سفر کا نام ہے۔ لاشعور لوگ نہ اپنی زندگی گزارتے ہیں نہ دوسروں کے لیے زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ لاشعور میں حیوانی زندگی گزارتے ہیں خواہ وہ دولت مند ہوں یا غریب۔ شعور ہی دولت ہے اور شعور ہی غربت

ہے اور تمام مذاہب اس کی آبیاری کے لیے ہیں۔ نہ جانے مذہب کے ہوتے ہوئے انسان لاشعور کیوں ہے؟ بس یہ ہر کسی سے اس کی ذات سے سوال ہے۔

☆☆

انسان سب سے زیادہ اپنے بارے میں جانتا ہے اور سب سے کم اس کو اپنے بارے میں معلوم ہے۔ اگر اس کو معلوم ہو جائے اس سے دوسرے نفرت کیوں کرتے ہیں اور وہ دوسروں کو پسند کیوں نہیں کرتا تو یہ اس کے شعور کی بیداری ہے۔ اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا شعور بیدار ہو گیا ہے تو وہ اندھیرے میں روشنی کی طرح دیکھے اور اندھے راستوں پر کھلی آنکھوں سے چلے۔ روشن راہوں پر بند آنکھوں سے سفر طے کرے، اسے کوئی فرق نہیں پڑتا جو اپنی ذات کی معرفت کو پا لیتا ہے، اپنے آپ کو پانے کا نام معلوم ہے، نہ جانے لوگ اپنے بارے میں غلط فہمی کا شکار کیوں ہیں۔ وہ کون ہے جو لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا رکھتا ہے، وہ انسان کا لاشعور ہے لاشعور کیا ہے اور کون ہے؟ تمہیں خود سمجھ آ جائے گی وہ تیرے اندر چھپی تیری انا ہے، تیری مرضی ہے اے انسان!

☆☆

انسان کو وہی کرنا چاہیے جو وہ چاہتا ہے۔ وہ کیا چاہتا ہے؟ سب سے پہلے اس کا انتخاب ضروری ہے، جب انسان اپنے انتخاب میں واضح ہو جائے گا اس وقت انتخاب کو پانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

☆☆

جو پیار کو خوشامد سمجھتے ہیں ان سے پیار مت کرو اور جو خوشامد کو پیار سمجھتے ہیں ان سے پیار مت کرو۔ بس۔ پیار ان سے کرو جو پیار کو پیار سمجھتے ہیں اور پیارے ہوتے ہیں۔

پیاروں سے پیار کیا جاتا ہے، جو نفرت کرتے ہیں ان سے پیار نہیں ہو سکتا۔ اولاد پیاری ہو تو ان سے پیار ہوتا ہے اگر اولاد پیاری نہ بھی رہے تو پیار کرنا پڑتا ہے کیونکہ والدین کو والدین رہنا ہے اور پیار والدین کی جبلت میں ہے۔ پیار ایک ایسا رشتہ ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ پیار کے علاوہ جو بھی رشتہ ہے اس کی بنیاد اغراض پر ہے۔ صرف ایک سچا پیار ہے وہ والدین کا اولاد سے ہے باقی سب اپنی اپنی مرضی کے پیار ہیں۔ پیار ایک نعمت ہے۔ جس کو کسی سے پیار نہیں وہ خدا کو ویسے نہیں مانتا جیسے ایک پیار والا مانتا ہے۔ جہاں پیار ہے وہاں نفرت نہیں ہونی چاہیے۔ پیار کو دھوکا مت دو۔ جب پیار ختم ہو جائے گا دُنیا کے باقی رہنے کا جواز ختم ہو جائے گا۔

☆☆

جو لوگ زندگی میں ناکام ہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ چاہتے کیا ہیں؟ وہ مسلسل اپنے انتخاب میں دھوکا کھاتے ہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں انتخاب کتنا ضروری ہے۔ انتخاب کے بعد انسان اس طرف اپنا سفر جاری کرتا ہے۔ جب منزل معلوم نہ ہو تو اسے پانے کے لیے سفر بھی زیادہ کرنا پڑتا ہے اور وقت بھی زیادہ صرف ہوتا ہے، کامیابی بھی ویسی نصیب نہیں ہوتی جیسے اصل ہونی چاہیے۔ لوگ جوق در جوق اس قافلہ کے ساتھ چل رہے ہیں جس کا نہ کوئی واضح مقصد ہے اور نہ ہی انتخاب ہے اس وجہ سے معاشرہ میں ناکامی کا عنصر زیادہ پایا جاتا ہے۔ بے روزگاری اور مہنگائی کی وجوہات بھی یہی ہیں۔ جب تک انسان اپنے انتخاب، اپنی ترجیحات پر توجہ نہیں دے گا کبھی کامیاب نہیں ہو گا، ان کے علاوہ اگر کامیاب ہے تو وہ مصنوعی کامیابی ہے۔

☆☆

آوارہ ذہن ہمیشہ پسماندہ رہتا ہے۔ آوارہ ذہن ہمیشہ آوارہ رہتا ہے۔ غیر ذمہ

دار ذہن ہمیشہ آوارہ ہوتا ہے۔ جس کو زندگی کی معرفت نہیں وہ غیر ذمہ دار ہے۔ جس کو زندگی کی معرفت نہیں وہ نہیں جانتا موت کیا ہے؟ جو موت کی معرفت سے آگاہ ہے وہی جانتا ہے زندہ کیسے رہنا ہے۔ ذہنی آلودگی انسانیت سے دوری کا نام ہے۔ آلودہ ذہن معاشرہ میں لاشعور پھیلاتے ہیں۔

☆☆

جن کا ایمان پختہ ہو اور مکان کچا ہو وہ ان لوگوں سے بہت بہتر اور عمدہ ہیں جن کا مکان نہایت خوبصورت اور پختہ ہو مگر ایمان کچا اور کمزور ہو۔

☆☆

جو اللہ کی صفات کا اظہار اپنے عمل سے کرتے ہیں ان کے نام کے ساتھ وہ صفات وابستہ ہو جاتی ہیں۔ جو اللہ کے حکم سے ہاتھ اٹھاتے ہیں، وہ ید اللہ ہو جاتا ہے۔ جو آنکھوں سے اللہ کی صفات دیکھتا ہے، وہ عین اللہ ہو جاتا ہے۔ جس کے چہرے سے خدائی صفات ظاہر ہوں وہ وجہ اللہ ہو جاتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں جہاد کے لیے تلوار ہو وہ تلوار سیف اللہ ہو جاتی ہے۔ جو دشمن کو قابو کرے اور اس وجہ سے چھوڑ دے کہ اس کی ذات ملوث ہو گئی ہے وہ کرم اللہ بن جاتا ہے۔ کوئی کلیم اللہ ہے، کوئی صفی اللہ ہے، کوئی نجی اللہ ہے، کوئی روح اللہ ہے، کوئی خلیل اللہ ہے، یہ سب کسی نا کسی صفات الہیہ کے امین ہیں بس یہ یقین کی منازل ہیں۔ یہ خدا پر ایمان کا درجہ ہے۔ یہ خدا کی عطا ہے۔ یہ اطاعت کا صلہ ہے۔ یہ استقامت کا تحفہ ہے۔ انسان اس لیے اشرف المخلوقات ہے کہ اس میں تمام مزاج ہیں، صفات ہیں مگر جو اپنے انتخاب میں غلطی کرتا ہے اس کے لیے کچھ نہیں، جو خدا کے انتخاب پر آمین کہتا ہے سب کچھ اس کے لیے ہے۔

☆☆

عورت ناقص مخلوق ہے اور برابری کے حقوق کی طلب گار ہے اس وجہ سے معاشرہ میں بے راہ روی ہے، وہ ناقص عقل کے ساتھ مکمل عقل مند بن رہی ہے۔ عورت جب اپنی ذات سے مکمل آگاہ ہو جائے گی معاشرہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔

☆☆

جو اندازہ غلط لگاتے ہیں ان کے فیصلے غلط ہوتے ہیں۔ انسان کے اندر جو پیمانہ ہے اس سے دوسرے کو ماپنے سے اندازہ تقریباً درست لگ سکتا ہے۔ مخلص انسان کے رویے کو دھوکا دینے والا ہمیشہ اندازہ غلط لگاتا ہے اور انسان جو مقصد حاصل کرتا ہے اس میں ناکامی ہوتی ہے مگر اسے نظر نہیں آتی کیونکہ وہ حاصل کو دیکھ رہا ہے، اس کے پیچھے چھپی مایوسی سے نا آشنا ہے۔ اندازہ لگاؤ مگر نیت کو خواب مت ہونے دو۔

☆☆

کامیاب انسان وہ ہے جو علم کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ صرف علم انسان کو فائدہ نہیں دے گا۔ زبان کی حرکت سے کامیابی حاصل کرنے والے ہمیشہ ناکامی کا شکار رہتے ہیں۔ کیونکہ سزا و جزا اور ثواب کا تعلق ہاتھ پاؤں اور اعمال سے ہوتا ہے۔

☆☆

بات اثر نہیں کرتی ، انداز اثر کرتا ہے۔ انسان کو بہترین انداز میں بات کرنی چاہیے تاکہ سننے والے کے اندر اتر جائے تب بات بنتی ہے۔

☆☆

انسان کے اندر یقین راسخ کیوں نہیں ہوتا؟ انسان کے اندر جتنے سوال ہیں اس

کے اندر اتنے جواب نہیں۔ اگر سوال ہے تو اس کے مطابق جواب نہیں اور اگر جواب ہے تو اس کے مطابق عمل نہیں، اس وجہ سے یقین، شک، وہم، گمان، وسوسے اور اندیشے ہیں۔ یقین ایک ایسا جوہر ہے جس سے انسان پُر اطمینان ہو جاتا ہے، حالات اور واقعات اسے متزلزل نہیں کر سکتے۔ کربلا میں ایک یقین کامیاب ہوا ہے۔

☆☆

صبر کیا ہے؟ نفس سے وہ باتیں صادر و ظاہر نہ ہوں جو مناسب نہیں۔ نہ رونا صبر میں نہیں آتا بلکہ رونا عین صبر ہے، یہ فطرت کے خلاف نہیں جو فطرت کے خلاف ہے وہ شریعت کے خلاف ہے اور جو شریعت کے خلاف ہے وہ فطرت نہیں۔

☆☆

ہر شے اپنے سے کمتر شے میں اثر کر سکتی ہے یا اپنی جنس میں برتر میں اثر نہیں کر سکتی۔

☆☆

مادے کو یہ طاقت نہیں کہ نفس کو تیار کر سکے۔ موت عالم دنیا سے عالم برزخ میں ترقی کرنے کا نام ہے۔

☆☆

احساس اور شعور کے بغیر جو کچھ انسان حاصل کرتا ہے وہ اس کی زندگی کی تباہی کے علاوہ کچھ نہیں۔ انسان کے پاس سب کچھ ہو مگر احساس اور شعور سے محروم ہو تو وہ حیوان سے بدتر ہے۔ علم احساس اور شعور کا نام ہے۔ تعلیم سے ضروری نہیں کہ احساس اور

شعور زندہ ہو۔ موجودہ دور کا انسان تعلیم پر توجہ دے رہا ہے علم پر نہیں۔ علم انسان کے اندر ہے جو باہر ظاہر کرنا ہے اور تعلیم باہر سے اندر داخل کرنی ہے۔ علم جب باہر ظاہر ہوگا تو تعلیم خود بخود آ جائے گی۔ تعلیم یافتہ لوگوں کی وجہ سے بُرائی، علم والوں کی وجہ سے اچھائی ہوتی ہے۔ علم بُرائی کی نفی ہے۔ علم کردار ساز ہوتا ہے۔ تعلیم ذریعہ روزگار ہے۔ علم اور سچ حاصل کرنے کے لیے کوئی قیمت ادا نہیں کرنی پڑتی جبکہ تعلیم پر جو لگایا جا رہا ہے وہ صرف دنیا کے فائدہ کے لیے۔ انسانیت کی اصلاح اعلیٰ علم میں ہے۔ علم احساس اور شعور کو بیدار کرتا ہے۔ تعلیم زندگی میں کمانے کے فن کو اجاگر کر رہی ہے۔ کماؤ مگر جو علم کے لیے نقصان دہ ہے وہ نہیں۔ علم خدا کی عطا ہے۔ یہ حکمت اور دانائی کا روشن چراغ ہے، یہ جلے گا تو معاشرہ میں روشنی ہو گی۔ علم ان سے دور رہتا ہے جو علم سے دور رہتے ہیں۔ علم فکر سے جنم لیتا ہے۔ فکر احساس اور شعور کی پیداوار ہے۔ فکر احساس اور شعور حقیقی زندگی ہے۔

☆☆

انسان کا عمل اس کے کردار پر گواہ ہوتا ہے۔ جو سچی بات کرتے ہیں مگر سچے عمل پر قائم نہیں رہتے وہ سچے نہیں ہوتے۔ عمل ثابت کرتا ہے انسان کہاں کھڑا ہے اور کردار ثابت کرتا ہے انسان کو کہاں کھڑا رہنا چاہیے؟ لوگ عقیدہ کی بات کرتے ہیں عقیدہ پر عمل نہیں کرتے اس لیے باکردار نہیں ہیں۔ باکردار انسان گواہ ہے کہ اس کے اندر عقیدہ کیسا ہے۔ آؤ ثابت کریں کہ عمل کردار پر گواہ ہوتا ہے۔

☆☆

جن کا بڑھاپا پر یقین ہے ان کے نصیب میں جوانی کا شعور ہے بشرطیکہ انسان کا احساس زندہ ہو، جو اس یقین میں ڈوب جائیں گے وہ جوانی میں بوڑھے ہوں گے اور بڑھاپے میں جوان رہیں گے یہ یقین کا حسن ہے اور یقین کا جوہر۔

☆☆

جہاں تک فہم کا ادراک ہے اس سے آگے اس کے منفی رویے ہیں۔ جو قریب تک جانتے ہیں وہ صرف قریب تک دیکھ سکتے ہیں۔ ادراک آپ کی بصیرت کی رسائی تک کا نام ہے۔ انسان کے جتنے چہرے ہیں اتنے ہی انسانوں کے مزاج ہیں اور ہر مزاج کا ایک ادراک ہے لہٰذا تمام انسان مختلف سوچتے ہیں یہی انسان کی کائنات میں خوبصورتی ہے اور نظام قدرت پر دلیل ہے۔ انسان بہت کچھ بنتا ہے مگر کچھ نہیں ہوتا، تھوڑی سی تکلیف ہو تو برداشت نہیں کرتا اور بہت سی تکلیف دے کر خوش ہوتا ہے۔

☆☆

بلندی پر زیادہ لوگوں کی گنجائش نہیں ہوتی لہٰذا بلندی پر کم لوگ پہنچتے ہیں جبکہ بلندی کی ہر انسان کے اندر خواہش ہوتی ہے۔ بلندی حاصل کرنے کے لیے نیت، مقدر اور اس جیسی بہت سی صلاحیتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ بغیر صلاحیت کے انسان بلند مقام نہیں پا سکتا۔ بلند عہدہ کے ساتھ جو عزت ہوتی ہے وہ اس مقام کے ختم ہونے پر خود بخود ختم ہو جاتی ہے مگر انسان کا کردار جتنا بلند ہو گا، اعتبار جتنا مضبوط ہو گا انسان کو اتنی بلندی ملے گی خواہ اس کے پاس کوئی عہدہ نہ ہو بس یہ انسان کا ظرف ہے وہ کتنا سنجیدہ اور استقامت پسند ہے۔ وہ اپنے عزم میں کتنا پختہ ہے، ارادے کتنے مضبوط ہیں۔ ایسا انسان زندگی اور زندگی کے بعد والے مقام پر بھی اتنا ہی احترام والا ہو گا۔ انسان کو اپنے کردار پر خود سچا اور کھرا گواہ رہنا چاہیے۔

☆☆

اللہ تعالیٰ جو دے گا نہیں اس کا حساب لے گا نہیں۔ جتنا دے گا اتنا لے گا۔ جیسی انسان کوشش کرے گا اتنا ضرور دے گا۔ جو کچھ آئے گا وہ کچھ جائے گا۔ کچھ ملے گا تو کچھ دینا پڑے گا۔ کچھ یہاں ملے گا اور جو باقی رہ جائے گا وہ اس دن ملے گا جس دن

حساب ہو گا۔ جو جہاں محلوں میں رہتے ہیں ضروری نہیں وہاں بھی محل ملیں، ہو سکتا ہے جھونپڑی نصیب نہ ہو۔ جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو اس کو اسی میں ترقی نصیب ہو گی۔ جو جہاں سب کچھ چاہتا ہے ضروری نہیں اس کی یہ خواہش پوری ہو۔ اللہ تعالیٰ جو دے گا نہیں اس کا حساب لے گا نہیں۔ خدا وہی فیصلہ کرے گا جو خدائی کو زیب دیتا ہے۔

☆☆

جو اپنے اندر سوال کرنا جانتے ہیں ان کو اپنے اندر سے جواب ضرور ملتا ہے۔ سوال کرنا آ جائے جواب ملنا شروع ہو جائے گا۔ جہاں سوال ہے اس کے پہلو میں جواب ہے، انسان کی فکر اور احساس زندہ ہو۔

☆☆

خاموش انسان کو کسی امتحان میں مت ڈالو ورنہ اس کی خاموشی لے ڈوبے گی اور پھر وہ خاموشی جو اسے کسی کی معرفت نے عطا کی ہو۔ جو خدا کی معرفت میں خاموش ہو جاتے ہیں ہر لمحہ خدا ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ خاموش لمحے طویل گفتگو پر بھاری ہوتے ہیں۔ خاموش لہجے تلخ رویوں کو شکست دے دیتے ہیں۔ خاموش انسان کا امتحان مت لو، اسے خاموش رہنے دو۔

☆☆

جو دوسروں کے لیے زندہ رہتے ہیں وہ دوسروں کی زندگی گزارتے ہیں اور جب دوسرے دوسرے ہو جاتے ہیں تو انسان کے پاس سہنے کے لیے دُکھ رہ جاتا ہے۔ وہ دُکھ اسے تباہ کر دے یا اسے کندن بنا دے یہ انسان کا ظرف ہے۔ دوسروں کے لیے زندہ رہو۔ دوسروں کے لیے مروت اور زندہ بھی اتنے رہو جتنا کوئی تمہارا لیے زندہ ہے۔ اپنی زندگی

سے زیادہ کسی کی زندگی کا خیال مت رکھو۔ پھر خیال رکھنا تمہاری زندگی عذاب بن جائے گی۔

☆☆

حماقت کا زمانہ گزر جائے تو انسان کو حماقت نہیں کرنی چاہیے۔ پھر ایسی حماقت کی بہت زیادہ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے حالانکہ ہر زمانہ میں ہر حماقت کی ایک قیمت ہوتی ہے، نہ جانے لوگ بار بار ایک ہی حماقت کی قیمت ادا کیوں کرتے رہتے ہیں۔ وہ قتل ہوتا ہے جو وجہ اور بلاوجہ انسان ایک دوسرے کا کرتا ہے۔ سب سے بڑی حماقت کسی کا قتل ہے اور کسی کے قتل میں مشورہ ہے جو انسان سے سکون چھین لیتا ہے۔ ایسی حماقت مت کرو جس سے سکون برباد ہو جائے بلکہ حماقت سے پرہیز کرو۔

☆☆

مجھ میں یہ خدائی صفات نہیں جو مجھے خوشیاں نہیں دیتے ہیں ان کو خوشیاں کیوں دوں۔ لیکن میں نہیں چاہتا جو مجھ کو دُکھ دیتے ہیں میں ان کو دُکھ دوں۔ میں ان سے آخرت میں دُکھ کا حساب لوں گا۔ مجھے دُکھ کا حساب نہیں دینا پڑے گا۔

☆☆

بُرے اعمال کے اثرات لفظی عبادت یا لفظ توبہ سے دور نہیں ہوں گے بلکہ جذبہ خدمت کو زندہ کرنا پڑے گا اور جہاں جہاں، جیسا جیسا گناہ کیا ہے، وہاں وہاں، ویسی ویسی معافی طلب کرنے سے بُرے اعمال کے اثرات زائل ہوں گے۔ جب تک انسان عبادت اور عمل میں مطابقت پیدا نہیں کرتا وہ زندگی بیکار گزارتا ہے اور وقت ضائع کرتا ہے۔

☆☆

بڑھاپے کے ساتھ انسان کی فطرت بھی بوڑھی ہو جاتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو انسان رسوائی اپنے لیے خود تحریر کرتا ہے اور فطرت کے خلاف اپنے انتخاب میں غلطی کرتا ہے پھر بڑھاپے میں جوانی سے زیادہ پریشان رہتا ہے۔ خود تبدیل نہیں ہوتا دوسروں پر الزام لگا کر جواز تلاش کرتا ہے۔ خدا رحم نہیں کرتا جو مزاج تبدیل نہیں کرتے۔

☆☆

جب غیر معمولی چیزوں کا اثر غیر معمولی محسوس ہونے لگے تو انسان کو باور کر لینا چاہیے کہ اس کی توبہ کا کوئی اثر ہے۔ اس کی دُعا کا کوئی جواب ہے۔ اس کی التجا کا کوئی معجزہ ہے۔ اس کی نیت کا کوئی حساب ہے۔ جب معمولی چیز غیر معمولی نظر آئے تو سجدہ ریز ہو جانا چاہیے۔ اپنے اندر کا ملال آنکھوں کے راستے باہر آ جانا چاہیے۔ اپنے دل کا غبار ہلکا ہو جانا چاہیے۔ اپنے نفس کی جواب طلبی کرنی چاہیے۔ جب جوانی میں بڑھاپا نظر آئے تو پھر ایسے واقعات رو پذیر ہوتے ہیں مگر بصیرت سے محروم لوگ آنکھوں کے ہوتے ہوئے اس نظارہ کو پا نہیں سکتے۔ بس یہ اس وقت ہوتا ہے جب خدا فرشتے کو کہتا ہے کہ اس کے کان میں حقیقت اور معرفت کی اذان دو۔ پھر انسان کلمہ حق بلند کرتا ہے۔ جب معمولی چیز میں سے غیر معمولی اثر لیتا ہے پھر سبحان کہتا ہوا سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ پھر انسان، انسان بن جاتا ہے۔ پھر ہر معمولی چیز میں خدا کا عکس جمیل دیکھتا ہے۔ یہ وہ راز ہے جو خدا اپنے بندہ پر افشاں کرتا ہے جب بندہ خدا کے حکم پر عمل کرتا ہے۔

☆☆

خودغرضی روح کو اندھا کر دیتی ہے۔ جب روح اندھی ہو جائے تو روشن راستے تاریک نظر آتے ہیں۔ وسوسے حقیقت نظر آتے ہیں۔ بوسیدہ خیالات پر اعتبار کرنا پڑتا ہے۔ رشتے اور پیار مرحوم ہو جاتے ہیں۔ جب اندھی روح غرضوں کی بھینٹ چڑھ جاتی

ہے۔ جب انسان کے اندر اور باہر اندھیرا ہو جائے تو سمجھ لو روح کا دیا بجھ گیا ہے۔ اس میں خلوص کا ایندھن ختم ہو گیا ہے، یہ دن میں جلنے والا کوئی چراغ ہے۔ جس کی روشنی کسی کے لیے فائدہ مند نہیں۔ خود غرضی انسانیت کو کھا جاتی ہے اور انسان خود غرضی میں غرق ہو جاتا ہے۔ زندہ جسم میں مردہ اور اندھی روح سے چلتا پھرتا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔ اندھے راستوں پر روشن آنکھوں سے چلتا ہے۔ جب روح اندھی ہو جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

☆☆

انسان کے ہر عمل کا جواب اس کے ردعمل کی پشت پر لکھا ہوتا ہے مگر کوئی اعمال کی پشت کو پڑھتا ہی نہیں۔ کوئی عمل کے بعد ردعمل کو دیکھتا ہی نہیں۔ ہر کوئی ردعمل پر اپنا عمل ظاہر کرتا ہے حالانکہ ہر ردعمل ایک عمل کے بعد ہے۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ جو دنیا میں اپنے اعمال کا جائزہ نہیں لیتے وہی اعمال آخرت میں ان کے ہاتھوں میں ہوں گے۔

☆☆

انسان جسم کی تندرستی اور اصلاح کے لیے بہت فکر مند رہتا ہے اور بار بار اپنے معالج کے پاس جاتا ہے مگر روح کے علاج کے لیے کسی سے رابطہ ہی نہیں کرتا کیونکہ یہ زیادہ محنت کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ یہ ساری کاروائی عمل کے کاغذ پر تحریر کرنی پڑتی ہے اور انسان کے پاس فرصت ہی نہیں کہ وہ اپنے عمل کے کاغذ کو پڑھ سکے۔ روح کا علاج طہارت اور صفائی ہے۔ انسان کو اندر سے پاک اور باہر سے صاف ہونے کی ضرورت ہے۔ اس سے روح پاکیزہ اور کردار واضح ہو جاتا ہے۔ انسان صحت مند اور روح تازہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا انسان کے رویے اور لہجے اس وجہ سے خراب ہیں کہ نہ باطن کی خباثت

دور کرتا ہے اور نہ ہی ظاہر کی صفائی کا خیال رکھتا ہے۔ معاشرہ میں اپنے علاوہ سب اس کو خراب نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دیتا ہے جن پر وہ راضی ہوتا ہے اور جن کے دل میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے اندر رہتا ہے جن کے اندر خباثت نہیں ہوتی۔

☆☆

جو کل کا اندیشہ کرتے ہیں آج ہمت نہیں کرتے وہ ہمیشہ اندیشے میں رہتے ہیں۔ وہ انسان اپنی روح کا علاج نہیں کر سکتا جو اندیشہ میں رہتا ہے بلکہ اندیشہ روح کا روگ ہے۔ انسان کو اس بات کا اندیشہ ہونا چاہیے کہ وہ کوئی ایسا عمل تو نہیں کر رہا جس سے اس کا پروردگار ناراض ہو جائے، بس اندیشہ دور ہو جائے گا۔

انسان سچے دین کی بات کرتا ہے، سچے دین پر عمل نہیں کرتا۔ سچا دین وہی ہے قربانی جس کا آئین ہو، سچی شہادت جس کا مقصود ہو۔ مومن وہ ہے جس نے گناہ کبیرہ نہ کیا ہو۔ قوموں میں ذہنی اور مادی انقلاب کی صلاحیت پیدا کرنے والا صالح ہے اور جس میں موت کا خوف اور خدا کا ڈر اتنا ہو کہ ہر وقت گناہ پر نظر رکھے اور نیکیوں کے لیے سرگرداں رہے، حسن سلوک اور حقوق العباد کی نگہداشت سے غافل نہ ہو، لواحقین اور ہمسائیوں کے لیے سراپا رحمت ہو، ہر نیک تحریک کا حصہ ہو، ہر عمل کا کفارہ ادا کرے، خدا کو دانستہ ناراض نہ کرے، ایسے انسان کو "متقی" کہتے ہیں۔ لوگ کچھ نہیں ہوتے اور ہر وقت سچے دین کی بات کرتے ہیں۔

☆☆

جو انسان قولی عبادت مختصر کرتا ہے اور عملی عبادت طویل تر اور مسلسل کرتا ہے اس کے اعمال نامہ کی پشت پر طویل تر اور تسلسل کے ساتھ اس کے کارنامے درج ہوتے ہیں

بلکہ اس کے اعمال کی پشت سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے اس کا اعمال نامہ کیسا ہے۔ قولی عبادت بہت طویل ہو مگر عملی عبادت کے مقابلہ میں مختصر ہے۔ عملی عبادت قولی عبادت کی تفسیر ہے۔ قولی عبادت کرو مگر عملی عبادت سے اس کی تصدیق ضرور کرو۔ ورنہ کوئی عبادت، عبادت نہیں۔ اعمال نامہ پر کوئی نتیجہ کا اندراج نہ ہو گا۔ مقصد کے بغیر عبادت قولی ہے با مقصد عبادت عملی ہے۔

☆☆

جب گناہ کی آلودگیوں سے ضمیر پاک ہو تو آنکھوں میں عصمت اور عظمت کی نورانی چمک ہوتی ہے جو دل کے تاریک تہ خانے کو روشن رکھتی ہے اور زبان پر استغفار کا ورد ہوتا ہے۔ چہرے پر بشاشت اور لبوں پر تبسم نمایاں ہوتا ہے۔ جب ضمیر مطمئن ہوتا ہے تو جسم میں سکون اور چین ہوتا ہے اور دماغ پرسکون ہوتا ہے۔ حواس خمسہ ہر وقت حالت عبادت میں ہوتے ہیں، جب ضمیر پاک ہوتا ہے ضمیر کو بیدار رکھو، جوں جوں دیر ہو گی ضمیر کی آواز کمزور اور مدہم ہو جائے گی، ضمیر تازہ دم ہو تو اس میں سوز اور لے کا ترنم ہوتا ہے جس سے زندگی میں مزہ ہے، آلودگی سے دور اور پاک رہتا ہے۔

☆☆

جب خیال نے فرش سے عرش تک پیمائش کی تو سوچ نے ہزاروں نقشے ذہن میں پیدا کیے۔ دنیا امتحان گاہ ہے اور آخرت نتیجہ گاہ۔ جب اقتدار اور اختیار سے حساب مانگا جائے گا تو قلم کی نوک سے بہنے والے خون کا جب جواب مانگا جائے گا تو لوح محفوظ لکھنے والے قلم میں رحم نہیں ہوگا، جنت خوشی کے دروازے بند کر دے گی اور جہنم آتش کے دھانے کھول دے گی، جب اعمال کا ہتھیلیوں پر وزن ہوگا۔ دنیا کی امتحان گاہ میں جو اعمال تحریر ہو رہے ہیں انہیں کے مطابق نتیجہ ہوگا۔ سوچ اور خیال عبث ہیں، اعمال سچے گواہ ہیں۔

☆☆

انسان کو اس عمل سے دور رہنا چاہیے جس میں اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس کا اعتماد ٹوٹ جائے گا۔ اعتماد ٹوٹ جائے باقی سب کچھ باقی رہے تو سمجھ لو کچھ باقی نہیں بچا ہے۔ ہمارے عمل میں ایک خلش ہمارے عمل کو بے چین کر دیتی ہے۔

☆☆

عقل مند وہ ہوتے ہیں جو نصیحت دیتے ہیں نصیحت لیتے ہیں اور بیوقوف وہ ہیں جو نصیحت دیتے ہیں نصیحت لیتے نہیں۔ جو خود قول کے مطابق عمل نہیں کرتے ان کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ اچھے عمل کے بارے میں اچھے قول کا اقرار کریں۔ بات وہی اچھی ہے جس کے مطابق انسان خود زندگی گزارتا ہے۔ زندگی اپنی مرضی سے گزارے اور غلط ہو تو اسے اللہ کی مرضی کہے یہ عقل مندی ہے، بیوقوفی ہے یا حماقت ہے۔ یہ میرا اپنے سے اور آپ سب سے سوال ہے؟

☆☆

انسانی وقار کو بڑھانے والے ہی شکستہ دلوں کو پیار دے سکتے ہیں۔ جو انسانیت کے وقار کو مجروح کرتے ہیں ان سے پیار کی توقع عبث ہے۔

بدی دونوں جہانوں میں بدی ہے۔ بدی کے لیے توبہ کافی نہیں بلکہ بدی چھوڑنا توبہ ہے۔ انسان بدی نہ چھوڑے اور توبہ کرتا رہے تو ایسی توبہ بدی ہے۔ توبہ والی بدی سے اللہ تعالیٰ محفوظ نہیں رکھتا بلکہ وہ توبہ قبول کرتا ہے جو بدی کا راستہ روک لیتی ہے۔ بدی نہ کرنا نیکی ہے، صرف نیکی کرنا ہی نیکی نہیں۔ انسان بدی کر سکتا ہو اور اس لیے بدی نہ کرے کہ اس کا خدا سمیع اور بصیر ہے تو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اس پر کاربند رکھتا ہے۔

☆☆

مطالعہ انسان کے اندر روشنی پیدا کرتا ہے اور انسان کے باہر اس کو منزل کا راستہ بتاتا ہے جو مطالعہ نہیں کرتے، وہ ان دونوں نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کتنا کامیاب قرار دیں، اندر کی روشنی انسان کو اجلا کر دیتی ہے اور باہر کی روشنی صاف کر دیتی ہے۔ مطالعہ وہی اعلیٰ ہے جو آپ کے کردار کی تعمیر کرتا ہے۔ صرف پڑھنا کافی نہیں۔ الفاظ کے اندر اترنا مطالعہ ہے اور الفاظ کے مطابق زندگی بسر کرنا علم ہے۔ نہ جانے جو لوگ پڑھتے ہیں اس کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے۔ کلام اللہ پڑھتے ہیں کلام اللہ کے مطابق زندگی نہیں گزارتے۔

☆☆

کتاب بصیرت کا منبع ہے اور مطالعہ مسرت کا منبع ہے۔

معاشرتی ماحول، گھریلو ماحول اور پریشانیاں انسان کے کردار پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں، گھر اور مدرسہ کا اس میں بہت اہم کردار ہے۔ جب تک گھر اور درس گاہ کا ماحول عمدہ، اعلیٰ اور دیانت دار نہیں ہو گا، معاشرہ میں بہتری کے امکانات زیادہ نہیں ہوں گے۔ انسان میں اعلیٰ صلاحیتوں کو پیدا کرنے کے لیے سب سے پہلے کردار سازی نہایت اہم ہے جس پر نہایت کم توجہ دی جاتی ہے۔

☆☆

عام آدمی تو بکنے کے لیے پیدا ہوا ہے جب خواص سرے بازار نیلام ہو جائے تو معاشرہ میں کوئی ایسی شے رہ جائے گی جو قیمت ادا کر کے خریدی نہ جا سکے۔ جس معاشرہ میں ضمیر کی خرید و فروخت عام ہو جائے وہاں انصاف خریدنا اور بیچنا اس سے زیادہ آسان ہے۔ جب قانون والے خریدے اور بیچے جائیں وہاں جو قانون بنے گا اس سے انصاف

کی توقع رکھنا عبث ہے۔ جب قانون بنانے والے تماشا لگائیں گے تو تماشائی قانون خریدنے والے ہوں گے۔ عام آدمی تو بکے ہی بکے گا مگر افسوس تو یہ ہے خواص کی لوٹ سیل لگ گئی اور جمہوریت کی رٹ لگائی جا رہی ہے۔ انسانوں کے معاشرہ میں اصلاح کی امید ہوتی ہے۔ جہاں بے حسی نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں وہاں زندگی تلاش کرنا حماقت ہے اور زندہ لوگوں کا زندہ رہنا مشکل ہے۔

جو اپنی پگڑی کا خیال نہیں رکھتے وہی دوسروں کی پگڑیاں اچھالتے ہیں اور کچھ لوگوں نے پگڑیاں باندھی ہی اس لیے ہیں کہ وہ اچھالی جائیں۔ وہ سیاسی پگڑی ہے جو ہر وقت اچھلنے کے لیے تیار رہتی ہے اور وہ اکثر بلکہ عام طور پر کرسی دیکھ کر اچھلتی ہے اور پھر ایسی پگڑی کرسی پر بیٹھ کر دوسروں کی پگڑیاں اچھالتی ہے۔ اپنی پگڑی کا خیال رکھنے والا دوسروں کی پگڑی کا احترام کرتا ہے۔

☆☆

جب اقدار سولی پر چڑھا دی جائیں گی تو مجرموں کو سرِعام کون لٹکائے گا؟ جب نیت کا فتور قانون کی راہ میں رکاوٹ ہو گا تو انصاف کسے اور کیسے ملے گا؟ جب لوٹ مار ختم کرنے والے لوٹ مار کرنے والوں کے ساتھ سمجھوتا کر لیں گے تو کون محفوظ رہے گا؟ جب جرائم پیشہ عناصر بے خوف ہو جائیں گے تو جرم کیسے رکے گا؟ جب چور چوروں کے ہاتھ کاٹیں گے تو پھر آسمان زمین کو حیرت سے دیکھے گا؟ جب قبر ایک ہو گی اور امیدوار دو ہوں گے تو پھر قدریں پامال نہیں ہوں گی۔ ہماری ساری رسوائیاں قدروں کی پامالی کی وجہ سے ہیں جو ہم خود کرتے ہیں۔ قدروں کے پاسدار رسوا نہیں ہوتے۔

☆☆

زندگی کی کتاب وہی پڑھ سکتا ہے جس نے زندگی کی زبان سیکھی ہے۔ زندگی کی زبان سیکھنے کے لیے زندہ احساس کا ہونا ضروری ہے۔ ہر انسان کے پاس اس کی زندگی کی کتاب مختلف ہے مگر ہر زندگی کی کتاب میں حقیقت کا سبق ایک ہے کہ زندگی عارضی ہے اور زندگی کا حساب آخرت میں ہو گا۔ جو زندگی میں حقیقت کا سبق نہیں پڑھتے وہ زندگی میں حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے لہٰذا پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا۔ زندگی ایک حقیقت ہے مگر موت در حقیقت زندگی ہے جس میں اصل زندگی ہے۔ نہ جانے لوگ عزت کی موت سے ڈرتے کیوں ہیں؟

☆☆

حوصلے نہ فاصلے ماپتے ہیں اور نہ ہی اونچائیاں۔

☆☆

جھگڑے اس لیے ختم نہیں ہوتے کہ ہم جھگڑے کو جھگڑے سے ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب ہم جھگڑے کو پیار سے ختم کریں گے تو ضرور ہو جائے گا۔ پیار مسائل کا حل ہے خواہ زندگی کا کوئی مرحلہ ہو۔ انسان صرف لفظ جانتا ہے قدر نہیں جانتا۔ لفظ انسان کے اندر اتر جائے تو اس کے اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں، نہ جانے لوگ لفظوں سے پیار کیوں نہیں کرتے؟

داناؤں اور بیوقوفوں میں ایک لفظ کا فرق ہے وہ " کل " ہے۔ جو آج کا آج کرتے ہین وہ " دانا " ہیں اور جو آج کا کل کرتے ہیں انہیں " بیوقوف " کہتے ہیں۔

☆☆

لفظوں، لہجوں اور رویوں کی بدولت بدترین آدمی کو زیر کیا جا سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ ان میں خلوص اور نیک نیتی ہو اور انہیں سے انسان ایک دوسرے سے دور ہوتے ہیں، ان کے مقابلہ میں ایک کامل خاموشی ہی ان کا بدل ہے۔

☆☆

شاہراہ زندگی پر کامیابی سے چلنے کے لیے "پھر کبھی" اور "کل کریں گے" نکال دو۔ "آج اور ابھی" داخل کرو اور بیٹھے ہوئے ہو تو کھڑے ہو جاؤ، کھڑے ہو تو چل دو، چل رہے ہو تو دوڑ لگا دو۔ وقت نہ پیشگی استعمال کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی پیشگی ضائع کر سکتے ہیں۔ دو وقتوں کے درمیان کوئی رکاوٹ مت آنے دو۔ جو وقت قابل استعمال ہے اسے ضائع مت کرو۔ ضروری اور اہم میں فرق محسوس کرو۔ کامیاب زندگی یہی ہے کہ آپ وقت کے ساتھ چل رہے ہیں اور وقت آپ کا ساتھ دے رہا ہے۔ ناکام زندگی یہ ہے کہ آپ رکے رہیں اور وقت چلتا رہے۔

☆☆

جب تک صاحب اقتدار، ارباب اختیار حقیقی طور پر خود آگاہی کی زندگی پر قولاً اور عملاً یقین رکھنے کا اصول اختیار نہیں کریں گے اس وقت تک قانون کے نفاذ میں رکاوٹ رہے گی۔ جبر کے ہتھیار اور قوت کا اصول اس وقت تک کامیاب نہیں ہوتا جب تک مسائل کی نشاندہی اور ان کا حل نہ نکالا جائے۔

☆☆

جس معاشرہ کو خون شہدا کا فخر نصیب نہیں ہوتا وہ معاشرہ فلاحی انداز میں پروان نہیں چڑھ سکتا اور جس ملک کی سرزمین کو خون شہدا سے سیراب ہونے کا اعزاز نہیں میسر

آتا وہ مجموعی طور پر قومی اور ملی اعتبار سے مردہ ہے۔ شہدا کی روحیں وہ مقدس آبنائے ہوتی ہیں جو اپنی زندگی قربان کر کے دوسروں کو زندہ رہنے کے سلیقے سکھاتی ہیں اور سیراب کرتی ہیں۔ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔ مسلمان قوم کی حیات کسی شہید کی مرہون منت ہے ورنہ تقریباً ہر مسلمان مایوس رویے کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے۔ عشق اور محبت کے ظاہری جذبہ کی تہ میں اغراض بول رہی ہیں، گواہی دے رہی ہیں ورنہ اربوں مسلمان اور زمانے کی رسوائیاں، خدا پناہ۔

☆☆

جس جس زمانے میں یزید ہے اس اس زمانے میں حسینؓ ہے۔ ہر زمانے کے یزید کے مقابلہ کے لیے حسینؓ ہمیشہ موجود ہوتا ہے۔ نہ جانے یزیدی کردار کے پیروکار اب کیا چاہتے ہیں۔ جہاں حق کی فتح ہوتی ہے وہاں حسینؓ ہوتا ہے، جہاں رسوائی ہے وہاں یزید ہے۔

☆☆

آنکھیں حریص ہیں اور پیٹ بھوکا ہے۔ بھوک مٹ سکتی ہے حرص کا کوئی علاج نہیں۔

☆☆

جو لوگ اپنی باری کا انتظار نہیں کرتے وہ دراصل "بے چین" لوگ ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک احترام ان کی مرضی ہے۔ وہ قانون کے برخلاف عمل کرتے ہیں اور پھر معذرت اور معافی دونوں طلب کرتے ہیں۔ یہ عموماً ریلوے کے پھاٹک کھلنے پر ہوتا ہے۔ جس معاشرہ میں قانون کا ڈر نہ ہو وہ معاشرہ احترام کے قابل نہیں رہتا۔ ٹریفک

قوانین کا احترام معاشرہ کی عکاسی ہے۔ پوری قوم کے شعور کا پیمانہ ہے۔ لوگوں کی بے حسی کی شہادت ہے۔ جہاں سارا معاشرہ بے حس ہو جائے وہاں پریشانی ہمیشہ رہے گی۔ معاشرہ میں بے حسی وہ بیماری ہے جس میں قوم کا ہر فرد حصہ دار ہے۔

☆☆

جھوٹ کیا ہے؟ دانستہ اپنے ضمیر کو دھوکا دینا۔ جو دانستہ جھوٹ بولتے ہیں وہ اپنی دانست میں اپنے ضمیر کو کچھ نہیں سمجھتے۔ جو لوگ اپنے ضمیر کو کچھ نہیں سمجھتے وہ خدا کو نہیں مانتے ہیں۔ ضمیر انسان کے اندر خدا کا حقیقی نمائندہ ہے۔ معاشرہ اس وقت تک درست سمت کی طرف رواں نہیں ہو گا جب تک انسان خدا کے نمائندہ کی پیروی نہیں کرے گا۔ جب تک معاشرہ میں جھوٹ ہے وہ اصلاح پذیر نہیں ہو گا۔ جب تک انسان جھوٹ سے اپنے اطمینان کو فریب دیتا رہے گا اس کو سکون نصیب نہیں ہو گا۔ موت کی معرفت اس مسئلہ کا حل ہے جب انسان کو یقین ہو جائے کہ بے بسی اور بے کسی اس کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ وہ وقت کتنا نازک اور اذیت ناک ہو گا جب انسان ہو گا مگر بے بس اور بے کس ہو گا۔ بے کس وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ کوئی "کس" نہ ہو اور بے بس وہ ہوتا ہے جس کے "بس" میں کچھ نہ ہو، نہ جانے لوگ اس احساس سے محروم اور لامعلوم کیوں ہیں؟ جب عروج ہے تو زوال کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے؟ آؤٹ ہو جاتے ہیں مگر وکٹ کے سامنے کھڑے رہنے کی تمنا سے دستبردار نہیں ہوتے۔ بس ایسے لوگ اپنے ضمیر کو شکست دے کر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ جن کا ضمیر مر جائے دراصل وہی مردہ ہوتے ہیں مگر ان جیسے لوگ انہیں زندہ سمجھتے ہیں۔ جو دانستہ جھوٹ بولتے ہیں وہ مردہ ہوتے ہیں اور جو دانستہ جھوٹی قسم اٹھا کر سچ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہی حیوان سے بدتر ہے۔ جس معاشرہ میں مردہ اور حیوان ہیں وہ معاشرہ نہ ترقی کر سکتا ہے اور نہ ہی احترام کے قابل ہے۔ آؤ جائزہ لیں ہم کہاں کھڑے ہیں۔

سکون کیا ہے؟ ضمیر کے اطمینان کو "سکون" کہتے ہیں۔ ضمیر کے اطمینان کے لیے نہ دولت کی ضرورت ہے اور نہ ہی عہدہ کی۔ اس کے لیے ایک عہد عظیم کی ضرورت ہے کہ خواہ حالات کچھ ہو جائیں انسان کو انسانیت کے برعکس کوئی کام نہیں کرنا ہے۔ اپنے ایمان کو دھوکا نہیں دینا۔ اپنی نیت کا سودا نہیں کرنا۔ دانستہ خدا کو ناراض نہیں کرنا۔ خدائی قانون کو دھوکا نہیں دینا۔ اس بات پر یقین کامل رکھنا ہے کہ اس کے اعمال کو کوئی دیکھ رہا ہے۔ اس کے اعمال کا ایک دن حساب ہو گا۔ سکون صرف پاکیزہ جذبہ، ایمان کامل اور موت کی معرفت میں ہے۔ اس انسان کو کبھی سکون نہیں ہو گا جو اپنی ذات کو دھوکا دیتا ہے۔ جو اپنے ضمیر کا باغی ہے۔ جو موقع پرست ہے، جو مفاد پرست ہے۔ جو خدا کے حکم کے برعکس اپنی مرضی کی پرستش کرتا ہے، جو اپنی مرضی کو ضمیر پر فوقیت دیتا ہے۔ بس پھر اسے ہرگز معلوم نہیں ہو گا سکون کسے کہتے ہیں؟ کیسا ہوتا ہے؟ اور کیسے نصیب ہوتا ہے؟ وہ سکون کے مفہوم سے ناآشنا ہے۔ جیسے جیسے معاشرہ میں ضمیر کا احترام ہو گا ویسے ویسے معاشرہ قابل احترام ہو گا۔ معاشرہ میں بے چینی لوگوں کی اپنی کارستانی ہے۔ معاشرہ لوگوں کے رویوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ تمام لوگ اپنے حصہ کی معاشرہ میں تخم پاشی کر رہے ہیں۔ وہی کاٹیں گے جو بوئیں گے لہٰذا سکون اس وقت ہو گا جب اس پر یقین ہو گا۔ ہم نیت فروخت کرتے ہیں اور نیت خریدتے ہیں، جب تک نیت درست نہیں ہو گی ہمارے نصیب میں سکون نہیں ہو گا۔ میں نے کتاب حقیقت میں یہی پڑھا ہے جسے صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیا ہے۔

☆☆

اختلافات کی بنیاد غلطی اور غلط فہمی ہے۔ غلط فہمی دور ہو سکتی ہے اور غلطی معاف کرنے سے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں۔ لالچ، بغض اور حسد انسان کے اندر خدائی اصولوں کے خلاف بغاوت کا نام ہے، جسے لوگ اپنی مرضی کے نام پر کبھی غلطی کہتے ہیں

اور کبھی غلط فہمی ہے۔ جب انسان کو الفاظوں کا ادراک ہوگا وہ الفاظوں کے رویوں سے آشنا ہو جائے گا۔ لڑائی اس وقت ہوتی ہے جب ایک انسان اپنی غلطی کو اصول کہتا ہے اور دوسرا غلط فہمی پر یقین رکھتا ہے۔ جب تک اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرے گا اور غلط فہمی دور نہیں کرے گا اس وقت تک لڑائی اور جھگڑا ختم نہیں ہوگا۔ ان دونوں کے درمیان انسان کے عقیدہ نے فیصلہ کرنا ہے جسے لوگ مذہب کہتے ہیں۔ اگر مذہب ہی میں اختلاف ہے تو جھگڑا اور لڑائی کبھی ختم نہیں ہوگی۔ سارے انسان نہ ایک طرح کے ہوتے ہیں اور نہ ہی ایک طرح سوچتے ہیں جب کہ پروردگار نے انہیں ایک طرح سوچنے اور عمل کرنے کے لیے ان کی راہنمائی کے لیے مصدقہ اصولوں کا نزول کیا مگر انسان غلطی اور غلط فہمی کا شکار ہے لہٰذا اس امر پر یقین کامل ہوا ہے کہ انسان نہ کسی آئین کا پیروکار ہے اور نہ ہی کسی کامل انسان کی تقلید میں بلکہ اپنی مرضی کا مالک ہے اور اپنے انتخاب کو کبھی غلطی پر وزن کرتا ہے اور کبھی غلط فہمی پر اس وجہ سے اختلافات بھی رہیں گے اور انسان کو سکون نصیب نہیں ہوگا۔ انسان کے اندر سب کچھ ہے مگر وہ باہر سے اندر سب کچھ داخل کر کے سکون چاہتا ہے جو ناممکن ہے۔ انسان کے اندر اصلاح کا عمل شروع ہوگا تو پروردگار اسے توفیق عطا کرے گا۔ آؤ غلطی اور غلط فہمی دور کریں۔

☆☆

ظاہری بزرگی اور احترام سے لوگ اپنے جیسے لوگوں کو تو فریب دے سکتے ہیں مگر اپنے ضمیر کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ انصاف کی کرسی پر تشریف فرما اور ممبر کے کرسی نشین جھوٹے ہو سکتے ہیں، کرسی جھوٹی نہیں ہے۔ حقیقت کا یہی پیغام ہے کہ جو تمہارا قول ہے وہی تمہارا عمل ہونا چاہیے۔ لوگ عبادت گاہیں تعمیر کر کے جنت کے طلب گار ہیں۔ خدا عمل کی بنیاد پر لوگوں سے عدل کرے گا۔ جو خدا کا حکم ہے وہ درست ہے اور جو لوگ کرتے ہیں اور کہتے ہیں وہ ان کا حسن انتخاب اور مرضی ہے۔ ظاہری بزرگی اور احترام

سے چہرے تو سجائے جا سکتے ہیں نیت کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اپنے جیسے لوگوں کو فریب دینے والے لوگو! یوم حشر تم اپنی نیتوں کو نہیں چھپا سکو گے۔

☆☆

میرے ضمیر کی آنکھیں اس دُکھ نے کھول دیں جو میں نے اپنی ذات میں محسوس کیا، جب میں نے اپنے قول کے برعکس عمل کیا، یہ اس وقت ہوا جب میں نے موت کو چھو کر ادراک کو پایا، جب میں نے اپنے انتہائی پیار کو تہ زمین اتارا اور خود اپنے ہاتھوں سے اس کے سر پر خاک ڈالی، میرے ضمیر کی آنکھیں اس دُکھ نے کھول دیں۔ جس دُکھ کو انسان محسوس نہ کرے وہ دُکھ نہیں ہوتا اور نہ ہی انسان کی ایسے دُکھ سے آنکھیں کھلتی ہیں۔ جب تک انسان اندھا ہے وہ بصیرت کو پا نہیں سکتا ہے۔ انسان کی آنکھ دل میں ہو گی تو دل آنکھ میں ہو گا تو وہ دُکھ دیکھ بھی سکے گا اور محسوس بھی کرے گا بس پھر وہ دُکھ انسان کو انسان بنا دیتا ہے۔ میرے سارے احساسات میرے دُکھ کے نام ہیں۔ خدایا میرے دُکھ کو کوئی اور نام نہ دے۔

انسان کے احساس کو زندہ رکھنے کے لیے عقیدہ کی ضرورت ہے اگر احساس زندہ نہیں تو عقیدہ نام کی کوئی شے نہیں۔ قانون فطرت کا احترام ہونا چاہیے اور ملکی قانون کا ڈر۔ ڈر اور احترام دونوں احساس کو زندہ رکھتے ہیں۔ بے حس ہونے کا مطلب ہے کہ دونوں ختم ہو چکے ہیں، معاشرہ اس وجہ سے زوال پذیر ہے۔

☆☆

جو لوگ دوسروں کا نقصان کرتے ہیں جس میں ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا انہیں " کینہ پرور " کہتے ہیں۔ وہ اپنی ذات کو مایوسی سے شکست دیتے ہیں۔ ایسے لوگ حاسد، کمینے، لالچی اور بغض پرست ہوتے ہیں۔ اپنی بزدلانہ حرکات کو دلیری کا فریب دیتے ہیں اور اپنے اندر خوشی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اپنی کمینگی والی حس کی آبیاری کرتے ہیں اور اپنی

عبادات اور ثواب والی حرکات سے اپنی ذات سے دھوکا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ پھر ایسے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جیسے لوگوں میں معزز تصور ہوں، نہ جانے انہیں اپنے خدا کی عدالت پر شک کیوں ہے؟ بس یہ ایسی اذیت ہے جس کا انتخاب ایسے لوگ اپنے لیے خود کرتے ہیں۔ خدا ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا اور دست توفیق اٹھا لیتا ہے، جب لوگ کینہ پرستی سے باز نہیں آتے۔ رسی دراز کر دیتا ہے مگر کھونٹے سے باندھے رکھتا ہے جیسے کاٹنے والے کتے کو باندھا جاتا ہے۔ سگ اپنی صفت اور جبلت سے انحراف نہیں کرتا، نہ جانے لوگ سگ صفت کیوں بن جاتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان پیدا کیا ہے مگر انسان، انسان نہیں بنتا۔ دوسروں کا وہ نقصان کرتا ہے جس سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، یقیناً وہ خدا کی ہدایت سے منحرف ہو چکا ہوتا ہے۔

انسان کے اندر استقامت زندگی کے مقصد کو پانے کی طرف پہلا قدم ہے۔ استقامت سے انسان کو قناعت نصیب ہوتی ہے جس سے زندگی میں ٹھہراؤ آتا ہے۔ انسان توکل اور تقویٰ کی طرف محو سفر ہوتا ہے، دنیا کی اہمیت آخرت کے مقابلہ میں کم ہو جاتی ہے۔ انسانی فکر شعور کی منزل کو پانے کی تمنا کرتی ہے۔ انسان یقین میں اترنے کا حوصلہ رکھتا ہے۔ یقین انسانیت کا سرمایہ حقیقی ہے۔ جب انسان یقین پر یقین کرے گا تو اسے یقین ہو جائے گا دنیا فریب ہے اور دنیا دار انسان فریبی ہے۔ سب سے پہلے اپنی ذات کو فریب دیتا ہے جب دانستہ اپنی ذات کو دھوکا دیتا ہے، ضمیر کے برعکس عمل کرتا ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔

☆☆

جب آپ کسی کو جاننا چاہتے ہیں تو آپ خاموش رہیں اور اسے باتیں کرنے دیں۔ صرف آپ کو اپنے شعور کو بیدار رکھنا ہے۔ باتیں انسان کے اندر کی غماز ہیں مگر ان

کی غمازی وہ پا سکتا ہے جو خاموشی کے راز کو پا سکتا ہے۔ خاموش انسان بہت گہرا ہوتا ہے اور زندہ شعور کے ساتھ انتہائی بلندیوں تک سوچنے اور فکر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

☆☆

لوگ اس بے پناہ درد کا احساس نہیں کرتے جو لکھنے والا اپنے ہر لفظ کی پشت پر محسوس کرتا ہے اور پھر وہ کچھ لکھتا ہے جس میں سوز ہوتا ہے جو پڑھنے والے دلوں میں اتر جاتا ہے۔ ایسے درد لکھنے والا انسان دوسروں کے درد کو محسوس کرتا ہے، ان میں اتر کر، جھانک کر دیکھتا ہے معاشرہ میں انسان کے لیے کتنے مسائل ہیں اور زندگی کے ہر موڑ پر کتنی مشکلات ہیں۔

☆☆

ضرورت بڑی قوت ہے اس نے انسان کو اندر سے ریزہ ریزہ کر دیا ہے، لوگ صرف ضرورت کو دیکھتے ہیں، انسان ضرورت کی قدر کو دیکھتا ہے۔ انسان، انسانی قدروں کو ضرورت پر قربان نہیں کرتا جبکہ لوگ ضرورت کو آخری خواہش جانتے ہیں۔ اعلیٰ قدریں کھو دیں اور ضرورت پوری ہو جائے تو یہ ذہنی پستی ہے۔ یہ اعلیٰ اصولوں کی نفی ہے۔ آج کل یہی ہو رہا ہے لوگ اپنی اعلیٰ قدروں کو ضرورت کی دہلیز پر قربان کر رہے ہیں۔ بس لوگ سوچتے ہیں ضرورت پوری کرنا لازمی ہے، قدروں کی پاسداری لازمی نہیں۔ موجودہ سیاسی اور مذہبی سیٹ اپ میں اس کا عملی مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ صرف اپنی ضروریات کو اولیت دی جا رہی ہے، انسان قدروں کو پس پشت ڈالتا جا رہا ہے، بے شک انسانی ضروریات بڑی اہم ہیں، تاہم ضرورت پوری کرنے والا محروم نہیں رکھتا، جس کو کم از کم دیتا ہے اس کی ضرورت ضرور پوری کرتا ہے۔

☆☆

جو اللہ کے بندوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتا بندوں کا خدا ایسے لوگوں سے راضی نہیں ہوتا خواہ وہ ہزار نمازیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے رابطہ کی کوشش کریں۔ جب تک انسان اللہ کے بندوں سے پیار نہیں کرے گا اللہ کی رحمت سے دور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی التجا پر توجہ دیتا ہے جو اس کے حکم کو غور سے سنتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کے مطابق زندگی گزارتا ہے، اس کی رحمت کو بھی ایسے ہی محسوس کرتا ہے جیسے اس کے غضب سے ڈرتا ہے۔ خدا نہایت مہربان ہے خاص ان کے لیے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں، اپنے احتساب کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ وہ دانستہ خدا کو ناراض کرتے ہیں جو انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر دانستہ خدا کے بندوں سے انصاف نہیں کرتے۔ مخلوق خدا سے محبت اصل عبادت ہے۔

☆☆

نفرتوں کی دیواروں میں جو دراڑیں ڈالتے ہیں وہی محبتوں کے نئے دروازے کھولتے ہیں۔ جو نفرتوں کی دیواریں کھڑی کرتے ہیں وہ بند ذہنوں کے ساتھ بند گھروں میں رہتے ہیں۔ جہاں تازہ ہوا کا گزر نہیں ہوتا وہ نفرتوں میں گھٹ گھٹ کر مر جاتے ہیں۔ محبتیں تقسیم کرنے سے محبتیں ضرور ملتی ہیں۔

☆☆

جو زندگی کی باریکیوں پر نظر رکھتے ہیں وہ زندگی کی تاریکیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ جو اپنی خوش نصیبی سے دوسروں کی بدنصیبی دور کرتے ہیں وہی جانتے ہیں زندگی کی باریکیوں میں کیا راز ہیں۔

☆☆

جو غصہ پی جاتے ہیں وہ گالی کھانے سے برہم نہیں ہوتے۔ جو گالی سے غصہ نہیں کھاتے وہ دراصل شریف النفس انسان ہوتا ہے مگر کمینے لوگ اسے بزدل کہتے ہیں۔

☆☆

جن کی اولاد بدمزاج اور بدتمیز ہوتی ہے ان کے والدین صرف معافی مانگنے کے لیے ہوتے ہیں، جبکہ ایسی اولاد والدین کی کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔

☆☆

خودغرض انسان وقتی طور پر فائدہ اٹھاتا ہے مگر مستقل طور پر نقصان میں رہتا ہے۔ جو کسی کا نقصان سوچتا ہے وہ دراصل اپنا نقصان کرتا ہے۔ جو غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں غلط فہمی ان میں سے کبھی نہیں نکلتی۔ جو غلط فہمی میں رہتے ہیں ان کے سارے فیصلے غلط ہوتے ہیں۔ انسان عبادت اس لیے کرتا ہے کہ وہ غلط فہمی سے دور رہے۔ غلط فہمی عبادت کی نفی ہے۔ انسان ایک یقین کی خاطر عبادت کرتا ہے کہ اس کا خدا سے رابطہ ہے۔ جو خدا سے رابطہ پر یقین نہیں رکھتے وہ اپنے اطمینان کو فریب دیتے ہیں۔ خودغرضی اطمینان کو فریب کا نام ہے۔ خودغرض انسان نہ دوست ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی رشتہ ہوتا ہے۔ اولاد خودغرض ہو جائے تو گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ والدین خودغرض ہو جائیں تو خاندان نہیں رہتے۔ بدامنی اور بے چینی ایسے گھروں میں مستقل قیام کر جاتی ہیں۔

☆☆

جو خود فیصلے غلط کرتے ہیں اس کا جواز دوسروں میں تلاش کرتے ہیں، خدا کا شکوہ کرتے ہیں پھر نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں سکون نہیں، ایسے لوگوں کو سکون کبھی نصیب نہیں ہوگا جو اپنی مرضی کو ہر وقت خدا کی مرضی پر فوقیت دیتے ہیں اور دانستہ خدا اور خدائی کو ناراض

کرتے ہیں۔ بدنصیبی کا وہ خود انتخاب کرتے ہیں پھر اپنے آپ کو بدنصیب کہتے ہیں۔ غلط فیصلے کرنے والے بے نصیب ہوتے ہیں۔ ہر کام کے نتیجے پر نظر رکھنے والا غلط فیصلہ نہیں کرتا۔

☆☆

جو کسی کی بات پر غور نہیں کرتے، کوئی اس کی بات سنتا ہی نہیں۔ بات غور سے سنو، جواب فکر سے دو تو مطلب اور مفہوم کے درمیان کم از کم فرق ہوگا، کم از کم پریشانی ہوگی، کم از کم غلط فہمی ہوگی، کم از کم اذیت ہوگی۔

☆☆

میں اس کے بارے میں فکر مند کیوں رہوں جو میرے مرنے کے بعد واقع ہو گا۔ مجھے اس کی فکر کرنی چاہیے جو میری زندگی میں ہو رہا ہے۔ جو زندگی میں ناخوش ہیں وہ آخرت میں بالکل ناخوش رہیں گے۔

جو بچے والدین کی محبت پر شک کرتے ہیں وہ خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ جیسے خدا اپنی رحمت سے دستبردار نہیں ہوتا ویسے والدین اپنی اولاد سے محبت سے باز نہیں آتے خواہ اولاد نافرمان ہی کیوں نہ ہو۔ والدین میں معاف کرنے کا جذبہ خدا کے معاف کرنے کے جذبہ کے قریب قریب ہوتا ہے، وہ اس لیے کہ خدا حقیقی خدا ہے اور والدین مجازی خدا ہیں، وہ بھی حساب نہیں لیتے۔

☆☆

جو بدنصیبی کا خود انتخاب کرتے ہیں ان کے رونے میں کوئی اثر نہیں۔

☆☆

جو والدین کا دل دکھا کر سو جاتے ہیں دراصل ان کا نصیب سو جاتا ہے۔

☆☆

جو بے حس ہوتے ہیں ان کی آنکھیں ہوتی ہیں مگر بصیرت سے محروم ہوتے ہیں۔

☆☆

جو عورت خاوند کا احترام نہیں کرتی اس کے لیے لازمی نہیں کہ وہ کسی کا احترام کرے۔

☆☆

جو والدین کو دکھ دیتے ہیں وہ اولاد سے دکھ لینے کے لیے تیار رہیں۔

☆☆

جو جھوٹ بولتے ہیں اور سچ سمجھتے ہیں وہ سچ بولتے ہوں تو لوگ جھوٹ سمجھتے ہیں۔

☆☆

جو والدین کو دانستہ ناراض کرتے ہیں زمانہ ان سے دانستہ ناراض رہتا ہے۔

☆☆

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے میں ان کا مقروض ہوں جو انسانیت کی خدمت کرتے

ہیں، اس کی فلاح کا کام کرتے ہیں، اس سے پیار کرتے ہیں، انسانیت کے بنیادی اصولوں کا احترام کرتے ہیں اور میری مخلوق کے درمیان امن سے رہتے ہیں۔

☆☆

جو لوگ اپنی ذات کے کھنڈروں میں اجنبی راستے تلاش کرتے ہیں دراصل وہ زندگی کو خود تنہا بنا لیتے ہیں پھر حقوق العباد کا راستہ تلاش کرتے ہیں اور ان کے دکھ درد میں شریک ہو کر اپنی تنہائی کا مداوا کرتے ہیں۔ حقوق العباد ایک فرحت آمیز اور انقلابی عمل ہے۔ خدا کا فرمان ہے کہ اے انسان اگر تو نے کسی انسان کا دل دکھایا ہے تو وہی اسے معاف کرے گا میں معاف نہیں کروں گا۔

جس ماں کے پاؤں میں جوتی نہیں مگر اس ماں کے پاؤں میں جنت ضرور ہے۔ ماں کے پاؤں کی جوتی میں جنت ہے، جب انسان کو یہ شعور آ جائے "ماں کیا ہے"۔ ماں کی وجہ سے ہم سب ہیں۔ ماں دھرتی کی قدر نہ کرنے والے ہرگز جنت میں نہیں جائیں گے اور ماں دھرتی کی عصمت پر قربان ہونے والے جانتے ہیں یہ کتنی عظیم ماں ہے، جس نے ایسے انسان کا نام شہید رکھا ہے۔ ماں دھرتی کو لوٹنے والے جنت کا خواب مت دیکھیں۔

جب سیاسی جلوس جنازوں کی شکل میں ہوں گے جن میں کلمہ شہادت بھی نہیں ہوتا تو لوگوں کو حقوق مانگنے سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔

☆☆

توکل ہے، خدا پر یقین ہے، سکون نصیب ہے بس پھر ایسا انسان سچا خدا پرست ہوتا ہے جو اصولوں سے انحراف نہیں کرتا، جو حق کے مقابلہ میں ہر شے کو حقیر سمجھتا ہے، جو

سچ کو مقدم جانتا ہے، اس پر عمل پیرا رہتا ہے۔

☆☆

آپ جو چاہیں اپنے پروردگار سے طلب کریں وہ حاجت روا ہے اور وہ حاجتوں کو پورا کرنے والا ہے، طلب کرنے سے پہلے اپنے اندر انسان کو اہلیت پیدا کرنی ہے۔ انسان جس اہل ہوتا ہے اس سے آگے اللہ تعالیٰ اس کی نصرت نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے لیے ہے جو محنت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان کو اس کے اجر سے محروم نہیں رکھتا۔

انسان وہ ہے جو خدا کے ناراض رویوں پر ہر وقت نظر رکھتا ہے اور لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے جیسے لوگوں کو اپنے رویوں سے ہر وقت ناراض کرتے ہیں۔ لوگ اپنے منحوس اور ناراض رویوں سے رزق حاصل کرتے ہیں، جھوٹ سے مال فروخت کرتے ہیں جب کہ سچ سے بھی منافع حاصل ہو سکتا ہے، ملاوٹ شدہ مال فروخت کرتے ہیں جبکہ خالص سے بھی اپنے حصے کا رزق حاصل ہو سکتا ہے۔ لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنی مرضی سے خدا کو ناراض کرتے ہیں جبکہ انسان وہ ہے جو خدا کی مرضی سے اپنے آپ کو راضی رکھتا ہے۔ جو اپنے خالق کو دانستہ ناراض کرتے ہیں ان سے کوئی راضی نہیں رہتا۔ خدا جب راضی ہوتا ہے تو انسان اپنے اندر بھی ویسی ہی روشنی محسوس کرتا ہے جیسے اس کو باہر روشن نظر آتا ہے۔ دعا کرو آنکھوں پر پردہ پڑ جائے مگر ضمیر اندھا نہ ہو جائے، انسان بصیرت سے محروم نہ ہو جائے، انسان کا دل نہ بجھ جائے، انسان کا دماغ خراب نہ ہو جائے، انسان بدبختی کا انتخاب نہ کرے۔

☆☆

انسان کا انتخاب اپنا ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مدد اس میں شامل ہوتی ہے خواہ اچھا کرے یا برا کرے لیکن اللہ تعالیٰ برائی میں انسان کے ساتھ شامل نہیں ہوتا۔ لوگوں کا

خیال یہ ہوتا ہے کہ چونکہ کام ٹھیک چل رہا ہے لہٰذا اچھا ہے لیکن اس کا انحصار نتیجہ پر ہے۔ آپ کی اچھائی اور برائی کا تعلق یہ نہیں کہ آپ دولت مند ہو گئے ہیں اور آپ کو اقتدار مل گیا ہے بلکہ اچھائی اور برائی کا معیار یہ ہے کہ آپ کتنے مطمئن ہیں اور آپ کو کام کے بعد سکون نصیب ہوا ہے۔ زندگی میں خوشحالی کا معیار سکون ہے، اطمینان ہے۔ ہم سب اپنے اطمینان کو فریب دیتے ہیں۔ اپنے اطمینان کے ساتھ مخلص نہیں جب تک انسان مخلص نہیں ہو گا اس وقت تک وہ ذہنی غریب رہے گا اور اصل غریبی ذہنی غربت ہے۔

☆☆

جو بچوں کے ساتھ ضد کرتے ہیں وہ خود بچے ہوتے ہیں بلکہ بچوں کے بچے ہوتے ہیں، ایسے لوگ شعور سے مذاق کرتے ہیں۔ ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں اور بچے ہی مرتے ہیں، ان کو صرف اپنے انسان ہونے پر شک ہوتا ہے جسے یہ یقین سمجھتے ہیں کہ یہ انسان ہیں۔ ایسی لاشعور مخلوق کا حسن انتخاب ہے کہ وہ ہر وقت بچوں سی حرکات کرتے ہیں اور اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں۔

☆☆

پاکیزہ حلال رزق عمل میں ہو تو کردار بنتا ہے، قرآن سارا دماغ میں رکھنے سے کچھ نہیں ہو گا، خون عمل میں ہو تو حق کی نبض چلتی ہے۔

☆☆

جس کو زندگی میں موت نظر آئے اسے ہی موت میں زندگی نظر آتی ہے۔ جس موت میں زندگی نظر آئے اصل وہی زندگی ہے جس میں بے نیازی ہوتی ہے، قناعت ہوتی ہے، تقویٰ ہوتا ہے۔

☆☆

جو زبانیں دراز رکھتے ہیں وہ بخت خراب رکھتے ہیں۔

☆☆

جو والدین کی نیت پر شک کرتے ہیں وہ اپنی بدبختی پر یقین رکھتے ہیں۔

☆☆

جو والدین کو ہر وقت الزام دیتے ہیں وہ اپنے بخت کو ہر وقت بدنام کرتے ہیں۔

☆☆

جو انسان بدتمیزی پر درگذر کرتا ہے خدا اس پر رحمت کے دروازے کھلے رکھتا ہے۔

☆☆

جو ہر کسی پر الزام لگاتا ہے وہ ہر وقت کسی نہ کسی الزام کی زد میں رہتا ہے۔

☆☆

جن کی نیت ہر وقت درست رہتی ہے ان کا کوئی نقصان نہیں کر سکتا۔

☆☆

جن کی نیت خراب ہوتی ہے ان کی دعا بے اثر ہوتی ہے۔ ان کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ انہیں کبھی سکون نصیب نہیں ہوتا۔ وہ اپنے نصیب پر کبھی خوش نہیں ہوتے۔

☆☆

جیسا تم دوسرے کے بارے میں سوچتے ہو دوسرا ویسا تمہارے بارے میں ضرور سوچتا ہے۔

☆☆

جو دوسرے کے بارے میں برا سوچتا ہے وہ نتیجہ کو اطمینان کا فریب دیتا ہے۔

☆☆

جو حقیقت سے منہ چھپاتے ہیں، حقیقت ان پر کبھی ظاہر نہیں ہوتی۔

☆☆

تربیت کا کردار میں بڑا اہم رول ہوتا ہے جس پر موجودہ معاشرہ بہت کم توجہ دے رہا ہے۔ پڑھائی انسان کی تربیت نہیں، اعلیٰ عمل تربیت ہے۔

☆☆

معاشرہ میں تمام خرابیوں کی وجہ گھر، مسجد اور مدرسہ کے غیر مہذب رویے ہیں۔ جب تک انسان اپنی روز مرہ کے معمولات میں محتاط رویے نہیں اپنائے گا اس وقت تک معاشرہ کی درست سمت کا تعین ممکن نہیں۔ خوبصورت لہجوں سے شروع ہونے والی گفتگو کبھی تلخی پر ختم نہیں ہوگی۔ ٹھہری ہوئی گفتگو سہمے ہوئے رویوں کو حوصلہ دیتی ہے مگر وہ لوگ جو دلیل کے قائل نہیں وہ کسی لہجے اور رویے کو نہیں مانتے کیونکہ ایسے لوگ توحید کو بھی شک سے مانتے ہیں۔ معاشرہ کی خرابی میں میری ذات سے گھر، مسجد اور مدرسہ سب ذمہ دار ہیں۔ ہم جو کرتے ہیں اس کا ہمیں احساس نہیں اور جو دوسرا کرتا ہے ہم اسے کوستے ہیں جبکہ وہ وہی کر رہا ہوتا ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ جب انسان کا احساس زندہ ہوگا تو معاشرہ خوبصورت بن جائے گا۔

☆☆

جس ماں کے سینے میں نفرت ہے وہ نفرت والا دودھ اپنے بچے کو پلاتی ہے اور ایسے بچے دوسروں سے نفرت کے علاوہ ماں سے بھی پیار نہیں کرتے۔ ماں کو چاہیے جب بچے کو دودھ پلائے تو اپنے سینے سے اس وقت نفرت نکال دے۔ بس پھر ایسے بچے معاشرہ میں نفرت پھیلاتے ہیں جب مائیں اپنے نفرت والے رویوں پر نظر نہیں رکھتیں۔ معاشرہ میں ماں کا مرکزی کردار ہے بلکہ اصل کردار ہے۔ قوم اور معاشرہ کو اگر درست رکھنا ہے تو ماؤں کی اعلیٰ تربیت گاہیں قائم ہونی چاہییں۔ عورت پر جب تک خاص توجہ نہیں دی جائے گی اچھی ماں کا تصور ناممکن ہے۔ معاشرہ کی اصل بنیاد عورت ہے۔ عورت کو آزادی دو گے تو معاشرہ مادر پدر آزاد ہو جائے گا۔ حد سے زیادہ آزادی عورت کی بدنصیبی ہے۔ عورت ہمیشہ اپنے انتخاب میں غلطی کرتی ہے اور دوسروں میں اس کا جواز موجود پاتی ہے۔

جو اولاد ماں باپ کو آنکھیں دکھاتی ہے ان کی آنکھوں سے حیا جاتی رہتی ہے۔

☆☆

غصہ عقل کو اندھا کر دیتا ہے اور جو والدین کو غصہ دکھاتے ہیں ان کی بصیرت اندھی ہوتی ہے۔ اندھی بصیرت میں انسانیت نہیں رہتی۔ انسان میں سے انسانیت نکل جائے تو حیوان سے بھی کم تر ہو جاتا ہے۔

☆☆

دنیا میں بہت دکھ ہیں بلکہ دنیا دکھوں کا گھر ہے مگر سب سے بڑا دکھ یہ ہے جب اولاد والدین کی نیت پر شک کرے اور والدین اولاد کے روبرو صفائی پیش کریں مگر اولاد اتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ والدین کے خلوص پر اعتبار نہ کرے۔ خدا والدین کی

بدعاؤں میں اثر نہیں رکھتا جو وہ اولاد کے بیمار اور مفلوج رویوں کی وجہ سے انہیں دیتے ہیں ورنہ قیامت سے پہلے قیامت آ جائے۔ جیسے والدین کے بارے میں قرآن اور خالق قرآن نے فرمایا ہے والدین دل نہیں دکھا سکتے لہٰذا ان کا دل مت دکھاؤ۔ بس ایسے دلوں میں خدا رہتا ہے، اعتبار کرلو والدین اولاد کے بارے میں کبھی غلط نہیں سوچتے۔

☆☆

جو دکھ محسوس نہیں کرتا وہ سکھ کے بارے میں جو کچھ جانتا ہے وہ سارے کا سارا غلط ہے۔ اصل سکھ وہ ہے جو اصل دکھ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ دکھ شناس انسان خدا پرست ہے اور دکھ دینے والا شیطان پرست ہے۔

☆☆

جو کلمہ پڑھنے کے بعد کسی کو قتل کرتے ہیں وہ دراصل اپنے کلمہ کو قتل کرتے ہیں اور جو قرآن پڑھنے کے بعد کسی کو قتل کرتے ہیں وہ قرآن کے قاتل ہیں۔ قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ تم خدائی امر میں دخل دو۔ قتل خدائی امر کا قتل ہے، قاتل کے لیے کوئی معافی نہیں خواہ وارث معاف کر دیں۔ مقتول کا وارث پروردگار خود ہے اس نے اسے زندگی دی وہی واپس لینے کا مجاز ہے۔

☆☆

جو انسانوں کو قتل کرتے ہیں وہ خدا کے ارادوں کو قتل کرتے ہیں۔ خدا کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے ایام پورے کرے، اپنے انتخاب کو اولیت دے اور اپنی مرضی کرے مگر ایک دن حساب کے لیے تیار رہے۔ مقتول سے اس کے باقی دنوں کا حساب نہیں لیا جائے گا جبکہ قاتل اپنی زندگی سے زیادہ حساب دے گا اور اس سے اللہ

کے ارادوں کے قتل کا بھی حساب مانگا جائے گا۔

☆☆

جن میں شعور نہیں وہ اپنے آپ کو تبدیل نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگ ساری زندگی اپنے آپ کو سزا دیتے ہیں۔ اپنی سوچوں اور خیالوں کو اذیت دیتے ہیں اور ان کی اذیت میں رہتے ہیں۔ خدا ایسے لوگوں پر مہربانی سے دستبردار ہو جاتا ہے جو ہر وقت غلط سوچتے ہیں اور اپنے آپ کو درست سمجھتے ہیں۔ ایک انسان پڑھا لکھا ہے مگر اس میں شعور نہیں تو وہ اس ان پڑھ سے بدتر ہے جو تھوڑا بہت شعور رکھتا ہے۔ اصل زندگی زندہ شعور ہے، باقی ایام پورے کرنے والی زندگی ہے جو سب ایک جیسی گزارتے ہیں۔

☆☆

جو لوگ اپنے شعور کو اذیت دیتے ہیں اور اپنے ضمیر سے مشورہ گیر نہیں ہوتے وہ ساری زندگی عذاب میں گزارتے ہیں، ایسا عذاب جس کا وہ خود انتخاب کرتے ہیں، خود تبدیل نہیں ہوتے اور دوسروں کی تبدیلی کے ہر وقت خواہاں رہتے ہیں۔ وہ زندہ نظر آتے ہیں زندہ ہوتے نہیں۔ جو دانستہ اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے خدا اپنی شفقت سے دستبردار ہو جاتا ہے پھر ایسے لوگوں کو ان کے چاہنے والے اور خیر خواہ دشمن نظر آتے ہیں، یہ بدبختی کی علامت ہوتی ہے۔

☆☆

جن کے معدے اور دماغ میں حرام ہو گا ان کے کردار میں صداقت نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان کو اپنی ہی صورت اور سیرت سے نفرت ہو تو وہ کتنا انسان ہے۔ ہر انسان اپنی ذات کے نزدیک خوبصورت اور باسیرت ہوتا ہے۔ اگر انسان اپنی صورت، سیرت اور

کردار پر نظر رکھے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی عزت نہ ہو۔ کردار عزت کی حفاظت کا نام ہے، سیرت انسانیت کی حفاظت کا نام ہے اور صورت خدا کے عدل کو کہتے ہیں۔ جو انسان حرام کھاتا اور سوچتا ہے اسے صادق اور صداقت کی بات زیب نہیں دیتی۔ اگر انسان بدکردار ہے تو اسے صورت اور سیرت پر زبان نہیں کھولنی چاہیے۔ جس کی اپنی کوئی سیرت اور کردار نہیں اسے کسی اعلیٰ کردار اور سیرت کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ اگر وہ جانتا ہے اعلیٰ کردار اور اعلیٰ سیرت کا معیار کیا ہے تو اسے اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال لینا چاہیے کیونکہ وہ لامعلوم سے معلوم میں ہے۔ انسان بڑا عجیب ہے سب جانتا ہے مگر اپنی مرضی کے علاوہ اسے کچھ معلوم نہیں۔ ہر بات اپنی مرضی سے کرتا ہے اور پھر کہتا ہے خدا کی مرضی، یہ سب دماغ اور معدے میں حرام کی وجہ ہے۔

☆☆

انسان جو دیکھتا ہے اور سنتا ہے اس سے اپنے رویوں کو جنم دیتا ہے۔ اگر وہ درست سوچتا ہے اور حقیقت دیکھتا ہے تو اپنے رویوں سے انسانیت کی تعمیر کرے گا۔ انسان کے پاس اعلیٰ ترین سرمایہ اس کے رویے ہیں۔ رویے کسی وجہ سے ہوتے ہیں وجہ تلاش کرو۔ رویے اور لہجے خود بخود آپ کی راہنمائی کریں گے۔ لوگ لہجوں اور رویوں پر بہت کم توجہ دیتے ہیں جبکہ انسان اور انسانیت کے لیے سب سے قیمتی یہ ہیں۔

❀……❀

مصنف کی دیگر کتب

علم و عرفان پبلشرز
34 [illegible] 7232336 7352332
[illegible]